تفسیر انوار القرآن

جلد اول

مصنفہ

حضرت صدر المفسرین قدوۃ العلماء والمجتہدین حجۃ الاسلام مولانا
السید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ

مطبوعہ مطبع اصلاح کھجوا ضلع سارن بہار

طبع دوم

قیمت تین روپیہ مجلد

www.kitabmart.in

مقدماتِ انوار القرآن

فہرست دیباچہ و مقدمات تفسیر انوار القران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر خلقہ وحبیبہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علےٰ اعدائھم اجمعین من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین ۔ اما بعد ملتمس یہ ہے کہ قرآن مجید کے اردو اور فارسی ترجمے شیعوں کے لکھے ہوئے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں ۔ میں نے ان کو غور سے دیکھا اور متعدد مقاموں میں اصول و عقائد مذہب شیعہ کے مخالف پایا گو ۔ مترجم حضرات نے ترجمہ اور بعض مطالب کی تفسیر میں احادیث شیعہ کو پیش نظر رکھا ہے لیکن سند و دلالت اور صحیح اور غیر صحیح اصول مذہب کے موافق اور مخالف اور حق اور باطل حدیثوں کی جانچ اور تشخص اور تمیز سے یا تو قاصر رہے ہیں یا غافل ۔ بہر حال یہ ترجمے اس لائق نہیں ہیں کہ اصول و ارکان مذہب شیعہ کو سمجھنے کے لئے ان پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکے ۔ اور تفسیریں جو اس وقت ہمارے درمیان میں مروج ہیں ان میں سے مجمع البیان میں زیادہ تر اہلسنت کے خیالات ذکر کئے گئے ہیں اور آیات کے ظاہری معانی پر اکتفا کی گئی ہے اور باطنی معانی کی طرف پوری توجہ نہیں کی گئی ہے اور صافی بہت مختصر ہے جس سے بقدر حاجت فائدہ اوٹھانا ممکن نہیں ہے ۔ اور برہان میں بغرض جمع و احصاء ہر قسم کے اخبار کو صرف نقل کر دینے پر اکتفاء کی ہے اور ان کی جانچ اور تحقیق اور تطبیق نہیں کی ہے ۔ اور نہ صحیح حدیث کو غیر صحیح سے جدا کیا ہے اور نہ ان آیتوں کی تفسیر کی ہے جن میں ان کو کوئی حدیث نہ مل سکی ہے اور منہج الصادقین میں اگرچہ کسی قدر تفصیل کی ہے ۔ لیکن ایک تو مجمع البیان ۔ کے مطالب کو نقل کرنے پر اکتفا کی ہے اور دوسرے موید مذہب مضامین کو نقل کرنے کی پابندی اگرچہ کی ہے ۔ لیکن تغیر کافی حوالہ کے ۔ غرض یہ کہ خداوند عالم ان لوگوں کو جزائے خیر عطا کرے ۔ اور ان حضرات میں سے ہر بزرگ کی نگاہ میں تصنیف کے وقت جو مصلحت تھی اس کی رعایت اچھی

طرح کی ہے اور اپنے پیش نظر مصلحت کو پورا کیا ہے۔ لیکن چونکہ ہر زمانہ کا رنگ اوس وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا مقتضی ہوا کرتا ہے اور اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے موجودہ تفسیریں کافی نہیں۔ اس لئے عرصہ سے یہ مطلب میرے دماغ میں گردش کر رہا تھا کہ سلیس اردو زبان میں ایک تفسیر لکھی جائے جس میں حل لغات اور قرائتوں کی تفصیل اور نحوی و صرفی اور فن معانی بیان کے قواعد پر آیتوں کی تطبیق اور آیات کے ظاہری اور باطنی معانی کا تفصیلی بیان ہو اور اصول و عقائد مذہب شیعہ کے بالکل مطابق ہو اور غیروں کے اعتراضات بھی بقدر اطلاع و امکان دفع کر دیئے جائیں۔ اور جو آیت جس فن سے تعلق رکھتی ہے اس فن کے وہ مطالب جو اس آیت سے بہت زیادہ تعلق رکھتے ہوں بیان کر دیئے جائیں خواہ وہ مطالب فقہ کے ہوں یا حدیث کے یا اصول حدیث کے یا رجال کے یا علم ہئیت و فلسفہ وغیرہ کے۔ لیکن باوجود دوام مرض اور ضعف مزاج کے آج تک مختلف مضامین کی تحریر میں مشغول رہنے سے اس بزرگ مہم کو انجام نہ دے سکے۔ تا اینکہ میرے محترم عزیز جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب عشروی سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر اردو تفسیر لکھنے کی فرمائش کی۔ ہم کو اس بات کا افسوس ہے کہ ہم اپنی پوری خواہش کو جو عرصہ سے رفیق دل و دماغ تھی تین وجہوں سے تصویر ذہنی سے عالم مثال میں لا کر آپ کی خدمت میں پیش نہیں کر سکتے۔ ایک تو عزیز موصوف کی فرمائش اختصار۔ دوسرے اپنا دائمی مرض اور ضعف مزاج۔ تیسرے ہماری منجھلی لڑکی[۱] شفاہا اللہ تعالیٰ کی طویل علالت جس نے ہماری رہی سہی حالت کو بھی مٹا دیا اور دل و دماغ کو بے اختیار کر دیا اگرچہ موجودہ حالت ہماری ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ ایسے بزرگ مہم کے لئے قلم اٹھا سکیں۔ لیکن اس خوف سے کہ شاید آئندہ ہم اس کو کم یا زیادہ بالکل انجام نہ دے سکیں اور اس مذہبی خدمت کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں۔ ہمت کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس تفسیر میں مندرجہ ذیل چند چیزوں کا ذکر خاص کر کے ملحوظ رکھا جائے گا۔ ان نقائص کا دفعیہ اور ان مطالب کی اصلاح جو اصول و عقائد مذہب شیعہ کے مخالف شیعہ ترجموں اور تفسیروں میں پائے جاتے ہیں۔

۲۔ ان کل آیتوں کا بصراحت اظہار جو حضرت سرور عالمؐ اور اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے شیعوں کی مدح و ثنا اور ان کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔

۳۔ ہر باطل مذہب کے مقابل میں عموماً اور دہریہ[۱] و نیچریہ[۲] و آریہ[۳] و عیسائی[۴] و قادیانی[۵] وائک قرآن[؟]

۱؎ یہ لڑکی پانچ ماہ کی علالت کے بعد جوار پروردگار میں پہونچی۔ حضرات مومنین سے امید ہے کہ جب اس تفسیر کو ملاحظہ فرمائیں گے تو اس مرحومہ کو ایک سورہ الحمد سے ضرور یاد فرمائیں گے۔ راحت حسین۔ ۱۲

دراہلسنت۔ ان چھ فرقوں کے مقابل میں خصوصاً مذہب شیعہ اثنا عشری کی تقویت اور اس کی حقیت کا بیان اور باطل فرقوں کے اعتراضوں کے جواب اور ان پر جائز اور منصفانہ اعتراضات انہیں کی معتبر اور مسلم کتابوں سے مع کافی حوالوں کے ۴ حدیثیں وہی لکھی جائیں گی جن کی سندیں معتبر ہوں گی یا ان کے مضامین اصول مذہب شیعہ کے مطابق ہوں گے۔ اگرچہ سندیں کمزور ہوں۔ کیونکہ علماء کا ان پر عمل کرنا ان کے ضعف کو دفع اور اعتبار کو ثابت کرتا ہے ۵ زبان اس کی ایسی سلیس اردو ہو گی کہ ہر اردو دان خواہ مرد ہو یا عورت بے تکلف سمجھ سکے ۶ کوشش کی جائے گی کہ تھوڑی عبارت زیادہ مطالب کو ادا کر سکے۔ حضرات ناظرین سے امید ہے کہ اگر کوئی قصور جو علاوہ مقتضائے بشریت ہونیکے اس موجودہ اضطراب و پریشانی کی وجہ سے ہو جائے تو آپ حضرات معاف فرمائیں گے اور بمقتضائے ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ[1]۔ ہم کوشش کریں گے کہ اگر اپنی پوری خواہش کو پورا نہ کر سکیں تو اسکو بالکل چھوڑ بھی نہ دیں۔ اور مضمون اتنا ضرور ادا کر دیں کہ یہ تفسیر بیکار نہ سمجھی جائے۔ قبل اسکے کہ ہم تفسیر شروع کریں بطور مقدمہ کے چند چیزوں کو بیان کر دینا ضرور ہے۔ جن کی آئندہ تفسیر لکھنے میں ضرورت پڑے گی۔ **پہلا مقدمہ**:۔ واضح ہو کہ ہر مذہب کی مذہبی دلیلیں چار ہیں[2] ۱ کتاب خدا، ۲ سنت رسول ۳ اجماع اہل مذہب ۴ حکم عقل۔ کتاب خدا سے مقصود ہر مذہب کی الہامی کتاب ہے۔ اور سنت رسول سے مقصود ہر مذہب کے رئیس و صاحب کتاب اور اس کے اوصیاء اور اصحاب خاص کی فرمائشیں اور عمل ہے اور اجماع سے مقصود اس مذہب کے پابندوں[3] کا کسی بات پر اتفاق کر لینا ہے۔ اور حکم عقل[4] سے مقصود اس مذہب کے پابند عقلاء کی رائیں ہیں۔ اور یہ چاروں دلیلیں ایسی ہیں جن کو مان لینے میں کسی مذہب کے پابند کو تامل نہیں ہوتا اور کسی مذہبی امر کو ثابت کرنے کے لئے ہر شخص اور ہر مذہب کے پابندوں کے مقابلہ میں اس کے سامنے انہیں دلیلوں کو پیش کرتا ہے اور وہ ثبوت کے لئے کافی سمجھی جاتی ہیں۔ کسی کتاب کی شرح اور تفسیر لکھنے والے کو مناسب ہے کہ اس کے پڑھنے والوں کی آگاہی کے لئے پہلے اس کتاب کی نوعیت اور حیثیت اور دوسرے صاحب کتاب کی مختصر حالت اور مقدار مرتبہ اور منزلت کو بیان کر دے۔ اس لئے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والوں کو بھی ان چیزوں کو بیان کر دینا ضرور ہے

---

۱ جو امر پورا حاصل نہ ہو سکے اس کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہیے ۱۲۔ ۲ چاروں دلیلوں کے جو معانی بیان کئے گئے ہیں اگرچہ علماء اسلام کی اصطلاح سے کسی قدر ہٹے ہوئے ہیں لیکن اس غرض سے ان کو اختیار کیا گیا تا کہ کل مذاہب کی دلیلوں کے جامع رہیں ۱۲۔ ۳ جن میں مذہب شیعہ کے مطابق معصوم بھی داخل ہیں ۱۲۔ ۴ علمائے اسلام موقع و محل کے لحاظ سے عقلی دلیلوں کو برائت اور استصحاب تخییر اور احتیاط سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔)

دیباچہ میں اسلامی دلیلوں کو نہ لکھنے کی وجہ

چونکہ مسلمان بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی اور حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کی جلالت قدر اور نفسیاتی کمالات کے پہلے ہی سے معتقد ہیں اس لئے وہ اپنے موجودہ اعتقاد کے ہوتے ہوئے نئے حال پر عقیدہ حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہیں اس لئے ان کو سمجھانے کے لئے ہم کوئی اسلامی دلیل کو بیان کرنا بے فائدہ اور تحصیل حاصل کا ارادہ کرنا ہے اس واسطے غیروں کو سمجھانے اور ان پر حجت تمام کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے عقیدہ کی مزید تقویت کے لئے صرف غیر مسلم علماء و عقلاء کی تحریروں کو ذکر کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ؎ الفضلُ^عہ ماشَہِدَت بہ الاعداءُ۔ یعنی بزرگی وہی ہے جس پر دشمن گواہی دیں لیکن باوجود اس کے اگر ہم تھوڑی سی اسلامی دلیلوں کو بھی آخر میں ذکر کر دیں تو اس سے مقصود صرف یہ ہوگا کہ جن مسلمانوں کے دماغ دلیلوں سے خالی ہیں ان کو دلیلوں سے تھوڑی آگاہی حاصل ہو جائے۔

دوسرا مقدمہ۔ واضح ہو کہ ہماری نگاہوں میں دنیا کے کل موجودات کی چار قسمیں ہیں۔ ایک^۱ قسم وہ بیجان چیزیں ہیں جو باوجود بے جان ہونے کے نہ باڑھ رکھتی ہیں نہ حس و حرکت نہ عقل و شعور و گویائی جیسے مٹی پتھر وغیرہ۔ دوسری قسم وہ بیجان چیزیں ہیں جو باڑھ تو رکھتی ہیں لیکن نہ حس و حرکت نہ رکھتی ہیں نہ عقل و

عہ علامہ محمد بن عقیل حضرمی سنی لکھتے ہیں کہ یہ کلام عمرو بن العاص کا ہے (نصائح کافیہ صہ ۵۵) علامہ شیخ بہاء الدین عاملی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن معاویہ اور یزید اور عمرو عاص تینوں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ ہدایا پیش کئے گئے تو معاویہ نے کہا کہ اگر کوئی دوسرا یہاں ہوتا تو ہم ان ہدیوں کو بیت المال میں بھیج دیتے اس وقت جو شخص اچھا شعر کہے گا اسی کو یہ ہدیئے دیدیں گے۔ تو ان دونوں نے کہا کہ پہلے تمھیں کہو۔ پس معاویہ نے کہا ؎

خیر البریۃ بعد احمد حیدر + فالناس ارض والوصی سماء۔

بہترین خلق بعد احمد صلعم کے حیدرؑ ہیں پس لوگ زمین ہیں اور وصی یعنی علیؑ آسمان ہیں۔

پھر یزید نے کہا ؎ وملیحۃ شہدت لہا ضرائرہا × والحسن ماشہدت بہ الضراءُ۔

بہت سی حسین صورتیں ایسی ہیں جنکے حسن پر انکی سوتوں نے گواہی دی + اور حسن وہی ہے جس پر سوتیں گواہی دیں۔

پھر عمرو عاص نے کہا ؎ واللہ قد شہد العدو بفضلہ + والفضل ماشہدت بہ الاعداءُ (تشہید المطاعن)

قسم خدا کی انکی بزرگی پر دشمن نے گواہی دی + اور بزرگی وہی ہے جس پر دشمن گواہی دیں۔

(جلد ۲ بحوالہ کشکول بہائی علیہ الرحمہ) ۱۲ منہ

شعور و گویائی۔ جیسے درخت گھاس وغیرہ۔ تیسری قسم وہ جاندار چیزیں ہیں جو باڑھ بھی رکھتی ہیں اور حس و حرکت بھی لیکن عقل اور گویائی نہیں رکھتیں جیسے گائے۔ بھینس۔ بکری وغیرہ۔ چوتھی قسم وہ جاندار ہیں جو باڑھ اور حس و حرکت اور عقل و شعور اور گویائی سب کچھ رکھتے ہیں جیسے حضرت انسان، اور علماء علم کلام فرماتے ہیں کہ۔ اَلوُجُودُ خَیْرٌ مَحْضٌ وَالعدم شرٌّ محضٌ۔ یعنی ہستی خالص بھلائی ہے اور نیستی خالص بدی۔ خواہ بھلائی سے کمال مراد لیا جائے یا مطلوبیت اور پسندیدگی اور بدی سے خواہ عیب مراد لیا جائے یا مبغوضیت اور ناپسندیدگی۔ جیسے علم کمال ہے اور محبوب و پسندیدہ اور جہالت یعنی بے علمی عیب ہے اور مبغوض و ناپسندیدہ پس اس بنا پر پہلی قسم میں صرف ایک بھلائی اور ایک کمال ہے یعنی اس کا پیدا اور موجود ہونا اور چار عیب ہیں۔ ایک بے جان ہونا دوسرے بے باڑھ ہونا۔ تیسرے بے حس و حرکت ہونا۔ چوتھے۔ بے عقل و شعور اور بے زبان ہونا اور دوسری قسم میں دو کمال ہیں ایک ہستی اور دوسرے باڑھ۔ اور تین عیب ہیں۔ ایک بیجان ہونا اور دوسرے بے حس و حرکت ہونا اور تیسرے بے عقل و شعور اور بے زبان ہونا۔ اور تیسری قسم میں چار بھلائیاں اور کمال ہیں۔ ایک ہستی۔ دوسرے جان۔ تیسرے باڑھ۔ چوتھے حس و حرکت اور ایک عیب ہے۔ یعنی بے عقل اور بے زبان ہونا۔ اور چوتھی قسم یعنی حضرت انسان میں بھلائی اور کمال ہی کمال ہے۔ اور عزت و شرافت کا سرمایہ کمال ہے اور ذلت و بے وقری کا سبب نقص اور عیب پس اس بیان۔ سے ہم اس نتیجہ تک پہونچتے ہیں کہ حضرت انسان کی فطرت اور پیدائش بزرگی اور شرافت کے ساتھ ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے یہ اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں جیسا کہ خداوند منان و محسن حقیقی ارشاد فرماتا ہے:۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰، پ ۱۵) یعنی ہم نے بزرگ بنایا اولاد آدم کو اور سوار کیا ہم نے انکو خشکی میں (جانوروں پر) اور دریا میں (کشتی پر) اور کھلایا ہم نے ان کو پاک چیزوں سے اور بہت زیادہ فضیلت دی۔ ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر۔ انسان کی یہ ذاتی اور فطرتی شرافت اور بزرگی دو چیزوں کو چاہتی ہے۔ اول یہ کہ اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت کی جائے کیونکہ اوپر بیان کیا گیا کہ یہ شرافت کمال اور خیر و بھلائی ہے۔ اور ہر ذی روح کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ خیر و بھلائی حاصل کیجائے اور اگر حاصل ہو چکی ہے تو اسکی حفاظت کی جائے اور اسکے تلف اور زوال کو فطرت پسند نہیں کرتی پس اگر کوئی انسان اس بھلائی کی قدر نہ کرے اور اس ذاتی شرافت کو ہاتھوں سے گنوا دینا گوارہ کرے تو وہ فطرت

انسانی سے تو گر ہی جائے گا فطرت حیوانی سے بھی گر جائے گا۔ کیونکہ انسان اشرف المخلوقات کی انسانیت اس شرفت کی حفاظت کرنے میں ہے اور آیہ وافی ہدایہ کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۵۹:۱۶ یعنی شیطان! انسان سے کہتا ہے کہ کفر اختیار کر جب وہ اختیار کر لیتا ہے۔ تو شیطان اوس سے کہتا ہے کہ تجھ سے ہم بھی بیزار ہیں اس لیے کہ ہم خدا سے ڈرتے ہیں (اور تو خدا سے کبھی نہیں ڈرتا) اور فرمائش حضرت امام رضا علیہ السلام (کہ نافرمانِ پروردگار کے لیے نسب فائدہ نہ دے گا جیسے فرزند نوحؑ کے لیے مفید نہ ہوا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شرافت کی حفاظت کی صرف ایک صورت ہے وہ کیا۔ اطاعت پروردگار۔ کیونکہ خداوند منّان کی نافرمانی سے انسان اشرف المخلوقات جہاں اس طرح ذلیل اور بے وقار ہوجاتا ہے کہ شیطان جیسا مردود و ملعون بھی اوس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہاں اوس کا وہ تعلق وارتباط بھی قطع ہوجاتا ہے جو اس کو اس بزرگ و برتر ہستی سے ہے جس طرح حضرت نوح نبی کے بیٹے کی فرزندی کا رشتہ قطع ہوگیا یہاں تک کہ ایک دن کی پانچوں نماز چھوڑنے والے کو ایک فرشتہ خدا کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ ہماری مملکت سے نکل اور اپنے لیے کوئی دوسری جگہ تلاش کر۔ ۲ دوسرے اس امر کو چاہتی ہے کہ اس منعم حقیقی کا شکریہ ادا کیا جائے کیونکہ منجملہ خدا کی بے شمار نعمتوں کے جن سے اوس نے اپنے بندوں کو سرفراز کیا یہ عزت و شرافت ایک بہت بڑی نعمت ہے اور شکر منعم عقلاً و شرعاً و فطرۃً واجب ہے یہ امر کسی ذی ہوش سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چند لقمے جو کتے کو دیئے جاتے ہیں وہ ان لقموں کی اتنی قدر کرتا ہے کہ اپنے محسن کے جان و مال کی حفاظت میں اپنی آرام کی نیند راتوں کو کھو بیٹھتا ہے اور اس کے جان و مال کے دشمن کے مقابلہ میں اپنی جان فدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ اس کا دشمن کیسا ہی ہیبتناک اور صاحب سطوت و مقدرت ہو لیکن اس کی رعایت اور اس کا لحاظ و پاس نہیں کرتا۔ پس اگر کوئی انسان اشرف المخلوقات بقدر کتے کے بھی اپنے مالک اور منعم کے حق کو نہ پہچانے تو وہ اگرچہ صورت میں انسان ہے لیکن درحقیقت سیرت میں کتے سے بھی بدتر ہے اور اگر اس عقلی دلیل پر آیات سجدہ اور آیت طوفان نوحؑ اور آیت سورہ اذا زلزلت اور حدیث اسماء بنت عمیس اضافہ کر دی جائیں تو نافرمان انسان ڈھیلے اور پتھر سے بھی بدتر ثابت ہوگا کیونکہ گو ہمارے دیکھنے میں غیر جاندار چیزیں خطاب کے لائق نہیں ہیں نہ ہمارے کلام کو سمجھتے ہیں نہ ہمارا جواب دے سکتے ہیں لیکن خداوند صادق و مصدق اور اہل بیت عصمت و طہارت جیسے واقف حقائق

وماہیات کی فرمائشیں صاف بتا رہی ہیں کہ یہ چیزیں خطاب سمجھتی اور جواب دینے کی قابلیت رکھتی ہیں اور حق کو پہچانتی اور حکم کی تعمیل کرتی ہیں چنانچہ خداوند عالم سورہ ہود پ ۱۲ آیت ۴۶ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَقِيْلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی کھینچ لے اور اے آسمان اپنا پانی روک لے اور پانی کم ہو گیا۔ اور پارہ ۱۷ سورہ حج آیت ۱۸ میں ارشاد فرمایا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ یعنی اے رسول کیا نہیں دیکھتے ہو کہ خدا کے لیے وہ لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ جو جو آسمان میں ہیں اور وہ عقلاء سجدہ کرتے ہیں جو زمین پر ہیں اور آفتاب سجدہ کرتا ہے اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے انسان پر (ان کی نافرمانی کی وجہ سے) عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور پ ۳۰ سورہ زلزال آیت ۳ و ۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا یعنی زمین کو قیامت کے دن جب زلزلہ ہوگا اور ایک انسان (علیؑ) اس کا حال پوچھیں گے تو وہ اپنی خبریں بیان کرے گی اور اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ ہم سے جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے دیکھا حضرت علیؑ کو کہ زمین ان سے باتیں کر رہی تھی۔ اور وہ زمین سے (مدینۃ المعاجز)

ان صریح فرمائشوں سے ان چیزوں کا قابل خطاب ہونا اور جواب دینا اور تعمیل حکم پروردگار و انسان کرنا صاف معلوم ہوتا ہے اور اس صراحت کے ہوتے ہوئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم خداوند عالم کی قدرت مطلقہ اور اس کے اور اس کے اولیاء کے عظیم حقوق کو سمجھنے کے بعد بھی ان چیزوں کی قابلیت واستعداد اور عملی اطاعت سے انکار کریں اور اس غیر معقول توجیہ کو قبول کریں کہ اس اطاعت سے مقصود شانی اطاعت ہے نہ عملی واقعی جو ارادہ و اختیار سے صادر ہوتی ہے۔ حالانکہ بے شمار مثالیں ہمارے سامنے اس قسم کی موجود ہیں جو عملی واقعی اطاعت کی کافی شہادت دیتی ہیں۔ دیکھو وحشی طوطا نہ تمہاری پکار پر توجہ کرتا ہے نہ تمہارے بلانے پر آتا ہے بلکہ دور ہی سے دیکھ کر بھاگ جاتا ہے اور اسی کو اگر پال لو تو مانوس ہو جاتا ہے اور تعلیم کرو تو تعلیم کو قبول کر لیتا ہے اور کامل تعلیم کے بعد سکھائی ہوئی باتوں کے علاوہ موقع اور محل کی باتوں کو خود بھی بولنے لگتا ہے اور تمہارے بلانے پر بے تامل چلا آتا ہے سبب اس کا اگر حق شناسی اور نمک کا پاس نہیں ہے تو اور کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توجہ کرنے کے لیے خطاب کرنے والے میں کچھ وزن و وقار اور دباؤ کی

ضرورت ہے۔ حضرت سرور عالم اور اہلبیت اطہار علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے معجزات جو درختوں اور جانوروں اور ڈھیلا اور پتھر وغیرہ کی اطاعت کے متعلق سنا کرتے ہو یہ سب حق شناسی ہی کا تقاضا ہے اور کائنات پر جو حقوق آنحضرات کے ہیں ان کو حدیث قدسی لَوْلَاكَ[1] لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اگر تم نہ ہوتے تو ہم آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ کرتے اور حدیث کساء کے وہ جملے ظاہر کرتے ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ موجودات عالم کی ہستی اور نعمتِ وجود جیسی عزیزہ محبوب چیز سے سرفراز ہونے کا سبب قوی یہی حضرات ہیں کیونکہ فلاسفہ و متکلمین بیان کرتے ہیں کہ چاروں[2] علتوں یعنی علت مادی۔ علت فاعلی۔ علت صوری۔ علت غائی میں سب سے زیادہ قوی علت غائی ہے جسکے لیے کوئی چیز پیدا کی جاتی ہے کیونکہ اگر کسی چیز کی حاجت نہ ہو تو وہ ہزار برس بھی پیدا اور موجود نہ کی جائیگی اگرچہ اس کے اجزاء موجود ہوں اور بنانے والا بھی حاضر ہو۔ طالب علم دین کے لیے جو جانوروں اور چڑیوں اور مچھلیوں کے دعائے خیر اور استغفار کرنے کی صاف و صریح حدیث اصول کافی میں مذکور ہے وہ بھی حق شناسی ہی کا تقاضا ہے جیسا کہ ہم نے معالم الاصول کی فارسی شرح میں اس کی نہایت نفیس و مفصل توجیہ لکھی ہے جس کے بیان کی گنجائش یہاں نہیں ہے اور علاوہ اس توجیہ کے دوسری وجہ

---

[1] اس حدیث کی دلالت پر ایک سمجھدار انگریزی داں شیعہ نے اعتراض کیا کہ اس سے حضرت رسولؐ کی فضیلت صرف آسمانوں پر ثابت ہوتی ہے زمین پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں زمین کا ذکر نہیں ہے ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ لفظ افلاک میں زمین بھی دو طرح سے داخل ہے۔ ایک یہ کہ لفظ افلاک جمع ہے جو حکم میں کئی لفظ فلک کے ہے۔ پس ایک لفظ فلک سے بعلاقہ ظرفیت و مظروفیت مجازاً زمین مراد ہے۔ کیونکہ زمین آسمانوں کے بیچ میں واقع ہے۔ اور باقی کئی لفظ فلک سے کل آسمان حقیقت دوسرے مطابق تحقیق جدید کے زمین اور آسمان سب کے سب اپنے محور پر گردش کرتے ہیں اور لفظ فلک سے ہر وہ چیز مقصود ہے جو گول دائرہ پر چکر لگائے۔ اسی وجہ سے تاگا بانٹنے کی پھرکی کو فلکہ کہتے ہیں اس لیے لفظ افلاک سے زمین اور آسمان سب مقصود ہیں ۱۲ منہ۔

[2] دنیا کی ہر چیز کے پیدا اور موجود ہونے کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں انھیں چاروں کو علت کہتے ہیں جیسے چوکی بنانے کے لیے تختہ اور کانٹا اس کو علت مادی کہتے ہیں اور بنانے والا بڑھئی اس کو علت فاعلی کہتے ہیں اور تیار ہو جانے کے بعد جو صورت حاصل ہوتی ہے اس کو علت صوری کہتے ہیں اور جس غرض سے بنائی جائے اس کو علت غائی کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

دعائے خیر و استغفار کی یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کی بقا میں عالم کو دخل ہے (لآلی الاخبار) اور طالب العلم بھی عالم کے سالک میں منسلک ہے اگرچہ حد کمال کو نہیں پہونچا ہے کیونکہ علم کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے اور بقدر اپنے علم کے ہر شخص عالم کہے جانے کا مستحق ہے اور شاہد اس پر حدیث حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ہے ارشاد فرماتے ہیں۔ العالم والمتعلم شریکان فی الاجر للعالم اجران وللمتعلم اجر[1] یعنی عالم اور طالب العلم دونوں ثواب میں شریک ہیں اور ایک سا ثواب پائیں گے صرف فرق یہ ہے کہ عالم دوہرا پائے گا اور طالب العلم اکہرا اور چونکہ متعلم میں حضرت نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے اس لیے ہر درجہ کا طالب علم اس میں داخل ہے بہرحال میرے اس پورے بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ انسان اشرف مخلوقات مثل جانوروں کے صرف کھانے اور مر جانے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس سے مقصود پروردگار یہ ہے کہ انسانیت کا جامہ پہنے اور عزت کی زندگی بسر کرے کیونکہ اس کی عزت کو خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور ذلت کو ناپسند کرتا ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس ذاتی اور فطرتی عزت کا باقی رہنا محسن شناسی اور ادائے حق محسن پر موقوف ہے اور ادائے حقوق محسن حقیقی اس کی معرفت اور اطاعت و فرماں برداری اور عبادت و خاکساری کو کہتے ہیں چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا۔ انصاف کا مقام ہے۔ کہ جو شخص تمہاری ظاہری زینت یعنی لباس اور بدن پر سے جو ہفتہ میں دو دفعہ میلا ہوتا اور دھویا جاتا ہے اگر ظاہری اور خفیف عیب کو یعنی ایک تنکا اور مکڑی کا جالا ہٹا دے یا گرد جھاڑ دے وہ تو اخلاقاً و ادباً اس کا مستحق سمجھا جائے کہ اس کے آگے سر جھکا دیا جائے اور سلام یعنی دعائے سلامتی سے بدلا کیا جائے اور جو محسن عزیز ترین نعمات دنیا یعنی ہستی اور وجود سے سرفراز کرے اور پھر آناً فاناً اور پے در پے اپنی بے شمار نعمتوں سے بہرہ مند کرتا رہے وہ اپنے حقوق شناسی کا مستحق نہ سمجھا جائے حالانکہ محسن شناسی ہر جاندار کی فطرت کا تقاضا ہے ایسے محسن کے حقوق تو یہ چاہتے ہیں کہ بندوں اور نعمت خواروں کے سر سجدے سے کبھی نہ اٹھیں۔ حالانکہ یہ بھی اس کی رافت اور مہربانی ہے کہ ہم پر اتنا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا جو ہماری طاقت سے باہر اور ہماری عافیت میں خلل پڑنے کا باعث ہو۔ بس اوسی قدر ہم سے چاہتا ہے جتنا ہمارے لیے ممکن ہو لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا (سورہ بقرہ آیت ۲۸۶ پ ۳) یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] یعنی خداوند رحمان

---

[1] فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ باب ۳ صفحہ ۔ و لآلی الاخبار باب ۵ صفحہ ۱۸ ذکر فضیلت علم ۱۲ [2] سورہ بقرہ آیت ۱۸۱ پ ۲

درحیم کسی شخص پر اس کی طاقت سے باہر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور وہ مہربان مالک تم لوگوں کے لیے آسانی کو چاہتا ہے دشواری کو نہیں چاہتا۔ کمالِ لطف و مہربانی اس کی یہ ہے کہ واجب عبادتوں کی حفاظت کرتے ہوئے بقدر حاجت ہماری تحصیل معاش کو بھی اس نے اپنی عبادت ہی قرار دی ہے۔ اور چونکہ ہم اپنی اصلی جہالت اور ناقص فطرت کی وجہ سے کچھ نہیں جانتے کہ اسکے حقوق کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اور کس طریقہ سے ادائے حق کو وہ پسند کرتا اور کافی سمجھتا ہے اور علاوہ اس جہالت کے جہاں کتوں نے ہماری ذاتی صفت یعنی محسن نوازی اور حق شناسی کو ہم سے لے لیا ہے ہم اشرف مخلوقات نے کتوں کی ذاتی صفت یعنی تکالب اور تجاذب یعنی کھینچا کھینچی اور خیانت و بد دیانتی کو ان سے لے لیا ہے جو ہمارے درمیان میں حرج و مرج و خون و خرابی اور فتنہ و فساد کا باعث ہو رہی ہے اور دنیا کا انتظام درہم و برہم ہو رہا ہے۔ اور نہ خود اس محسن حقیقی سے بے واسطہ ادائے حقوق کے طریقوں کو ہم سیکھ سکتے ہیں کیونکہ ہم اس تک پہونچنے کی قابلیت نہیں رکھتے اس واسطے کہ نورانی بارگاہ میں نور ہی پہونچ سکتا اور ٹھہرنے کی قابلیت رکھتا ہے اور تاریکی کا گند اپنے تاریک مجسمہ کے بقاء کے ساتھ وہاں محال ہے اور علاوہ جاہل ہونے اور نہ پہونچ سکنے کے اپنے جائز الخطاء بلکہ مجسم خطا ہونے کی وجہ سے چونکہ اپنی اصلاح خود نہیں کر سکتے اس لیے اس امر کی طرف محتاج ہیں کہ خداوند منان ہماری تعلیم اور اصلاح دونوں کے لیے کچھ برگزیدہ اور غیر جائز الخطاء اور معصوم ہستیوں کو اپنے اور ہمارے درمیان میں واسطہ قرار دے انھیں واسطوں کو انبیاء اور مرسلین اور ان کے بعد ان کے فرائض کو جائز طور سے انجام دینے والے بزرگواروں کو ان کے اوصیاء اور جانشین کہتے ہیں چنانچہ اس لطیف و مہربان نے بہ نظر رحمت و اتمام حجت اپنے بندوں کے درمیان ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم اور کامل الصفات پیغمبر مذہبی تعلیمات کی آسمانی کتاب کے ساتھ بھیجے اور ان کے لیے انھیں کے لگ بھگ کے جامع صفات کمال اوصیاء خود تجویز کئے جن کے سردار و سرتاج ہمارے نبی محمد مصطفےٰ اور ان کے بارہ اوصیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خود اسی نے تجویز فرمایا اور نامزد کیا اور قائم مقام بنایا اور ان کی مذہبی کتاب قرآن مقدس بہترین و جامع ترین کتب آسمانی ہے۔

۴ عبرت کا مقام

۵ بیان بعثت انبیاء و تعیین اوصیاء

تیسرا مقدمہ (لفظ قرآن کی تحقیق) لفظ قرآن میں اختلاف یہ ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے نکالا گیا ہے یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ اسم جامد ہے۔ یعنی کسی لفظ سے نکالا نہیں گیا ہے بلکہ ق۔ ر۔ ا۔ ن۔ کو ترکیب دیکر مستقل طور پر بنایا گیا ہے۔ اور اس میں ہمزہ

نہیں ہے یعنی یہ لفظ قرآن ہے۔ قرآن نہیں ہے۔ اور یہ لفظ خاص خدا ہی کے کلام کے نام ہے
اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قرن الشئ بالشئ سے نکلا گیا ہے جس کا معنی ایک چیز کو دوسری
چیز سے ملا دینا ہے (اور بظاہر اس جماعت کا خیال یہ ہے کہ چونکہ آیتیں اور سورے جدا جدا نازل
ہوئے اس کے بعد اکٹھا اور جمع کئے گئے اس لیے لفظ قرآن کا قرن سے نکالا جانا مناسب ہے)
اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ قرءَ الشئ کا مصدر ہے جس کا معنی ہر چیز کو جمع کرنا یا پڑھنا ہے۔
اس کے بعد یہ لفظ ایک خاص مجموعہ اور پڑھنے کی ایک خاص چیز یعنی اس کتاب خدا کا نام قرار دیدیا
گیا جس کو اس نے حضرت سرور عالم پر نازل کیا تھا اور یہ نام جسطرح اس پوری کتاب پر بولا جاتا ہے اسی
طرح ہر سورہ اور ہر آیت پر بھی بولا جاتا ہے اور اس بنا پر کہ یہ لفظ قرءٌ کا مصدر ہے اس میں ہمزہ ہونا ضروری
ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ اصل میں ہمزہ ہے اور اصل لفظ قرآن ہے جس میں سے تخفیف یعنی بولنے
میں زبان پر سبک اور ہلکا کرنے کے ارادہ سے ہمزہ گرا کر قرآن کر دیا گیا ہے ؎

چوتھا مقدمہ۔ (قرآن کس کا کلام ہے) کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ
کلام پروردگار ہیں۔ یعنی خداوند عالم نے پورے قرآن کو انھیں الفاظ میں جو ہمارے ہاتھوں میں
ہیں اپنی قدرت کاملہ سے لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا جس میں سے جبرئیل امین حکم خدا کے مطابق
تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس لاتے رہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے۔ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ۔ یعنی یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے
اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ الفاظ کلام حضرت جبرئیل ہیں یعنی ان کے معانی خداوند عالم نے ان
پر نازل کئے اور انھوں نے ان معانی کو اپنے الفاظ میں حضرت سرور عالم کی خدمت میں پہونچایا
جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ؎ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے۔
کہ معانی اس کے خدا کی طرف سے ہیں جن کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے الفاظ میں بیان
فرمایا کرتے تھے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلٰى قَلْبِكَ یعنی ان معانی
کو روح الامین یعنی جبرئیل امین نے تمہارے دل میں ڈال دیا۔ لیکن قرآن کے معجزہ ہونے اور اسکی
بزرگی اور عظمت اور ہر حیثیت سے کامل ہونے کے لحاظ سے پہلا ہی کلام اولے اور بہتر اور حق سے
نزدیک تر ہے ؎ ہم عرض کرتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی کل
خدا ہی کی طرف سے ہیں اور وجہ اس کی علاوہ اس کے جس کو ابو البقاء نے بیان کیا ہے ایک

؎ کلیات ابو البقا باختصار حرف ق ذکر قرآن ص ۲۶۳ چھاپہ ایران ۱۲ ؎ کلیات ابو البقات حرف ق ذکر قرآن ص ۲۶۳ ۱۲

یہ ہے کہ کلام پروردگار اِنَّہٗ لَقَولُ رَسُولٍ کَرِیمٍ جس کو دوسرے کلام کی دلیل قرار دیا ہے۔ ہرگز اس بات کو نہیں بتاتا کہ خدا نے حضرت جبرئیل پر معانی کو اوتارا اور انھوں نے ان معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا کیونکہ کفار قریش کبھی تو کلام مجید کو شاعر کا کلام کہتے تھے اور کبھی کاہن کا۔ اس واسطے ان کی روکی غرض سے خدا نے اس آیت کو نازل فرمایا اور اس کے بعد صاف فرما دیا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَّا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ یعنی قرآن نہ تو شاعر کا کلام ہے نہ کاہن عہ کا بلکہ خدا کے رسول (جبرئیل یا حضرت محمدؐ) کا کلام ہے جس کو اس نے ان پر اتارا ہے۔ اور چونکہ حضرت جبرئیلؑ کی زبان سے سرورؐ عالم کو یا حضرت سرور عالم کی زبان سے دوسروں کو ملا ہے اس لیے اس کو قول رسولؐ (یعنی جبرئیل یا حضرت سرور عالم کا کلام مجازاً) کہا گیا۔ اسی طرح کلام پروردگار نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بھی اس کو بھی کو نہیں بتاتا کہ جو چیز حضرتؐ پر اوتاری گئی وہ صرف معانی تھے۔ بلکہ اس آیت کا ظاہر بلکہ اظہر معنی یہ ہے کہ جو چیز اوتاری گئی وہ قرآن ہے اپنی مجموعی حالت سے کیونکہ پوری آیت یوں ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ (سورہ شعراء ۱۹ آیت ۱۹۳) اس آیت میں بہ کی ضمیر سے مقصود قرآن ہے اور قلب سے مقصود خود حضرت سرور عالم۔ کیونکہ معلوم ہے کہ حضرتؐ کے صرف دل پر اوتارنا مقصود نہیں ہوسکتا اور چونکہ کلام کے سمجھنے کا آلہ قلب ہوتا ہے اور حضرت سرور عالم اور اہلبیت طاہرینؑ فہم و کمال وغیرہ میں اکمل افراد بنی آدم تھے اس لیے خدا نے حضرتؐ کو مجسم قلب قرار دے کر عَلَىٰ قَلْبِكَ فرمایا اور بِلِسَانٍ بدل ہے بہ کی ضمیر کا جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن صاف عربی لسان میں اتارا گیا اور شاہد اس پر اِنَّا اَنزَلنٰہُ قُرآناً عَرَبِیّاً ہے اور بِلِسَانٍ۔ مُنذِرِینَ سے متعلق نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ حضرت سرور عالمؐ عربوں کو اردو۔ فارسی ترکی وغیرہ اجنبی زبانوں میں ہرگز انذار اور تبلیغ نہ کرتے بلکہ تبلیغ عربی ہی زبان میں فرماتے۔ پھر ایسی حالت میں یہ جملہ بیکار اور لغو ٹھہرتا ہے جو خداوند حکیم کے لیے محال ہے اس بنا پر معنی اس آیت کا یہ ہے کہ جبرئیل امین صاف عربی زبان میں قرآن لے کر تم پر اوترے تاکہ اس کے ذریعہ

عہ کاہن ہر اوس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خیال میں غیب کی خبریں بیان کرتا ہے خواہ ستاروں کی گردش کے حساب سے یا شیاطین اور جنات کو تابع کرکے یا جادو کے ذریعہ سے یا دوسرے ذریعوں سے اور زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے لوگ بہت تھے جن سے عرب حالتیں دریافت کیا کرتے تھے ۱۲۔

سے تم لوگوں کو ڈراؤ۔ دوسری وجہ ہے کہ کلام مجید کو خداوند عالم نے اپنے اس مقدس کلام میں کئی جگہ کتاب اور قرآن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اَنزَلنَا الکِتَابَ اور اَنزَلنَا القُرآنَ یعنی کتاب اوتاری اور قرآن اتارا۔ فرمایا ہے اور قرآن اور کتاب الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ موٹی عقل کا آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب اور قرآن سے مقصود صرف معانی ہیں 14

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کو خدا نے معجزہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے قُل لَّئِنِ اجتَمَعَتِ الاِنسُ وَالجِنُّ عَلٰٓی اَن یَّاتُوا بِمِثلِ ھٰذَا القُرآنِ لَا یَاتُونَ بِمِثلِہٖ الآ۔ یعنی اگر انسان اور جن سب مل کر بھی بنانا چاہیں تو اس قرآن کا مثل نہیں بنا سکتے اور حضرت سرور عالم بھی انسان تھے اور وہ بھی مثل دوسروں کے ایسا کلام بنانے سے عاجز تھے **چوتھی وجہ** یہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُعطِیتُ جَوَامِعَ الکَلِم (مجمع البحرین لغت جمع) یعنی مجھ کو قرآن جیسا کلام دیا گیا جو اپنے تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی کو ادا کرتا ہے پس ادھر خداوند عالم اَنزَلنَا الکِتَابَ اور اَنزَلنَا القُرآنَ میں قرآن کو اپنا کلام فرما رہا ہے۔ اور ادھر حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ بھی اعطیت جوامع الکلم میں خدا کا کلام ہونا بیان فرما رہے ہیں پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کے الفاظ کلام حضرت جبرئیل یا کلام حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ **بہرحال** قرآن مقدس کے کلام خدا ہونے اور کلام غیر خدا نہ ہونے پر دلیلیں بہت ہیں سب کو تفصیل سے ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ **تتمہ نزول قرآن** کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ پورا قرآن بیت معمور پر تیئیس ماہ رمضان کی شب کو جو شب قدر ہے اوتارا گیا اور بیت معمور سے تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم کے پاس بھیجا گیا اور بیس برس میں اس کا نزول ختم ہوا (صافی مقدمہ ۹) اور اس کی ابتداء بعثت کے تین سال بعد سے ہوئی اور اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون سا سورہ اوتارا گیا۔ مشہور یہ ہے۔ کہ سورہ اقراء اوتارا گیا اور بعض حدیثوں سے سورہ الحمد کا اوتارا جانا ظاہر ہوتا ہے اور بعض سے سورہ مدثر کا (تاریخ اسلام صفحہ ۴۱ مصنفہ سید ذاکر حسین صاحب۔

پانچواں مقدمہ (قرآن اور حدیث قدسی میں کیا فرق ہے

خداوند عالم حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے حق میں ارشاد فرماتا ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی یعنی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ (دین اور مذہب کی) کوئی بات اپنے دل سے نہیں بولتے اور ان کی مذہبی باتیں نہیں ہیں لیکن وحی جو ان پر نازل ہوتی ہیں۔ اس واسطے ضرور

ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی ہوں خواہ وہ حدیث قدسی ہو یا دوسری حدیثیں۔ اور ایسی صورت میں ایک فرق قرآن اور حدیث قدسی میں ہونا چاہیئے۔ اور دوسرا فرق حدیث قدسی اور غیر قدسی میں پس اگر قرآن اور حدیث قدسی میں یہ فرق قرار دیا جائے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں خدا کیطرف سے ہیں اور حدیث قدسی کے معانی خدا کی طرف سے ہیں اور الفاظ حضرت سرورِ عالم کے ہیں۔ جیسا کہ ابو البقاء نے اپنی رائے کتاب کلیات حرف ق لفظ قرآن کے بیان میں لکھا ہے **تو** یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث قدسی اور غیر قدسی میں فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ آیت ما ینطق حدیث قدسی اور غیر قدسی دونوں کے معانی کو خدا کیطرف سے بتاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ بقول ابو البقاء کے جب حدیث قدسی کے الفاظ خدا کی طرف سے نہ ہوئے تو غیر قدسی کے الفاظ خدا کیطرف سے بدرجہ اولےٰ نہ ہونگے۔ اور اس بنا پر دونوں حدیثوں کے معانی خدا کیطرف سے ٹھہرتے ہیں اور دونوں کے الفاظ حضرت سرورِ عالم کے۔ اس لئے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ **اور** اگر یہ کہا جائے کہ حدیث قدسی کے معانی تو خدا کیطرف سے ہیں لیکن غیر قدسی کے نہ تو معانی خدا کیطرف سے ہیں نہ الفاظ بلکہ دونوں حضرت سرورِ عالم کیطرف سے ہیں۔ جیسا کہ طیبی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے جس کو ابو البقاء نے کلیات میں نقل کیا ہے۔ تو لازم آتا ہے کہ غیر قدسی حدیثیں وحی نہ ہوں حالانکہ آیت ما ینطق اس کو صاف رد کر رہی ہے **اسلئے** صحیح یہ ہے کہ قرآن اور حدیث قدسی کے الفاظ اور معانی دونوں خدا کیطرف سے ہیں۔ اور غیر قدسی کے صرف معانی پس قرآن اور حدیث قدسی میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ معجزہ قرار دیئے گئے اور حدیث قدسی کے الفاظ معجزہ نہیں قرار دیئے گئے۔ اور یہی فرق ہمارے علمائے کرام علیہم الرحمہ والرضوان اور بعض علماء اہلسنت کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کو ابو البقاء نے کلیات میں نقل کیا ہے محقق قمی علیہ الرحمہ قوانین میں اور ملا محمود علیہ الرحمہ جو ہمارے اوستاد الاستاد فخر الاوائل والاواخر مولانا شیخ مرتضےٰ انصاری علیہ الرحمہ والرضوان کے شاگرد تھے قوامع الفضول میں تحریر فرماتے ہیں کہ اَلْفَرْقُ بَیْنَہٗ (یعنی الحدیث القدسی) وَبَیْنَ الْقُرْاٰنِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ ھُوَ الْمُنَزَّلُ لِلتَّحَدِّیْ وَالْاِعْجَازِ بِخِلَافِ الْحَدِیْثِ الْقُدُسِیِّ (قوانین ذکر سنت مقصد ۳ مطلب صفحہ ۱۹۴) یعنی فرق درمیان حدیث قدسی اور قرآن کے یہ ہے کہ قرآن تحدی اور اعجاز کے لئے نازل کیا گیا اور حدیث قدسی اس لئے نازل نہیں کی گئی

چھٹاں مقدمہ

(قرأتوں میں اختلاف کیوں ہوا) یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ جب قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں خدا ہی کی طرف سے ہیں تو قرائتوں میں اختلاف کیوں ہوا۔ جیسے کُفُوًا واؤ کے ساتھ اور کُفُؤًا ہمزہ کے ساتھ۔ اور یَطْہُرْنَ ط اور ہ کی تخفیف کے ساتھ اور یَطَّہَّرْنَ ط اور ہ کی تشدید کے ساتھ۔ اور ایسی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔

جواب چھ باتوں کو سمجھ لینے کے بعد یہ شبہ بہت آسانی سے رفع ہو جائیگا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (سورۂ نساء آیت ۸۲) یعنی اگر قرآن غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو لوگ اوسمیں بہت سا اختلاف پاتے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآن ایک ہے اور ایک (خدا) کے پاس سے نازل ہوا ہے لیکن اختلاف راویوں کیطرف سے ہے۔ اور فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں (یعنی قرائتوں) پر نازل ہوا ہے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ دشمنانِ خدا جھوٹے ہیں بلکہ قرآن ایک حرف (یعنی ایک قرائت) پر نازل ہوا ہے۔ ایک خدا کے پاس سے (تفسیر صافی مقدمہ ۸) ۲۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ (عائشہ) سے پوچھا کہ کلام پروردگار اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ اور وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (سورہ نساء آیت ۱۶۰) اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ (سورہ مائدہ آیت ۷۳) میں غلطیاں کیوں ہیں تو جواب دیا کہ اے بھانجے یہ کام لکھنے والوں کا ہے جو غلط لکھ گئے (تفسیر اتقان جلد ا صفحہ ۱۸۳ نوع اہم تنبیہ سوم بسند صحیح بشرط شیخین یعنی بخاری و مسلم) اور ابن عباس کہتے ہیں کہ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا کاتب نے غلطی سے لکھا ہے یہ اصل میں حَتّٰى تَسْتَاْذِنُوْا وَتُسَلِّمُوْا تھا۔ ابن عباس نے اَفَلَمْ يَتَبَيَّنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پڑھا تو کسی نے کہا کہ قرآن میں تو اَفَلَمْ يَيْاَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے تو جواب دیا کہ میرا

---

۵۲ پہلی مثال میں صحیح اِنَّ هٰذَيْنِ لَسَاحِرَانِ ہے۔ اور دوسری مثال میں والمقیمون الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ اور تیسری مثال میں والصابئین صحیح ہے۔ **اس مقام پر** علماء اہلسنت نے بہت پیچ و تاب کھایا ہے۔ اور ہدایت کے مقابل میں غیر معقول باتیں جواب میں بیان کی ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ صحابہ جو فصیح تھے غلطی کیونکر کر سکتے تھے۔ **جواب** عثمان نے خود ہی کہہ دیا کہ اگر لکھنے والا ثقیف سے اور بتانے والا ہذیل سے ہوتا تو غلطیاں نہ ہوتیں اور غلطیوں کا صاف اقرار کیا (حوالہ اسکے بعد نمبر ۳۰ میں دیکھو) علاوہ اسکے ترتیب دینے والے خود ہی بے اعتبار تھے جیسا کہ جمع و ترتیب قرآن کے بیان میں تفصیل سے

گمان یہ ہے کہ (اَفَلَمْ یَیْأَس) لکھنے والا لکھنے کے وقت اونگھ گیا تھا۔ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ وَقَضٰی رَبُّکَ اصل میں وَوَصّٰی رَبُّکَ تھا لکھنے والے نے واؤ کو صاد سے ملا کر لکھدیا تھا اس وجہ سے قَضٰی پڑھا گیا (تفسیر اتقان جلد ۱ صـ۱۸۶ نوع ۴۱ بذیل تذنیب) ۳ عکرمہ کہتے ہیں کہ جب قرآن لکھے گئے اور حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اوسمیں اونھوں نے بہت سی غلطیاں دیکھیں اور کہا کہ اس کو درست نہ کرو کیونکہ عرب اس کو درست کریں گے۔ اگر لکھنے والا قبیلہ ثقیف سے اور بتانے والا قبیلہ ہذیل سے ہوتا تو یہ غلطیاں نہ ہوتیں (تفسیر اتقان جلد ۱ صـ۱۸۴ نوع ۴۱ تنبیہ ۳) ۴ حضرت عثمان نے سات قرآن لکھوائے تھے اور مکہ[۱] اور مدینہ[۲] اور شام[۳] اور بصرہ[۴] اور کوفہ[۵] اور یمن[۶] اور بحرین[۷] ایک ایک قرآن بھیجدیا تھا (تفسیر اتقان جلد ۱ صـ۸۳ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷) ۵ یمن اور بحرین کے قرآنوں کی تو کوئی حالت معلوم نہ ہوئی (اتقان جلد ۱ صـ۸۳ سطر ۹) لیکن باقی پانچوں آپس میں اختلاف رکھتے تھے۔ ان اختلافوں کی تفصیل

(بقیہ حاشیہ صـ۱۸) ہم ذکر کرینگے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ کیونکر غلطی کر سکتے تھے کیونکہ قرآن کو حضرت رسولؐ سے پڑھا اور یاد کیا تھا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ سب کے سب کیونکر غلطی کر سکتے تھے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ بفرض غلطی کرنے کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ غلطی دیکھیں اور درست نہ کریں۔ ان کل باتوں کا جواب یہ ہے کہ غلطیاں اس وقت بھی موجود ہیں اور کئی روایتوں سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلطیاں اوسی وقت سے آ رہی ہیں۔ اور جمع قرآن غیر معتبر اور لڑکوں کے ہاتھوں انجام پایا جنھوں نے حضرت رسولؐ سے پڑھا نہ تھا۔ پھر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ درست کر دینے سے حضرت عثمان نے منع کر دیا تھا پھر یہ کہتے ہیں کہ عثمان اپنے زمانہ میں امام امت تھے کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن ترتیب دلوائیں اور اوسمیں غلطیاں دیکھیں اور درست نہ کریں بلکہ درست کرنے سے منع کر دیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ عثمان نے قرآن کو صرف اس غرض سے ترتیب دلوایا تھا کہ ترتیب ابوبکری میں چونکہ بنی امیہ کی مذمتیں قرآن میں رہ گئی تھیں وہ نکال ڈالی جائیں ورنہ مصحف ابوبکر کے ہوتے ہوئے اس ترتیب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ انکی ناپسندیدہ باتیں جن لوگوں کے پیش نظر ہونگی اونکو اسمیں شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ ان کو نہ تو اسلام سے کوئی ہمدردی تھی نہ مسلمانوں سے حضرت علیؑ سے کہا کہ اگر تم مروان کو برا کہو گے تو وہ بھی تم کو برا کہیگا تم اس سے بہتر نہیں ہو (مروج الذہب) ہزاروں قرآن جلوا دیئے حضرت ابوذر کو ربذہ بھیجدیا اور طرح طرح تکلیفیں پہونچائیں (روضۃ المناظر واقعہ ۲۵ھ) ابن مسعود کی پسلیاں توڑیں (استیعاب وغیرہ) عبدالرحمن بن عوف کو جو عشرہ مبشرہ سے تھے منافق کہا (صواعق باب فصل ۳ صـ۶۸) سود لینے پر تیار ہو گئے جس پر عتاب نازل ہوا (روضۃ الاحباب تفسیر نیشاپوری تفسیر آیت ربا سورہ بقرہ

ہم اپنے رسالہ تحریف قرآن میں لکھ چکے ہیں۔ دو تین مثالیں یہاں ذکر کیجاتی ہیں ۱ ابن عامر شامی نے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا بغیر واؤ کے پڑھا ہے کیونکہ شامی قرآن میں اسی طرح تھا۔ اور باقی چھ قاریوں نے وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآنوں میں واؤ کے ساتھ لکھا ہوا تھا ۲ اور ابن عامر نے وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْکِتَابِ دونوں میں ب کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ شامی قرآن میں یوں ہی تھا۔ اور باقی قاریوں نے وَ بِالزُّبُرِ وَ الْکِتَابِ صرف ایک میں ب کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآنوں میں یوں ہی تھا۔ ۳ اور ابن کثیر مکی نے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ مِنْ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ مکی قرآن میں اسی طرح لکھا تھا اور باقی قاریوں نے تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ بغیر مِنْ کے پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآن میں مِنْ نہ تھا (تفسیر اتقان جلد ا آخر ص۶۷ نوع ۲۲ تا ۲۷ چھاپہ مصر) یہی غلط قرآن ساتوں شہروں میں رواج دیئے گئے اور ان قرآنوں کا نام امام رکھا گیا۔ اور صحیح قرائت وہ مانی گئی جو ان میں سے کسی ایک کے مطابق ہو۔ چنانچہ امام القراء اور شیخ مشائخ علماء اہلسنت ابو الخیر بن جزری کہتے ہیں کہ جو قرائت عربیت کے موافق ہو اگرچہ فصاحت میں وسکے اختلاف ہو اور اکثر نحویوں نے نہ مانا ہو۔ اور عثمانی مصحفوں میں سے کسی ایک کے موافق ہو اگرچہ موافقت فرضی اور احتمالی ہی ہو۔ اور اوس قرائت کی سند (ان لوگوں کی قرارداد کی بنا پر) صحیح ہو۔ وہی قرائت صحیح ہے جس کو رد کرنا جائز اور اوس سے انکار کرنا حرام ہے (تفسیر اتقان جلد ا ص۶۷ نوع ۲۲ تا ۲۷) **واضح** رہے کہ اگرچہ خلیفہ صاحب کے مصحف کو لحن سے بچانے کی غرض سے غیر فصیح قرائت کو قبول کر لینا بھی اعتراض سے خالی نہیں ہے **لیکن** بد تر تو یہ ہے کہ اونکی فاش غلطیوں کی اصلاح اور درستی کو بھی ان لوگوں نے گوارا نہیں کیا ہے۔ آپ قرآن چھاپہ نظامی کانپور اور کشوری ملاحظہ کریں جن میں عثمانی رسم خط کی پابندی کی گئی ہے۔ مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم فرنگی محل نے اوس پر حاشیے لکھے ہیں جنمیں فاش غلطیوں کا اقرار اور لفظ صحیح پر تنبیہ کرتے ہوئے اور خلیفہ صاحب سے ادب اور اونکے حقوق

(بقیہ حاشیہ ص۱۹ ع۲۸) **بنو امیہ** کے منافقوں اور فاسقوں کو مسلمانوں کا حاکم بنایا اور اونکی بدعتوں سے چشم پوشی کرتے رہے (کتب تواریخ) **بنو امیہ اور خصوصاً مروان** جیسے منافق کو مسلمانوں کے مال کا مالک بنا دیا (کتب تواریخ) وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے ان کل مطالب کو رسالہ تحریف قرآن میں بہت تفصیل سے لکھدیا ہے خدا کرے کہ چھپ جائے ۱۲

کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کی غلط عبارت کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور صحیح کو سرخی سے لکھدو۔ **اسی مطلب** کیطرف زید بن ثابت نے اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قرائت (عثمانی) سنت متبعہ[1] ہے۔ بیہقی اس کلام کی شرح میں لکھتے ہیں کہ غرض زید کی یہ ہے کہ حروف میں اگلوں کی پیروی سنت متبعہ ہے نہ تو اوس مصحف (عثمانی) کی مخالفت جائز ہے کیونکہ وہ امام ہے اور نہ اون قرائتوں کی مخالفت جائز ہے (جو اس مصحف کے مطابق) مشہور ہوئی ہیں۔ اگرچہ لغت میں ان قرائتوں کا غیر ہی جائز سمجھا گیا یا ان قرائتوں سے زیادہ ظاہر (یعنی مشہور) ہو (تفسیر اتقان ص۷۷ جلد۱) یہ[2] علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ دوسری صدی کے شروع تک اہل بصرہ ابو عمرو اور یعقوب کی قرائت کے مطابق پڑھا کئے۔ اور اہل کوفہ حمزہ اور عاصم کی قرائت کے مطابق۔ اور اہل شام ابن عامر کی قرائت کے مطابق اور اہل مکہ ابن کثیر کی قرائت کے مطابق اہل مدینہ نافع کی قرائت کے مطابق۔ لیکن تیسری صدی کے شروع میں ابن مجاہد نے یعقوب کو ہٹا کر اونکی جگہ پر کسائی کو رکھدیا (**کوفہ اور بصرہ سے دو دو قاری کیوں لئے گئے**)۔

علامہ سیوطی اس کا سبب یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ حضرت عثمان نے سات جگہ یعنی مکہ۔ مدینہ۔ شام بصرہ۔ کوفہ۔ یمن۔ بحرین سات قرآن بھیجے تھے اور یمن اور بحرین کے قرآنوں کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی۔ اس واسطے ابن مجاہد وغیرہ نے چاہا کہ قرآنوں کے ہم عدد قاری پورے کر دیئے جائیں۔ پس دو قاری اون لوگوں نے یمن اور بحرین کے قرآنوں کے بدلے میں بڑھا لئے (اتقان ص۸۳ جلد ۱ سطر ۹ نوع ۲۲ تا ۲۷) **اس بیان سے** ایک[1] بات یہ معلوم ہوئی کہ ساتوں مصحف عثمانی کی پابندی کرنے والے ساتوں قاریوں کی قرائتوں میں باہم اختلاف تھا۔ اگر اختلاف نہ ہوتا تو ایک ہی قاری کی قرائت کی پابندی کافی تھی۔ سات قاری قرار دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اور انکا باہمی اختلاف اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ تفسیروں کی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ایک ہی لفظ کو ایک قاری نے ایک طرح پڑھا ہے اور دوسرے قاری نے دوسری طرح جس کی دو تین مثالیں اوپر ذکر کی گئیں۔ جیسے کفوًا واؤ کے ساتھ اور کفؤًا ہمزہ کے ساتھ۔ اور دوسری[2] بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کی ان لوگوں کی آنکھوں میں عزت اور وقعت اور ان کے دلوں میں محبت اور خلوص عقیدت اس قدر تھی کہ اون قرآنوں کے عدد سے قاریوں کے عدد کا کم رہنا بھی پسند نہ کیا اور اوس کے ہم عدد قاری پورے کر دیئے۔ اور عزت۔ وقعت۔ محبت عقیدت ہونا ہی چاہیئے تھی۔ کیونکہ حضرت عثمان نے ان لوگوں کے بزرگوں[3] کی مذمتوں کو قرآن سے نکال کر ان پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ **اور ظاہر ہے** کہ جب ان غلط قرآنوں سے ان

ھ[1] یعنی اسکی پیروی کرنا واجب ہے ۱۲

ھ[2] عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ لفظ ... اصحاب ... فی غیر ... ذکر ... الا بخیر (صواعق محرقہ باب ۹ فصل ... بروایت ابن عباس ... المودۃ باب ... طبرانی وابن ابی حاتم ... اصحاب ابن عباس ... تاریخ الخلفاء ... الاحمد ... طبرانی و ابی حاتم ... کنز العمال جلد ۶ ... نمبر حدیث ... یعنی خدا ... صحابہ کی ... میں کسی جگہ ... مذمت ... اور علی ...

لوگوں کو اس قدر محبت اور عقیدت تھی تو کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ اوس کو غلط سمجھتے یا غلط کہتے یا اوسکی طرف دستِ تصرف بڑھاکر اوسکی اصلاح اور ترمیم کرتے اور ترمیم کو جائز جانتے اسی وجہ سے مولوی عبدالعلی صاحب بحر العلوم فرنگی محل نے صحیح الفاظ کو حاشیہ پر لکھا ہے اور اصلی قرآن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ہے۔ اور اوسی طرح چھوڑ دینے کی ہدایت بھی کردی ہے **اسی مطلب کو** علماء اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ جب لکھنے والوں نے جو اچھوں میں سے تھے ان غلطیوں کو درست نہ کیا تو دوسرا کون کرسکتا ہے (اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ سطر ۱۴) اور ابن انباری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد آنے والوں کا وظیفہ یہ ہے کہ اون کے نقش پر باقی رہیں اور اون کے حکم پر ٹھہرے رہیں (اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ سطر ۲۶) **چنانچہ** ایسا ہی ہوا بھی کہ سب کے سب اون کے غلط نقش پر باقی اور چلتے رہے۔ اور اون غلطیوں کو صحیح ٹھہرانے کی ہزاروں کوششیں کیں اور کر رہے ہیں یہاں تک کہ نحوی۔ صرفی قاعدے بھی ایجاد کیئے گئے اور اون غلط قرائتوں کے لئے حدیثیں بھی بنائی گئیں۔

ساتواں مقدمہ (سات قاری کیوں بنائے گئے) اس سوال کا جواب ہے کہ دو قاریوں کو اختیار اور اضافہ کرنے کا سبب علامہ سیوطی کی تحریر سے قبل اس کے ذکر کیا گیا رہے پانچ تو اون کو اختیار کرنے کا سبب علامہ موصوف یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ قاری بہت ہوگئے تھے اور لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئی تھیں اس لئے لوگوں نے اون قرائتوں میں سے جو مصحف عثمانی کے رسم خط کے موافق تھیں اوسی مقدار پر اکتفا کیا جس کا یاد کرنا آسان ہو اور قرائت اوسکی محدود اور معین رہے۔ پس جن لوگوں کا اعتبار اور ایمانداری مشہور تھی اور سن رسیدہ اور علم قرائت سے زیادہ مشغلہ رکھتے تھے اور لوگ اون سے قرائتوں کے لینے پر ایک رائے تھے اونمیں سے ہر شہر[۵] میں سے ایک ایک شخص کو چن کر اپنا امام بنالیا۔ علامہ موصوف اسی صفحہ کے سطر ۱۲ میں پھر لکھتے ہیں کہ وہ اصل جس پر اعتماد کیا گیا ہے (تین چیزیں ہیں) ایک[۱] یہ کہ قرائتوں کو (اوستادوں سے) سننے والوں کی سندیں صحیح ہوں۔ دوسرے[۲] یہ کہ قرائتیں کسی صورت سے عربیت کے مطابق ہوں۔ تیسرے[۳] یہ کہ (حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کے) رسم خط کے موافق ہونا (اتقان جلد ۱ صفحہ ۸۳ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷ سطر ۳ و ۱۲) **اس بیانِ** سے چند باتیں معلوم ہوئیں **ایک** یہ کہ علماءِ علومِ کلام ملکِ علام یعنی اہلبیت کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی قرائتوں کے مقابل میں حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کے غلط رسم خط کی پابندی کی گئی دوسرے یہ کہ پانچوں شہروں

[۵] مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ بصرہ۔ کوفہ ۱۲

کے پانچوں قرآن (جو آپس میں اختلاف رکھتے تھے) سب کے سب صحیح اور حجت مانے گئے۔
تیسرے یہ کہ ان غلط قرآنوں کی پابندی رکھنے والے امام اور پیشوا بنائے گئے۔ چوتھے
یہ کہ بہت سے ائمہ قرائت اور بھی ایسے تھے جو آپس میں قرائتوں میں اختلاف رکھتے
تھے پانچویں یہ کہ ان بہتیرونکی قرائتوں میں اختلاف کا سبب بھی حضرت عثمان ہی کے مصاحف
تھے چھٹیں یہ کہ انکی قرائتیں بے وجہ اور محض خواہش پرستی کی بنا پر چھوڑی گئیں ساتویں
یہ کہ ان قاریوں کے چننے میں جو چیز نہایت ضروری سمجھی گئی وہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کے غلط قرآنوں
کی پابندی رکھنے والے ہوں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دو باتیں اور بھی ملحوظ رکھی گئی ہیں ایک یہ کہ
قرائتوں کے سُننے کی سند صحیح ہو۔ اور دوسرے یہ کہ وہ قرائتیں قاعدہ عربیت کے مطابق ہوں
یہ صرف بات بنائی گئی ہے اور اس پر عمل نہیں کیا گیا ہے کیونکہ علامہ موصوف اسی صفحہ کی
تیرہویں سطر میں لکھتے ہیں کہ نافع اور عاصم کی قرائت کی سند بہت صحیح ہے اور ابو عمر اور کسائی
کی قرائت بہت فصیح۔ پس جن لوگوں کی سندوں کو علامۂ موصوف بہت صحیح کہ رہے ہیں
اونمیں سے ایک نافع ابن ابو نعیم ہیں جن کے حق میں اہلسنت کے امام احمد بن حنبل کہتے
ہیں کہ لوگ ان سے علم قرآن لیا کرتے تھے حالانکہ علم حدیث میں یہ کچھ نہ تھے (میزان الاعتدال
جلد ۳) اور یہ معلوم ہے کہ علوم قرآن خواہ وہ قرائتیں ہوں یا تفسیریں سب کی سب حدیثیں ہیں
جن میں سندوں کی صحت یا عدم صحت دیکھی جاتی ہے۔ اور بعض توثیق کرنے والوں کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے کہ علماء اہلسنت کو نافع کے معتبر ہونے میں بھی تامل تھا کیونکہ ابن مدینی اور امام نسائی
کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ میں امید
کرتا ہوں کہ ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہ ہو (میزان الاعتدال جلد ۳) پس ایک تو ان
لوگوں نے توثیق بھی کی تو دبی زبان سے۔ دوسرے انکی توثیق خود پکار رہی ہے کہ دوسروں کو
خود نافع ہی کے اعتبار میں شک تھا یا اوسکے منکر تھے۔ اس لئے ایسے شخص کی سند اصح یعنی بہت
صحیح تو کسیطرح کہی ہی نہیں جاسکتی۔ صحیح بھی نہیں کہی جاسکتی۔ اور دوسرے عاصم
بن ابی النجود ہیں جن کے حق میں یحییٰ قطان کہتے ہیں کہ جس کسی کو میں نے عاصم نام کا پایا اوسی
کے حافظہ کو خراب پایا۔ اور ان کے امام نسائی کہتے ہیں کہ عاصم حافظ نہ تھے۔ اور دارقطنی کہتے ہیں
کہ عاصم کا حافظہ خراب تھا۔ اور ابن خرش کہتے ہیں کہ ان کی حدیثوں میں نکارت ہے یعنی طبیعتیں
اون حدیثوں کو قبول نہیں کرتیں۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم نے نہ تو انکی حدیثوں مستقل دلیل

قرار دی ہے اور نہ بغیر کسی دوسرے شخص کی حدیث کی تائید کے تنہا ان سے حدیث لی ہے۔ او
شعبہ کہتے ہیں کہ عاصم نے مجھ سے حدیث بیان کی جسکے متعلق میرے دل میں شبہ اور کھٹکا ہے
اور ابن سعد کہتے ہیں کہ حدیثوں میں غلطیاں بہت کیا کرتے تھے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ عاصم
اوس پایہ پر نہیں ہیں کہ معتبر کہے جائیں (میزان الاعتدال جلد ۲) اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی
سند جو کثیر الخطاء بھی ہو اور اوس کا اعتبار بھی مشکوک ہو۔ اصح یعنی بہت صحیح کہے جانے کی تو کسی
طرح مستحق ہو ہی نہیں سکتی صحیح بھی نہیں کہی جا سکتی۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب اصح یعنی بہت
صحیح سند والے لوگ اس پایہ کے ٹھہرے تو صحیح سند والے جو ان سے اعتبار میں پست ہیں کس
پایہ کے ہوں گے۔ رہی ابو عمر اور کسائی کی فصحیت یعنی انکی قرائتوں کا بہت فصیح ہونا تو والمقیمین الصلوٰۃ
اور والصابئون کی غلط قرائت میں کل قرّا شریک ہیں جنمیں کسائی کا خصوصیت سے نام لیا گیا
ہے کسائی نے جو فصیح کہے جا رہے ہیں والصابئون کا عطف ھادوا کی ضمیر پر مانا ہے جسکو ابو البقا
اور فرّا اور زجاج دو وجہوں سے فاسد کہہ رہے ہیں۔ ایک یہ کہ اس بنا پر چاہئے کہ صابی بھی
یہودی کہے جائیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ بغیر تاکید کے ضمیر پر عطف کرنا لازم آتا ہے جو
قبیح ہے ۵۱ اور یہ دونوں لفظ وہی ہیں جن کو بسند صحیح ام المومنین عائشہ نے کاتب کی غلطی
قرار دی ہے (دیکھو نمبر ۲ اسی بحث کے متعلق) پس معلوم ہوا کہ حضرات علماء اہلسنت وارکان مذہب
جماعت کو نہ تو قرآن کی صحت سے کوئی غرض تھی نہ اوسکی فصاحت و بلاغت سے اور نہ اوسکے
علوم قرائت کی سندوں کی صحت و اعتبار سے بلکہ جو کچھ غرض تھی وہ اس سے کہ حضرت عثمان کے ساتوں
غلط قرآن اپنی اصلی حالت پر یعنی غلطیوں کے ساتھ رواج پائیں اور دنیا اونکے نقشوں کی پابند
ہو جائے کیونکہ اون قرآنوں کی اصلاح و ترمیم خلیفہ صاحب کی شان خلافت کے منافی تھی۔ اس لئے
وہی لوگ قاری مقرر کئے گئے جو ان غلط قرآنوں کے سختی سے پابند تھے۔ چنانچہ اس مطلب کو امام
اہلسنت شیخ تقی الدین سبکی نے کھول ہی دیا وہ کہتے ہیں کہ ساتوں مشہورہ قرائتوں کے سوا جو قرائتیں
ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ جو مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالف ہیں تو اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں ہے
کہ اس قرائت سے قرآن کو نہ تو نماز میں پڑھنا جائز ہے نہ غیر نماز میں (اگرچہ سندیں اونکی صحیح اور
وہ خود فصیح ہوں) اور جو قرائت مخالف نہیں ہے اور ائمہ علم قرائت پڑھتے بھی رہے ہیں اوس قرائت
کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے (اگرچہ سند اوسکی کمزور ہو اور وہ خود علم عربیت کے قاعدے
سے غلط ہو) ۵۲ پورے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اوس کا کلام ایک

۵۱ دیکھو اعراب القرآن مصنفہ ابو البقا صفحہ ۱۱۳ و ۲۲۴ جلد ۱ و تفسیر مجمع البیان جلد اول صفحہ ۲۲۸ بیان تفسیر سورہ نساء اور صفحہ ۳۱۶ بیان تفسیر سورہ مائدہ ۱۲

۵۲ تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۸۳ نوع ۲۲ تا ۲۷ چھاپہ مصر ۱۲

قرائتوں میں اختلاف راویوں یعنی ساتوں قاریوں اور ان کے استادوں کے باہمی اختلاف سے پیدا ہوا اور ان لوگوں کا اختلاف حضرت عثمان کے پانچوں غلط قرآنوں کی پابندی سے - اور اون کے ساتوں یا پانچوں قرآنوں میں جو لکھنے والوں نے اپنی جہالت اور غفلت سے غلطیاں کی تھیں وہ درست نہیں کیگئیں - اور اہلبیت کرام حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہم اجمعین کی قرائت جوان غلطیوں سے محفوظ اور نزول کے بالکل مطابق تھی چھوڑدی گئی پس سوا اون چند لفظوں کے جو کاتبوں کی جہالتوں اور غفلتوں سے غلط لکھے گئے اور حضرت عثمان کی بے توجہیوں سے اپنی حالت پر باقی رہ گئے باقی کل الفاظ خدا کیطرف سے ہیں۔ **لطیف نکتہ** - دیکھو اگر کوئی بادشاہ اپنے اہتمام اور انتظام سے دس قسم کا کھانا مثلاً باسمتی کا خشکہ - بریانی پلاؤ - باقر خوانی روٹی پراٹھا - قورما - قلیا - چنے کا حلوا - برفی - بالوشاہی - مزعفر تیار کرائے - اور اپنے ماموریں میں سے کسی کو حکم دے کہ ان چیزوں کو فلاں شخص کے پاس پہونچادو - اور وہ مامور ان چیزوں کو بعینہ اوس شخص کے پاس پہونچادے تو یقیناً کہا جائیگا کہ یہ کل چیزیں اپنی مجموعی اور پوری حالت اور صورت پر بادشاہ کے پاس سے آئی ہیں ان میں کوئی تغیر اور تبدل اور اختلاف نہیں ہوا ہے **لیکن** اگر کوئی شخص ان چیزوں میں اس طرح تصرف کرے کہ قورما اور قلیا کو ایک میں ملادے اور مزعفر کو نکال کر اوس کی جگہ پر گوڑ کا رساول رکھدے - اور چنے کے حلوا میں نمک میں ملادے اور باسمتی کے خشکہ کی جگہ پر موٹے چاول کا خشکہ رکھدے اور برفی اور بالوشاہی اور باقرخانی کو بالکل نکال لے - اور جس کے پاس لے جانا چاہیئے اوسکو دیدے تو ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چیزیں اپنی مجموعی اور پوری حالت اور صورت پر بادشاہ کے پاس سے آئی ہیں کیونکہ انمیں کئی طرح کا تغیر اور تبدل اور اختلاف پڑگیا ہے **یہی مثال** بعینہ قرآن اہلبیت اور قرآن عثمانی کی ہے کہ اہلبیت نے قرآن کو کلاً اور جزءً پورا پورا نزول کے مطابق خلق خدا کے سامنے پیش کیا اونھوں نے نہ لیا یہ اونکا فعل تھا - اہلبیت نے کوئی کوتاہی نہ کی **لیکن** عثمانی قرآن میں این ما کنتم کو مثل قورما - قلیا کے اکٹھا ملا کر اینما کنتم کردیا گیا - اور افلم یتبین کو مثل مزعفر کے افلم ییأس سے بدل دیا گیا - اور لاذبحن میں مثل چنے کے حلوا کے الف بڑھا کر لااذبحن کردیا گیا - اور فامضوا الی ذکر اللہ کی جگہ پر مثل باسمتی خشکہ کے فاسعوا الی ذکر اللہ کردیا گیا - اور بہت سی آیتوں کو مثل برفی اور بالوشاہی اور باقرخانی کے اکدم نکال ڈالا گیا **پس ایسی صورتوں میں** کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کلام پروردگار لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا

کثیرًا اس پر بالکل مطابق ہے اور معنی اوس کا یہ ہے کہ اگر قرآن غیر خدا (حضرت عثمان) کے پاس سے ہو تو لوگ اوسمیں بہت سا اختلاف (یعنی تغیر۔ تبدیل۔ کمی۔ زیادتی۔ غلط وغیرہ) پائینگے **کیا یہ کہنا غلط ہے** کہ خداوند عالم الغیب نے اس آیت سے اس واقعہ اور اسی تصرف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اگر غلط ہے تو غلط کہنے والے غلطی کی وجہ بتائیں **(سات حرفوں کا معنی کیا ہے)** یہ معلوم ہو چکا کہ ساتوں مختلف قرائتوں کی مائیں حضرت عثمان کے پانچوں غلط قرآن ہیں۔ اس لئے جو متعدد حدیثوں میں پایا جاتا ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ ان حدیثوں سے ساتوں قرائتیں مراد نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ مکی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے گمان کیا ہے کہ ساتوں حرفوں سے جو حدیث میں مذکور ہیں یہی ساتوں قرائتیں مقصود ہیں۔ اون لوگوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے (اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۷ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷) **پس** مقصود ان حرفوں سے ساتوں باطنی معنی ہیں جو متعدد حدیثوں میں مذکور ہیں کہ قرآن کے لئے سات بطن ہیں۔

آٹھواں مقدمہ (حضرت علی علیہ السلام نے ان ناجائز تصرفات کو کیوں نہیں روکا یا اصلاح کیوں نہ کی) یہ سوال دو سوالوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ سوم کو ان تصرفات سے کیوں نہیں روکا۔ دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان غلطیوں کی اصلاح کیوں نہ کی۔ **پہلے سوال کا جواب** افسوس ہے کہ یہ سوال اس دیباچہ میں پیدا ہوا جس میں ہم نے اختصار کا ارادہ اور وعدہ کیا ہے ورنہ ہم اسکے جواب میں دریا بہاتے۔ اس دیباچہ کے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مختصر جواب لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔ کسی کو کسی ناپسندیدہ فعل سے روکنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک رائے اور مشورہ اور رضامندی اور خوشنودی سے۔ دوسرے زور اور قوت اور جبر و قہر سے۔ اور خلیفہ صاحب کو اس تصرف سے روکنا ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت سے ممکن نہ تھا **پہلی صورت** اس وجہ سے ممکن نہ تھی کہ تینوں خلفاء نے اپنے راز کے فعلوں میں حضرت علی علیہ السلام سے کنارہ کشی کرلی تھی۔ چنانچہ معاویہ جو ان لوگوں کے شریک عمل اور راز داں تھے جنگ صفین کے بعد محمد بن ابوبکر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نے باہم اتفاق کرلیا تھا اور کل تدبیریں درست کرلی تھیں اور علیؑ کو اپنے کسی کام میں شریک نہیں کرتے تھے۔ اور اونکو اپنی راز کی باتوں سے مطلع نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئے بعد اون کے عثمان نے بھی اونھیں کا طریقہ اختیار کیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یہی شغل اونھیں دونوں کے

برتاؤ کرتے رہے لہ جو لوگ جانتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد حضرت علیؑ وفاطمہؑ اور اون کے بچوں کے ساتھ واقعات سقیفہ وبیعت وخانہ سوزی وفدک وخمس وغیرہ کے بارے میں ان لوگوں کا کیا برتاؤ رہا اون لوگوں کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ اہلبیت کی طرف سے ان لوگوں کے دل صاف اور خیالات اچھے نہ تھے۔ خوشنودی اور محبتانہ سلوک تو بہت دور ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؑ نے قرآن ترتیب دیکر جب ان لوگوں کے سامنے پیش کیا تو ان لوگوں نے قبول نہ کیا اور صحابہ سے آیتیں لے لے کر دو دو شخصوں کی گواہی کے بعد قرآن خود ترتیب دلوایا۔ اسیطرح خلیفہ سوم نے بھی اپنے ترتیب دلوائے ہوئے قرآن کی ترتیب کو جاہل بچوں اور بے اعتبار لوگوں کے سپرد کیا اور حضرتؑ کو اسمیں شریک نہ کیا۔ تفصیل اسکی رسالہ تحریف قرآن میں ہم نے اچھی طرح کردی ہے اور تھوڑا سا اس تمہید میں بھی انشاء اللہ جمع قرآن کے بیان میں آگے ذکر کرینگے۔

پس ایسی صورت میں اس قرآن کی ترتیب میں حضرت امیر علیہ السلام کی دخل اندازی اور اصلاح وترمیم کو خلیفہ صاحب کا خوشنودی سے قبول کرلینا تصور اور امید سے یقیناً باہر تھا خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرتؑ اگر قلم اوٹھاتے تو اوسکی ہر کمی کو پوری کرتے اور جہاں ہر غلطی کی اصلاح وترمیم ہوتی وہاں قریش اور منافقین بنوامیہ کے نام اور اونکی مذمتیں بھی ضرور لکھی جاتیں جنکو نکال دینا ترتیب خاص کا اصلی مقصد تھا۔ رہی دوسری صورت یعنی زور وجبر تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک زور وجبر انسانی قوت سے دوسرے خدائی مدد سے پہلی صورت اس وجہ سے ممکن نہ تھی کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کے وقت بقول امام اہلسنت شافعی کے صحابہ کی تعداد ساٹھ ہزار اور بقول ابوزرعہ کے ایک لاکھ تھی (تجرید اسماء صحابہ مصنفہ ذہبی صـ۳) ان میں سے گنتی کے صرف چند نفوس جو چالیس پچاس سے زائد نہ تھے حضرتؑ کے موافق تھے باقی سب مخالف۔ اور خلفاء کے موافق اور فرمان بردار جو کل چالیس قبیلے تھے جنمیں سے چار ہزار حضرت کی مخالفت میں سرگرم تھے۔ اور حضرت سے جنگ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے ہم سوگند اور دست بیع ہو چکے تھے۔ اور باقی اون چار ہزار کے تابع اور زیر فرمان اور ہم راے۔ اور عثمانی قرآن ان کی خلافت کے چوتھے سال ترتیب دیا گیا اور اوس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ اور وہ سب خلفاء پرست اور اون کے فدائی اور حکام بنوامیہ کے زیر اثر تھے۔ اور ظاہر ہے کہ چالیس پچاس آدمی کیسے ہی بہادر ہوں اپنی ظاہری انسانی طاقت سے لاکھوں کا مقابلہ کرکے زندہ رہکر

لہ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۶ صـ۶۵ حال معاویہ وکتاب نصائح بصیرہ فی محاسن مصر وقاہرہ وشرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جزء ۳ آخر صـ۱۶۳ چھاپہ ایران ۱۲

اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اگر سب کٹ مرتے تو سب کی جان بھی جاتی اور قرآن بھی بے اصلاح و ترمیم ویسا ہی غلط رہ جاتا۔ اگر ہم حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے واقعات پر غور کرتے تو یہ سوال پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ یہ بات انکار کے لائق نہیں ہے کہ اس غلط قرآن کی غلطیوں نے اصل اسلام کے رواج میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی۔ ان غلطیوں کا جو کچھ اثر پڑا وہ مسلمانوں کے بعض عقائد اور بعض اعمال پر جو خود انھیں کے تمرد اور سرکشی اور اہلبیت سے مخالفت اور عدم اطاعت کا نتیجہ تھا۔ اصل اسلام کی ترقی پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اسلئے حضرت امیر علیہ السلام کا سکوت اور قرآن کو بگاڑنے والوں سے جنگ و پیکار نہ کرنا بہ نسبت حضرت سرور عالم کے سکوت کے بہت خفیف تھا۔ کیونکہ حضرت سرور عالم کا شروع بعثت میں سکوت کرنا اصل اسلام کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کل صفات کمال جیسے علم و فضل و شجاعت و بہادری و طاقت وغیرہ سب میں اکمل افراد بنی آدم اور حضرت علی علیہ السلام سے بہت زیادہ تھے۔ اور مصطفٰی و مرتضٰی اور شجاعان بنی ہاشم سب اوس وقت موجود اور ایک دل تھے لیکن باوجود اسکے چونکہ ان حضرات کی انسانی طاقت کل مخالف اور مقابل کفار کے مقابلہ کے لئے کافی نہ تھی اور خود مالک اسلام یعنی خداوند ملکِ علام نے ان لوگوں کی امداد کو اپنی حکمت کاملہ کی بنا پر اوس وقت ضروری نہ سمجھا اس لئے حضرت سرور عالم نے برسوں اپنی رسالت کو چھپایا اور تبلیغ و ترویج اسلام سے رُکے رہے۔ پھر شعب ابوطالب میں تقریباً چار سال تک چھپے رہنے اور سختیاں جھیلنے کو گوارا کیا۔ پھر حضرت امیر کو اپنی جگہ سولا کر راتوں رات گھر چھوڑنے اور ہجرت کرنے اور غار ثور میں چھپے رہنے پر مجبور ہوئے پس اگر ہم حضرت سرور عالمؐ کے سکوت کرنے اور بے خوف و ہراس تبلیغ نہ کرنے اور اپنی ظاہری انسانی طاقت سے کفار سے جنگ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر جانتے اور سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضرت امیرؑ پر اعتراض کرنا حضرتؐ سے عداوت کا ثبوت ہے۔ (اگرچہ حضرت سرور عالم پر بھی اعتراض کرنے سے ہماری زبان قاصر نہیں ہے) حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنی اور اپنے ہمدردوں کی انسانی طاقت کو ناکافی سمجھکر سکوت کیا اور مالک اسلام نے کٹ مرنیکی اجازت نہ دی۔ اور کٹ مرنے میں جان اور اسلام دونوں فنا ہو جاتے تو ایسی صورت میں ہم کو اپنی عقل اور اپنے اسلام دونوں کے جنازوں پر رونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اعتراض ہمارا صرف حضرت رسول ہی پر نہیں ہے بلکہ حکم عقلِ سلیم۔ اور حضرت رسولؐ کریم۔ اور خداوند حکیم و

علیم سب پر ہے۔ **دوسری صورت** یعنی زور وجبر خدائی امداد سے۔ اس وجہ سے ممکن نہ تھا کہ خدائی امداد حاصل کرنا اپنی ہر خواہش کے مطابق بنی آدم کی طاقت سے باہر ہے اور اہلبیتؑ کے وصف میں خداوند عالم وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ (آخر سورہ دہر پ ۲۹) فرما رہا ہے۔ یعنی تم اہلبیت کسی بات کو نہیں چاہتے جب تک خدا نہیں چاہتا۔ اور حضرت مولانا آخر الزمان علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قُلُوْبُنَا اَوْعِیَۃٌ لِمَشِیَّۃِ اللّٰہِ اِذَا شَاءَ شِئْنَا (تفسیر صافی بذیل تفسیر آیت مذکورہ) یعنی ہم اہلبیت کے قلوب ارادۂ پروردگار کے تابع اور ظرف ہیں۔ کسی چیز کو جب وہ چاہتا ہے تب ہم لوگ بھی چاہتے ہیں۔ لفظ اوعیۃ یعنی ظرف سے حضرتؑ نے اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ہم اہلبیت کے دل ارادۂ خدا کے لئے مثل آئینہ کے ہیں کہ جب خدا کسی چیز کو چاہتا ہے تو ہم لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے اور ہم لوگ بھی چاہتے ہیں۔ پس اگر ہم لوگ کسی بات کو نہ چاہیں تو سمجھو کہ خدا نے نہیں چاہا۔ پس حضرت کا اس قرآن کی اصلاح و ترمیم بزور جبر نہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ خود خدا ہی کی مصلحت نہ تھی رہا یہ کہ خدا کی کیا مصلحت تھی اسکو قطعی طور پر کوئی کہہ نہیں سکتا ہاں اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں وہی مصلحت تھی جو حضرت سرور عالم کے واقعات سکوت اور سختیاں جھیلنے میں تھی۔ حالانکہ خدا قادر مطلق ہے حضرت رسولؐ کی ہر خواہش کو بہت آسانی سے پوری کر سکتا اور ہر تکلیف کو اون سے بہایت سہولت سے دفع کر سکتا تھا۔ لیکن نہ کیا۔ کیوں نہ کیا ایک اس وجہ سے کہ دنیا سمجھے کہ رسولؐ اور اون کے اہلبیتؑ انسان ہیں جو برگزیدہ بنائے گئے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ (سورہ کہف پ ۱۶ آیت ۱۱۰) یعنی کفار سے کہو کہ میں بھی مثل تمہارے انسان ہوں جس پر وحی اوتاری گئی۔ اور مثل تمہارے کبھی سختی اور مجبوری میں بھی پڑ جاتا ہوں۔ چونکہ میں ہر بات پر قدرت نہیں رکھتا اسلئے خدا نہیں ہوں **باوجود اسکے** نصیریوں نے حضرت علی علیہ السلام کو خدا بنا ہی لیا۔ اگر یہ باتیں در پیش نہ ہوتیں تو بعوض خدا پرست ہونے کے دنیا رسول پرست اور اہلبیت پرست بن جاتی۔ **دوسرے اس وجہ سے** کہ حضرت رسولؐ اور اہلبیت جسمانی تکلیفیں اور روحانی صدمات اوٹھائیں اور سختیاں جھیلیں تاکہ درجے ان کے زیادہ کئے جائیں اور صبر کرنے کی عادت پڑے۔ اور سمجھیں کہ اسلام کی ترویج میں مشقت ایک ضروری ہے۔ اور حضرتؐ کی امت ان حضراتؑ کے حالات اور واقعات سے سبق لے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی ظاہری مصلحتیں غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اور واقعی مصلحتیں کیا

تھیں اونکو خدا ہی جانتا ہے۔ تیسرے اس وجہ سے کہ خدا نے بندوں کو اون کے افعال کا مالک اور خود مختار بنایا ہے۔ اور اچھے اور بُرے عمل پر جزا اور سزا مقرر کی ہے زیادہ اعمال کا بدلا روز قیامت پر رکھا ہے اور بعض کا دنیا میں بھی۔ نہ تو جبر کو اپنا وظیفہ قرار دیا ہے کیونکہ جبر اوس کو قبیح ہے اور نہ ہر عمل خیر میں مدد دینے کو اپنا دستور العمل بنایا ہے۔ کیونکہ بعض وقت تکلیف مالا یطاق یعنی طاقت سے باہر کی چیز کی فرمائش لازم آئیگی اور یہ اوس ذات اقدس کے لئے عیب ہے لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیْضَ بَلِ الْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ فرمائش معصوم ہے یعنی نہ تو دین اسلام میں جبر ہے اور نہ بندوں کو بالکل اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ امر دونوں کے درمیان میں ہے یعنی جبر نہیں کرتا اور عمل خیر میں ضرورت اور مصلحت کے وقت مدد دیتا ہے چنانچہ ترویج دین میں جو عمل خیر ہے۔ کبھی تو مصلحت اوسکی انبیاء اور اوصیاء کو اپنی حالت پر چھوڑ دینے کی مقتضی ہوئی اور کبھی مدد دینے کی دیکھو خدا کی طاقت حضرت امیرؑ کی طاقت سے بہت زیادہ ہے لیکن اوس نے قابیل کو قتل ہابیل سے نہ روکا۔ نمرود اور فرعون کو دعواے خدائی کرنے سے نہ روکا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے نہ روکا۔ قوم حضرت نوحؑ کو اونکی تکذیب سے نہ روکا۔ قوم حضرت لوطؑ کو عمل بد سے نہ روکا۔ حضرت زکریاؑ کو آرہ سے چیرے جانے سے نہ بچایا۔ حضرت یحییٰؑ کو شہید ہونے سے نہ بچایا۔ حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے سے نہ بچایا۔ اور جب مصلحت ہوئی مدد بھی دی۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کو مچھروں سے مدد دی۔ حضرت موسیٰؑ کو رود نیل سے مدد دی۔ حضرت عیسیٰؑ کو اوٹھا کر مدد دی حضرت عبدالمطلب کو اصحاب فیل کے مقابل میں ابابیل سے مدد دی۔ حضرت سرور عالمؐ کو فرشتوں سے مدد دی۔ حضرت امیرؑ کو قوت ربانیہ سے مدد دی۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّةٍ جِسْمَانِیَّةٍ بَلْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِیَّةٍ یعنی میں نے خیبر کے دروازہ کو اپنی جسمانی طاقت سے نہیں اوکھاڑا بلکہ خداداد قوت سے اوکھاڑا۔ علاوہ ان وجہوں کے خلیفہ صاحب کو ان ناجائز تصرفات سے نہ روکنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بقول شیعوں کے علم الٰہی میں گذر چکا تھا کہ یہ بات ہو کر رہیگی۔ اگرچہ علم خدا مجبور نہیں کرتا۔ اور بقول اہلسنت کے اس فعل کو کرنا ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا اور مقدر بدل نہیں سکتا (شرح فقہ اکبر ص۱۳ سطر ۲ چھاپہ مصر) رہ گئی تھی اتمام حجت تو خداوند عالم مقام مذمت میں فرما چکا تھا اور اپنے کلام مقدس یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ سے (سورہ مائدہ پ۶ آیت ۱۳) حجت تمام کر چکا تھا۔ یعنی کلمات (حروف۔ الفاظ۔ آیتوں۔ سوروں) کو اپنی جگہ سے ہٹا دینگے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت سرور عالمؐ نے ایسے وقت میں صبر و سکوت کی وصیت فرمائی

تھی تاکہ ابتدائے اسلام میں تفرقہ نہ پڑے۔ اور کفار اسلام سے متنفر نہ ہو جائیں (روضۃ الاحباب ذکر مرض حضرت رسولؐ و ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ اول در ذکر فتنہ ص۳۲۰ و ۳۲۱)

پس حضرت علی علیہ السلام کا خلیفہ صاحب کو قرآن میں نامناسب تصرفات سے روکنا ایک تو بلحاظ قبح جبر اور حجت ختم ہو چکنے کے ضروری نہ تھا۔ دوسرے بلحاظ قوت انسانیہ کے ممکن نہ تھا۔ تیسرے بلحاظ سکوت پروردگار کے روکنے میں مصلحت نہ تھی کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا ضامن ہے (سورہ طور پ۲۷ آیت ۲۱) **یہ جواب** اس واقعہ کے قبل اور بعد کے بہت سے واقعات میں کام آسکتا ہے۔ سمجھئے اور یاد رکھئے۔ **دوسرے سوال کا جواب** یعنی حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اصلاح کیوں نہ کی۔ اس کا **پہلا جواب** علاوہ اون مضامین کے جو پہلے سوال کے جواب میں ذکر کئے گئے یہ ہے کہ علاوہ اون خلفاء پرست مسلمانوں کے جو اس قرآن کی ترتیب کے وقت موجود تھے جنکی تعداد لاکھوں تک پہونچی ہوئی تھی۔ ترتیب قرآن کے بعد حضرت عثمان ساڑھے آٹھ سال اور زندہ رہے۔ اور ملک فتح ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور خلیفہ صاحب کی مالیت اور بنوامیہ کی قوت اور سطوت اور شوکت۔ اور اس عرصہ میں اس غلط قرآن کے ہزاروں غلط پڑھنے والے حافظ تیار ہو گئے اور اسکی ہزاروں در ہزار نقلیں عالم میں پھیل گئیں۔ پس اگر ایک خلیفہ صاحب کو ترتیب دینے سے روکنا دشوار تھا تو ان لاکھوں در لاکھ خلیفہ پرست مسلمانوں کو غلط پڑھنے سے روکنا دشوار تر۔ اور اون ہزاروں در ہزار قرآنوں کو اصلاح کے لئے جمع کرنا اور اون ہزاروں در ہزار غلط خوان حافظوں کے سینوں سے غلط نقش کو مٹانا اگر محال عقلی نہ تھا تو محال عادی ضرور تھا۔ **ہاں** کچھ مسلمان آخر میں ان کے دشمن ہوئے اور انکی جان ماری گئی لیکن **ایک تو** کچھ مسلمان بگڑے تھے نہ سب **دوسرے** اپنی خواہش نفسانی سے بگڑے تھے نہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی رائے اور موافقت سے طلحہ و زبیر جو بانیِ فساد و قتلِ حضرت عثمان اور قاتلوں کو بلانے والے تھے اور ام المومنین عائشہ جو اون کو کافر کہنے والی اور قتل کا حکم دینے والی تھیں۔ یہی لوگ حضرت علی علیہ السلام کے جانی دشمن تھے۔ خود قتل کیا اور خون بہا کے حیلہ سے جنگ جمل قائم کیا۔ **تیسرے** حضرت عثمان کے ترتیب دیئے ہوئے قرآن کے دشمن نہ تھے بلکہ اونکی بدسلوکیوں کے دشمن تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سردار جنگ جمل یعنی بی بی عائشہ اور طلحہ و زبیر و مروان و ابن زبیر۔ اور سردار جنگ صفین امیر معاویہ۔ اور سردار جنگ نہروان اشعث بن قیس یعنی حضرت ابوبکر

کا بہنوئی اور نصرت وحمایت کے وعدہ پر آزاد کردہ - اور ذوالثدیہ نے حضرتؑ کو چین سے بیٹھنے کب دیا جو حضرتؑ ان خدمتوں کو انجام دیتے - ساڑھے چار سال جو آپکی خلافت ظاہری کا زمانہ تھا پورا پورا لڑائیوں میں صرف ہوا جسکی خبر حضرت سرور عالمؐ دے گئے تھے یا علی انا قاتلت علی التنزیل وانت تقاتل علی التاویل اور حضرت امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں عھد الی رسول اللہ فی قتال الناکثین والقاسطین والمارقین (کنز العمال کتاب فتن ذکر جنگ جمل) یعنی جمل وصفین اور نہروان والوں سے جنگ کے متعلق حضرت سرور عالمؐ مجھ سے فرما گئے ہیں

تنبیہ حضرت امیر علیہ السلام کے لئے ان خدمتوں کو انجام دینے میں جس قدر مشکلات تھے اون سے بہت زیادہ باقی ائمہ علیہم السلام کے لئے تھے - کیونکہ اہلبیتؑ کے مخالف سلاطین اور رعایا دن بدن بڑھتے اور قوت پکڑتے گئے اور ان حضراتؑ کی زندگی دشوار ہو گئی تھی اور بدون مزاحمت آئے دن سلاطین وقت محض فرزند رسول اور رئیس مذہب شیعہ ہونے کی وجہ سے آمادہ قتل رہا کرتے تھے (دیکھو تواریخ اہلبیت و بنو امیہ و بنو عباس) اور جس قدر قدرت پاسکے سادات بنو فاطمہ کو قتل کرنے سے باز نہ آئے یہاں تک کہ ہزاروں بے گناہ سادات دیواروں میں زندہ چن دیئے گئے -

۵ اشعث نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ اے خلیفہ رسول مجھے اپنی لڑائیوں کے لئے چھوڑ دو اور اپنی بہن (ام فروہ) کا نکاح مجھ سے کر دو (تاریخ اعثم کوفی) ۱۲

نواں مقدمہ (شیعے قرآن کو کس طرح پڑھیں)

چونکہ مصلحت خداوندی یہ ہوئی کہ اسلام میں تفرقہ نہ پڑے اور کتاب خدا دو نہ ہو جائے - اس لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام مامور کئے گئے کہ اپنے ترتیب دادہ قرآن کو جو بغیر کمی اور زیادتی کے نزول کے مطابق تھا امت پر پیش کریں اور بعد اس کے کہ وہ قبول نہ کریں حجت تمام ہو جانے کے بعد اوسکو چھپا رکھیں - چنانچہ حضرتؑ نے ایسا ہی کیا اور وہ قرآن یکے بعد دیگرے ہر امام کے پاس رہا اور آج ہمارے آقا اور مولا حضرت حجت آخر الزمانؑ کے پاس موجود ہے - آپ جب ظاہر ہونگے تو انشاء اللہ تعالےٰ اوسکو رواج دیں گے - اور شیعوں کو حکم ہوا کہ مجبوراً اسی مروجہ قرآن کی تلاوت کریں - ایک تو اس وجہ سے کہ اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا دوسرے اس غرض سے کہ قرآن کے بگاڑنے والے اپنے اعمال کا بدلا پورا پورا بھگتیں کیونکہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا یعنی جو برا راستہ نکالتا ہے اوس پر برا راستہ نکالنے اور چلنے والوں کے چلنے کا وبال ہوگا - محدث کاشانی رہ لکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے چونکہ ممکن نہ تھا کہ صحیح قرائت پر سب کو

چلاسکیں۔ اس لئے انھیں ساتوں قرائتوں میں سے کسی ایک غیر معین کے مطابق پڑھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ جس طرح تم نے سیکھا ہے اوسی طرح پڑھو۔ پس آئیگی وہ مقدس ہستی جو تم کو صحیح قرائت تعلیم کریگی (تفسیر صافی مقدمہ ۸)۔ باقی رہا عمل تو ہم کو حکم ہے کہ تفسیر و احادیث اہلبیت کی مدد سے قرآن مقدس سے احکام کو نکالیں اور اون پر عمل کریں۔

دسواں مقدمہ (قرآن حضرت سرور عالم کے لئے معجزہ قرار دیا گیا) خداوند عالم نے ہر نبی کی نبوت کی تصدیق کے لئے معجزات قرار دیئے خاص کر کے ایسا معجزہ جس کا مشابہ اوس نبی کے زمانہ میں زیادہ رائج تھا جیسے حضرت موسیٰؑ کے لئے عصا جو اژدہا بن جاتا تھا اور ید بیضا وغیرہ کیونکہ اون کے زمانہ میں سحر کا رواج بہت تھا۔ اور حضرت عیسےٰؑ کے لئے مریضوں کو تندرست کرنا اور مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اون کے زمانہ میں طبابت کا زور زیادہ تھا۔ اسی طرح ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو بہت سے معجزات دیئے گئے جنمیں سے ایک قرآن مجید ہے جو اپنی فصاحت اور بلاغت میں معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرتؐ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت زور و شور تھا۔ یہاں تک کہ کفار اپنے اشعار خانہ کعبہ پر لٹکایا کرتے اور اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے اور اپنے کلام کا مثل بنانے پر دوسروں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ قصائد سبعۂ معلقہ جو اس وقت تک مشہور ہیں اونھیں قصیدوں میں ہیں قرآن کی فصاحت و بلاغت کے معجزہ ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ خداوند عالم نے حضرت سرور عالمؐ کو حکم دیا کہ کفار قریش سے کہو کہ اگر قرآن کے کلام خدا ہونے میں تم کو شک ہے تو اس کا مثل ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ اگر انسان اور جن سب مل کر بھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فصحاء قریش باوجود اوس زور و شور اور دعوائے فصاحت و بلاغت کے ایک آیت بھی نہ بنا سکے اور اون کے عناد نے اونکو ہتھیار اوٹھانے اور لڑ مرنے پر آمادہ کیا دنیا کا کوئی عاقل اس کو تجویز نہیں کرسکتا کہ جو شخص چند کلموں سے جواب دیکر طرف مقابل کو مغلوب کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس آسان صورت کو چھوڑ کر جان دینا گوارا کرے گا۔ تعجب ہے اون لوگوں کی عقلوں سے جو ایک طرف قرآن میں ایک ہی سورہ کا مطالبہ دیکھتے ہیں اور دوسری طرف کفار قریش کی حضرت رسولؐ سے متعدد لڑائیوں کو اور پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت قبول کرنا نہیں چاہتے۔ باوجودیکہ کسی تاریخ سے اس کا بھی پتہ نہیں ملتا کہ قریش نے ایک آیت بھی قرآن کے مثل بنائی ہو۔ اور اس سے زیادہ تعجب کی بات

یہ ہے کہ وہ ہندی جو عربی زبان سے دور کا لگاؤ بھی نہیں رکھتے اور نہ اسلام ہی سے کوئی تعلق رکھتے ہیں تا کہ کہا جا سکے کہ تلاوت کے وقت ذوق سلیم اون کا قرآن کی تعبیرات اور الفاظ کو قبول نہیں کرتا۔ ایسے لوگ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کرنے کو تیار ہوتے ہیں غرضکہ سوا اون قلیل الفاظ کے جو ترتیب عثمانی میں اپنی اصلی حالت سے بدل گئے ہیں دوسرا کوئی لفظ قابل گرفت کے نہیں ہے۔ بہر حال حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے کفار کے سامنے اپنے دعوائے رسالت کو پیش کیا اور ثبوت میں اوسکے منجملہ بہت سے معجزات کے ایک قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بھی قرار دیا۔ جو منصف مزاج تھے اونھوں نے قرآن میں غور کیا اور ایمان لائے اور جو باطنی عناد رکھتے تھے وہ آمادۂ جنگ پیکار رہے اور فتح مکہ کے بعد ایمان بھی لائے تو دل میں کفر کو چھپائے رہے جیسے ابوسفیان وغیرہ۔ منجملہ اون لوگوں کے جو قرآن کی فصاحت دیکھکر ایمان لائے لبید بن ربیعہ عامری ہے۔ جارج سیل صاحب عیسائی لکھتے ہیں کہ لبید عامری جو (حضرت) محمد صاحب کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں (یعنی فصحاء) میں سے تھا اوسکا ایک قصیدہ (جو معلقات سبعہ میں داخل ہے) خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہ رتبہ نہایت اعلےٰ تصنیف کے لئے رکھا گیا تھا) اور کسی شاعر کو اوسکے مقابل میں اپنی کسی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قرآن کے دوسرے سورہ (یعنی بقرہ) کی آیتیں اوس کے مقابل میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اوس وقت کافر تھا) شروع کی آیت پڑھکر دریائے حیرت میں ڈوب گیا اور فوراً اسلام قبول کیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں ۵۔ مولانا مفتی محمد عباس صاحب اعلے اللہ مقامہ نے کتاب نصرالمؤمنین ص۵ تا ۱ میں قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چند چیزوں کو ذکر فرما دیا ہے ۱۔ احتجاج طبرسی علیہ الرحمۃ والرضوان سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ابن ابو العوجا اور ابوشاکر دیصانی اور ابن مقنع اور عبدالملک بصری (کہ ان میں کا ہر ایک دشمن قرآن اور اپنے زمانہ کا فصیح و بلیغ تھا) خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ قرآن کا چار حصہ کر کے ایک ایک حصہ کا جواب ہر شخص لکھکر سال آئندہ لائے دوسرے سال جب یہ سب پھر جمع ہوئے تو ابن ابو العوجا نے کہا کہ سال بھر میں صرف آیہ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۶ میں غور کرتا رہا اور جواب اوس کا نہ بنا سکا۔ اور عبد الملک نے کہا کہ میں سال بھر آیہ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۷ میں غور کرتا رہا۔ اور ابو شاکر نے کہا کہ میں سال بھر آیہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۸

۵ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۷ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

۶ جب حضرت یوسف سے مایوس ہو گئے تو اکیلے میں بیٹھ کر صلاح کرنے لگے (سورہ یوسف پ ۱۳ آیت ۸۰) ۱۲

۷ خدا کے سوا جنکو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ سب جمع ہو کر پیدا کرنا چاہیں (سورہ حج پ ۱۷ آیت ۷۳) ۱۲

۸ اگر آسمان اور زمین میں سوائے خدا کے اور خدا ہوتے تو دونوں خراب ہو جاتے (سورہ انبیاء پ ۱۷ آیت ۲۲)

میں غور کرتا رہا۔ اور ابن مقنع نے کہا کہ میں سال بھر آیہ وَقِیلَ یَا اَرْضُ ابْلَعِی مَائَکِ وَیَا
سَمَاءُ اَقْلِعِی وَغِیضَ الْمَاءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ میں غور کرتا رہا اور جواب لکھ سکا۔ یہ سب آپس میں
اقرار عاجزی کر ہی رہے تھے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ (اس قصہ سے باعجاز آگاہ ہوکر) انکے
نزدیک سے گذرے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی
اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا یعنی ان
کہدو کہ اگر انسان اور جن جمع ہوکر اس قرآن کا مثل بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے اگرچہ انمیں سے بعض
بعض کی مدد کریں ۲ علماء اہلسنت میں سے اصمعی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آیت فَاصْدَعْ
بِمَا تُؤْمَرُ سنا اور سجدہ میں جھک گیا ۳ اور دوسرے اعرابی نے فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا
کو سنکر کہا کہ گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق ایسا کلام بنانے پر قادر نہیں ہے ۴ ایک لڑکی نے
بیان کیا کہ کلام پروردگار سے بڑھکر کسی کلام میں فصاحت نہیں ہوسکتی اوس نے ایک کلام یعنی آیت
وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ
وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں دو حکم کو اَرْضِعِیْ اور اَلْقِیْ میں
اور دو منع کو لَا تَخَافِیْ اور لَا تَحْزَنِیْ میں اور دو خبر اور دو بشارت کو رَادُّوْهُ اِلَیْکِ اور جَاعِلُوْهُ
مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں جمع کردیا ہے ۵ اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو یوں نقل کیا ہے فَدَعَا
رَبَّهٗ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورہ قمر پ۲۷ آیت ۱۰) پس دعا کیا اپنے پروردگار سے کہ میں
مغلوب ہوں پس میری مدد کر۔ دعا میں آٹھ چیز ہونی چاہیے جن کو خداوند عالم نے ان پانچ
لفظوں میں جمع کردیا ہے ایک مجیب الدعوات کو پکارنا۔ دوسرے اوسکی تعریف کرنا تیسرے اوسکی
رحمت کا اقرار۔ چوتھے اپنی عاجزی کا اقرار۔ پانچویں بیان مصیبت چھٹیں اپنی حاجت کو عرض کرنا
ساتویں مہربانی کی خواہش۔ آٹھویں کلام مختصر کرنا۔ کیونکہ ایسے مقام میں بزرگ کے سامنے کلام
زیادہ کرنا گستاخی ہے۔ پہلی تین چیزوں کو دعا، بہ میں جمع کیا ہے۔ دعا سے پکارنے کو اور اس
امر کو ظاہر کیا ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قبول نہ کرنے والے کو کوئی عاقل پکارنا نہیں
چاہتا۔ اور ربہ سے تعریف اور اقرار رحمت کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ اپنی نعمتوں سے پرورش کرنا
صفت احسان اور سخاوت ہے جو خالق اور عام مخلوق کے نزدیک بزرگ ترین صفات ہے۔
اور اس لفظ کو زبان پر لانا اوسکی رحمت کا اقرار ہے اور چوتھی اور پانچویں چیز کو انی مغلوب
سے ظاہر کیا ہے اور چھٹیں اور ساتویں کو فانتصر سے اور آٹھویں چیز کو اختصار

کلام سے ظاہر کیا ہے ۶ اسی طرح آیت مبارکہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورہ انفال پ۹ آیت ۳۳) اون کے درمیان میں تمہارے ہوتے ہوئے خدا اون پر عذاب کریگا۔ اس آیت میں تین چیزوں کو جمع کیا ہے۔ ایک[1] کفار اور گناہگاروں کو ڈرانا کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں تاکہ وہ باز آئیں۔ دوسرے[2] عذاب کرنے پر اپنی قدرت کا اظہار۔ تیسرے[3] حضرت سرور عالم کی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کر اونکی وجہ سے عذاب کو روک رکھا ہے۔ ۷ اور آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء پ۱۷ آیت ۱۰۷) اور نہیں بھیجا تم کو لیکن تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر۔ اس تین لفظوں کی آیت میں خداوند حکیم نے پانچ چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔ ایک[1] اپنی بے نیازی کا اظہار کہ دنیا کو پیدا کرنے سے مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرے[2] حضرت سرور عالم کو رسول بنانے کا صاف بیان۔ تیسرے[3] حضرت کی تعریف اور فضیلت کہ آپ اہل دنیا کے لئے رحمت ہیں۔ چوتھے[4] یہ کہ آپ کل دنیا والوں کیطرف بھیجے گئے نہ صرف عربوں کی طرف۔ پانچویں[5] اہل دنیا کو اس بات کی ترغیب کہ حضرت کی پیروی کریں تاکہ اون پر رحمت نازل کیجائے

۸ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھا (سورہ مائدہ پ۶ آیت ۳۸) یعنی چوری کرنے والے مرد اور عورت کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو اونکی چوری کے بدلے میں یہ عذاب ہے خدا کی طرف سے اور خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ایک اعرابی میرے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اوس نے کہا کہ پھر پڑھو۔ میں نے پھر اسی طرح پڑھا۔ اوس نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے۔ میں نے کہا خدا کا۔ اوس نے کہا خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں فوراً چونکا اور غفور رحیم کی جگہ پر عزیز حکیم پڑھا۔ اوس نے کہا کہ بے شک خدا کا کلام ہے۔ میں نے کہا تم قرآن پڑھتے ہو۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا میری غلطی کو کیونکر سمجھے۔ جواب دیا کہ اگر خدا رحم اور بخشش کو پیش نظر رکھتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا۔

۹ اور آیہ کریمہ اَلَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ[1] اور آیہ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا میں علاوہ فصاحت اور بلاغت کے صنعت جناس رکھی ہے یعنی یسقین اور یشفین۔ اور یحسبون و یحسنون کو جو ایک صورت کے ہیں اور صرف نقطہ کا فرق ہے اور معنی دونوں کا دو ہے ایک کلام میں جمع کیا ہے ۱۰ اور آیہ مبارکہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ[2] وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ میں علاوہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت کے صنعت طباق اور ترصیع کو جمع کر دیا ہے۔ دو متضاد لفظوں کے جمع کرنے کو طباق کہتے ہیں اور ایک امر میں دو شریک کو ایک جگہ ذکر کرنا ترصیع

[1] وہ خدا جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو صحت دیتا ہے (سورہ شعراء پ۱۹ آیت ۷۹-۸۰) ۱۲ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں (سورہ کہف پ۱۶ آیت ۱۰۴) ۱۲

[2] یقیناً نیکوکار بہشت میں جائینگے اور بدکار جہنم میں (انفطار پ۳۰ آیت ۱۳-۱۴) ۱۲

کہلاتا ہے۔ پس ابرار اور فجار اور بہشت و دوزخ جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ انکو ایک جگہ ذکر کرنے سے صنعت طباق پیدا ہوگئی۔ اور ابرار و فجار جو دنیاوی یا انسان ہونے میں شریک ہیں اور بہشت و دوزخ اخروی یا ثمرۂ اعمال ہونے میں اس لحاظ سے صنعت ترصیع پیدا ہوئی۔ اسی طرح آیہ کریمہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ میں شدت و رحمت اور کفار و مومنین کو ایک جگہ ذکر کرنے میں صنعت طباق اور ترصیع دونوں ہے ﷲ اور آیہ مبارکہ كُلٌّ فِي فَلَكٍ اور رَبَّكَ فَكَبِّرْ میں صنعت قلب کو رکھا ہے۔ یعنی اگر الٹا پڑھو تو وہی الفاظ پیدا ہوں گے۔ جیسے جدا جدا ہر حرف کو اون کے اوپر کے خط کے مطابق ملاؤ تو سیدھے الفاظ پیدا ہوں گے۔ اور نیچے کے خط کے مطابق ملاؤ تو اولٹے وہی الفاظ پیدا ہوں گے۔ ک۔ ل۔ ف۔ ی۔ ف۔ ل۔ ک
ر۔ب۔ک۔ ف۔ک۔ب۔ر۔ مختصر یہ کہ کلام ملک علام کی خوبیاں سمجھنے کے لئے ملکوتی ذہن اور قابلیت۔ اور لکھنے کے لئے خدائی معجز نما امداد چاہئے۔ علماء فریقین نے بقدر اپنے فہم و استعداد کے قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیلوں اور اوسکی خوبیوں کے بیان میں مستقل اور بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ خدا اون کو جزاء خیر دے۔ لیکن پھر بھی اوسی قدر لکھا ہے جتنا سمجھ سکے ہیں۔ پس سب کو سمجھنا حضرت سرورِ عالم اور اہلبیتِ اطہار ہی کا حصہ تھا جن کو خدا نے علم لدنی سے سرفراز فرمایا اور اونکی تعریف میں راسخون فی العلم ارشاد کیا۔ علاوہ فصاحت و بلاغت کے اوس میں غیب کی خبریں اور وہ احکام جن کا کم کم انکشاف اور اونکی خوبیاں اب ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ ہر ایک مستقلاً خود معجزہ ہیں اسی طرح اوسکی جامعیت کہ دنیا کے کل علوم کو مختصر الفاظ میں ادا کر دیا ہے۔

گیارہواں مقدمہ (معجزہ کس کو کہتے ہیں)

معجزہ کا معنی لغت میں عاجز کرنے والا ہے۔ اور شرع میں ہر اوس فعل کو معجزہ کہتے ہیں جس کو عام لوگ نہ کر سکیں اور خداوند عالم اوس کو کسی نبی کی نبوت یا کسی وصی کی وصایت اور نیابت و امامت کو ثابت کرنے کے لئے ظاہر کرے۔ خواہ اونکی پیدائش سے پہلے ظاہر کرے یا اوس کے بعد زمانہ طفولیت میں ظاہر کرے یا بلوغ کے بعد۔ اوس نبی یا وصی کے دعوائے نبوت و وصایت کے قبل ظاہر کرے یا اوس کے بعد۔ دعوے کے وقت ظاہر کرے یا اوس کے بعد۔ اونکی زندگی میں ظاہر کرے یا انتقال کے بعد۔ اون کے اعضاء بدن پر ظاہر کرے یا اون سے تعلق رکھنے والی چیزوں جیسے لباس یا مکان یا سواری یا قبر وغیرہ پر۔ خواہ وہ فعل بظاہر دیکھنے میں خدا کا فعل معلوم ہو یا نبی اور وصی کا لیکن ایسے فعل کو معجزہ کہنے کے لئے چند شرطیں ضروری ہیں جو اس کے بعد ذکر

ﷲ سخت ہیں کافروں پر اور رحمدل ہیں آپس میں (سورہ فتح پ ۲۶ ر ۱۔ آیت ۲۹) ۱۲
ﷲ آفتاب اور ماہتاب کے دونوں ایک ایک آسمان میں تیرتے ہیں (انبیاء پ ۱۷ آیت ۳۴) ۱۲
ﷲ اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو (مدثر پ ۲۹ آیت ۳) ۱۲

کی جائیگی۔ یہ تعریف دوسری تعریفوں سے بہتر اور جامع ہے۔

بارہواں مقدمہ (معجزہ اور جادو وغیرہ میں کیا فرق ہے)

معجزہ کا معنی بیان کیا گیا رہ گیا معجزہ اور جادو وغیرہ میں فرق تو علمائے اعلام علیہم الرحمہ نے کئی فرق ف ذکر کئے ہیں جو خدشوں سے خالی نہیں ہیں **میرے خیال میں** بہتر فرق جو ظاہر خدشوں سے محفوظ ہے یہ ہے جو ذہن قاصر میں خطور کر رہا ہے **بیان اوسکا** یہ ہے کہ وہ فعل جو معنی معجزہ میں بیان کیا گیا اوس وقت معجزہ کہا جائیگا جب کہ اوس کے مذکورہ تفاصیل کے ساتھ چند شرطیں اور بھی پائی جائیں۔ اگر یہ شرطیں پائی گئیں تو وہ فعل معجزہ کہا جائیگا اور معلوم ہوگا کہ معجزہ ہے۔ اور اگر شرطیں پائی نہ گئیں تو معلوم ہوگا کہ جادو یا شعبدہ یا طلسم وغیرہ ہے معجزہ نہیں ہے۔ **وہ شرطیں یہ ہیں** ۱؎ جس ذات یا اوس کے متعلق چیزوں پر خداوند عالم اوس فعل کو ظاہر کرے چاہیے کہ کسی زمانہ میں وہ خود دعوائے نبوت یا امامت و وصایت کرے یا اوس سے قبل کے نبی یا امام نے اوسکی نبوت یا امامت کو بیان کیا ہو ۲؎ یہ ذات اپنے دعوے کا ثبوت اور دلیل اسی غیر معمولی فعل کو قرار دے ۳؎ یہ غیر معمولی فعل جو معجزہ کہا جائیگا معین اور محدود نہ ہو بلکہ اوس مدعی نبوت و امامت سے جو غیر معمولی فعل طلب کیا جائے اوس کو وہ کر دکھائے ۴؎ یہ غیر معمولی فعل صرف دنیاوی چیزوں سے تعلق نہ رکھتا ہو بلکہ آسمانی اور بہشت اور دوزخ وغیرہ کی چیزوں سے بھی متعلق ہو سکے جیسے شق قمر۔ ستارے کا اوتارنا۔ بہشت سے کھانا وغیرہ کا اوس مدعی نبوت

ف وہ غیر معمولی افعال جن کو اکثر جادو گر وغیرہ کیا کرتے ہیں اونکی کئی قسمیں ہیں ۱؎ وہ جو آسمانی آثار اور ستاروں کی گردش سے ظاہر ہوتے ہیں جنکی خبریں نجومی دیا کرتے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے ان گردشوں پر آثار مرتب کئے ہیں جنکا ظاہر ہونا ضروری ہے مگر یہ کہ خود خدا اون کو روکنے میں کسی وقت مصلحت سمجھے ۲؎ وہ اثر جو ریاضت نفسانی سے نفس میں پیدا ہو جاتا ہے اور ایسے کفار فساق سے ظاہر ہوتا ہے جو دین و مذہب کے پابند نہیں ہیں۔ اکثر غیب کی باتیں بیان کر دیا کرتے ہیں یا جو کچھ کر دیتے ہیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدائے عادل اونکی محنت کو برباد کرنا پسند نہیں کرتا جس کو وہ خدا کی خوشی کا ذریعہ اور باعث سمجھکر کرتے ہیں ۳؎ وہ جو دواؤں کے اثر سے حاصل ہوتا ہے جیسے شراب اور گندھک سے روشنی یا سرکہ میں انڈا نرم کر کے بوتل میں اوتار دینا وغیرہ ۴؎ وہ جو سفلی عمل سے جنات اور شیاطین کو تابع کر کے اونکی مدد سے بعض غیر معمولی کام دیکھایا کرتے ہیں ۵؎ وہ جو ریاضت جسمانی اور مشق سے حاصل کرتے ہیں جس کو شعبدہ باز کیا کرتے ہیں ۶؎ وہ جو منتر وغیرہ کے ذریعہ سے کیا کرتے ہیں ۷؎ وہ جو علم ہندسہ

و امامت کی خواہش پر آجانا۔ بہشت اور دوزخ کو دیکھا سکنا۔ مردوں کو بلا سکنا یا دیکھا سکنا یا اون سے گفتگو کرنا وغیرہ ۷ یہ اوس کا غیر معمولی فعل کسی غیر کے غیر معمولی فعل سے مغلوب نہ ہو بلکہ اوس پر غالب آجائے ۸ کسی معلم اور استاد سے اوس کا کسی زمانہ میں کچھ سیکھنا ثابت نہ ہوئے جس دین و مذہب کو لانے کا وہ دعویدار ہے اوس کے اصول و عقائد و احکام عام عقلاءِ دنیا کی سلیم و مستقیم و خداشناس و خداترس عقلوں کے مخالف نہ ہوں ۸ اوسکی لائی ہوئی کتاب بشرطیکہ انسانی تصرفات سے محفوظ ہو کل عقلی نقائص اور عیوب سے پاک ہو ۹ وہ خود بھی اپنی لائی ہوئی کتاب اور اوسکے اصول و عقائد و احکام کا پورا پورا پابند ہو ۱۰ اوس سے کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جو ناجائز اور ظالمانہ اور خلاف مروت اور ناپسندیدہ ہو جس کو خداشناس و خداترس عقلاء اوس کے لئے برا سمجھیں ۱۱ اوسکے اخلاقی افعال مجمع اور تنہائی اور ہر جلسہ اور ہر مجمع میں ایک طرح کے ہوں ۱۲ کل فضائل نفسانی اور کمالات روحانی کا جامع اور خلقی اور خُلقی کل عیوب سے پاک ہو ۱۳ ایسے غیر معمولی فعل کے ہوتے رہنے پر عادت جاری نہ ہو جیسے آفتاب کا پورب سے ہمیشہ نکلنا اور پچھم کی طرف غروب کرنا ۱۴ اوس کے دوست اور منصف مزاج دشمن دونوں اوس کے فضائل اور کمالات کا اور اوس کے غیر معمولی افعال کا اقرار کریں یہ **کل شرطیں** کل انبیاء و اوصیاء میں عموماً اور حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلعم اور اون کے اہلبیت کرام میں خصوصاً پائی جاتی تھیں **یہ کوئی تعریف نہیں ہے** کہ ان حضرات کی مدح و ثناء اور ان کے کمالات کا اقرار اور انکی کتاب کی تعریف و توصیف ہم مسلمان کریں کیونکہ ان کا جامع صفات کمال ہونا تو ہمارا عقیدہ اور مذہب ہی ہے اگر انکی تعریف نہ کریں اور انکی خوبیوں کے معتقد نہ ہوں تو ہمارا مذہب کوئی مذہب ہی نہیں ہے **تعریف تو یہ ہے** کہ اغیار جو انکی نبوت و امامت کے معتقد نہیں ہیں وہ ان کے ثناخواں اور انکی کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اس واسطے ہم ان کی خوبیوں اور حقیقت رسالت و وصایت اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) کے قاعدوں سے حاصل کرتے ہیں جیسے جرثقیل وغیرہ ۸ وہ جو مسمریزم کے ذریعہ سے کیا کرتے ہیں جیسے نابالغ بچوں پر اپنے نظر کا اثر ڈال کر اوس کو بے ہوش کرتے اور غیب کی خبریں پوچھا کرتے ہیں ۹ وہ جو فال کے ذریعہ سے بیان کیا کرتے ہیں۔ غرضکہ اس قسم کے بہت سے طریقے غیر معمولی فعل کے عوام الناس میں مروج ہیں کہ اگر غور یا تحقیق و تلاش کیا جائے تو اوس کے سبب کا پتہ مل جاتا ہے۔ اور اس قسم کا کام کرنے والے زیادہ تر لا مذہب اور بدکار ہوتے ہیں۔ ان فعلوں میں سے کوئی فعل معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔ معجزہ وہی ہے جس میں چودہوں شرطیں پائی جائیں ۱۲

انکی کتاب کی مدح و توصیف کے ثبوت میں غیروں ہی کی تحریروں کو درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔ الفضلُ
مَا شَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ تنبیہ یہ ظاہر ہے کہ پیشوایان اسلام کے متعلق ادب و احترام کے لحاظ سے
کسی غیر مسلم کی تحریر ایک مسلمان کی تحریر کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی اس لئے ہم مسلمانوں کو اونکی غیر مودبانہ تحریروں
سے دل تنگ ہونا چاہیئے ۔ ہم لوگوں کے لئے اونکا ان حضرات کی فضیلتوں کا اقرار کرلینا ہی بہت ہے

تیرہواں مقدمہ - حضرت سرورِ عالم اور اہلبیتِ اطہار کے متعلق پیشین گوئیاں

مہادیو[1] کی خوش بیانی بشسٹ مُن کی زبانی

مولوی عبدالرحمان[2] صاحب مرآۃ المخلوقات ترجمہ اوتر کھنڈ میں جس کا سنہ تصنیف ۱۰۸۱ ہے لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی وہ کتابیں جن میں اگلے وقتوں کا احوال لکھا ہے جو جنوں اور زمین کے رہنے والے فرشتوں کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں وہ کتابیں میں نے بہت سی پڑھیں ۔ اون کتابوں میں میں نے کہیں حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے کا ذکر نہ پایا ۔ آخر کو جب میں نے بہت تلاش کیا تو مجھکو ایک کتاب ملی جس میں بشسٹ کی زبان کی باتیں لکھی ہیں اور اوسکے اوتر کھنڈ میں پیدائش اور بزرگی حضرت آدم کی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کی اور اونکی اولاد پاک کی صاف صاف بیان کی ہے ۔ مہادیو نے ان باتوں کو اپنی بی بی پاربتی سے کیلاس کے پہاڑ پر بیان کیا تھا اور بشسٹ مُن پہاڑ کے نیچے عبادت میں مشغول تھے چونکہ مہادیو سے بہت محبت رکھتے تھے وہ ان باتوں کو ذرا ذرا لکھتے جاتے تھے ۔ سونت اور سونگ جو مقام نیمکھار میں اپنی قوم میں بڑے علم والے اور کامل تھے اور دنیا سے الگ ہوکر اللہ کی بندگی میں مشغول تھے وہ دونوں ان باتوں کو بشسٹ مُن کی زبانی نقل کرتے ہیں ۔ وہ باتیں یہ ہیں بغیر کمی اور زیادتی کے پورا ترجمہ اشلوک کا لکھا

ہندو دھرم سے کرشن تک

---

[1] مہادیو کو ابو الجن (جنوں کا باپ) کہتے ہیں ۔ مہادیو اور بشسٹ جنات سے تھے اور اپنی اپنی قوم میں پیغمبر تھے اور بشسٹ زیادہ تر علمی فیوضات مہادیو سے لیا کرتے اور اپنی قوم تک پہونچایا کرتے تھے (بشارت احمدی مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب لکھنوی بحوالہ کتاب مولوی عبدالرحمان صاحب) ۱۲

[2] مولوی عبدالرحمان صاحب چشتی گیارہویں صدی کے علماء اہلسنت میں بہت بڑے شخص اور زبان سنسکرت سے خوب آگاہ تھے ۔ مہادیو کا بیان جو یہاں ہم لکھنے والے ہیں بعینہ یہی بیان پٹنہ میں غالباً ۱۳۳۶ھ ہجری میں ہم نے ایک کتاب میں دیکھا تھا جس کا نام حقیقت دین محمدی تھا اور وہ کتاب ترجمہ تھی برہم اوتر کھنڈ کا اور مولوی عبدالرحمان صاحب کی کتاب کا نام مرآۃ المخلوقات ہے جو اوتر کھنڈ کا ترجمہ ہے ۔ اس سے مہادیو کے بیان کی صحت پر اطمینان ہو رہا ہے ۱۲ راحت حسین

جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مہادیو نے حضرت آدمؑ کی خلقت سے لیکر قیامت تک کے حالات کو بیان کیا ہے جس میں ہابیل و قابیل کا قصہ بھی مندرج ہے اور مولوی عبدالرحمان صاحب نے سب کا ترجمہ کیا ہے لیکن بغرض اختصار ہم نے صرف حضرت سرورِ عالم اور اونکی اولاد امجاد کے متعلق پیشین گوئی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا مہادیو کہتے ہیں کہ چھ ہزار سال کے بعد مندر نے یعنی مکہ کے ملک میں کہ دریا کے درمیان میں وہ زمین واقع ہے وہ بڑا قادر اوس مقام میں ایک عجب طرح کا مخلوق آدمؑ کی اولاد میں پیدا کریگا جس زمین میں اوس کو (یعنی خداوند عالم) پیدا کرے گا وہ زمین لائق نشن کے یعنی جگہ اوس بڑے قادر کی ہوگی اے پاربتی وہ کانت بونجہ (یعنی عبداللہ) کے پیٹھ سے پیدا ہوگا اور وہ (عبداللہ) درویشی اور معرفت یعنی اللہ کی پہچان دریا کے برابر رکھتا ہوگا تو اوس سے موتی پیدا ہووے اور اوس (عبداللہ) کی عورت کا نام سانک کھیا (بمعنی امن و امان والی یعنی آمنہ) ہوگا۔ اور وہ (یعنی عبداللہ) تینوں چرن (قسم) یعنی سیام بید اور رکھ بید اور ججر بید پڑھا ہوگا اور چوتھا بید یعنی اتھربن بید الف لام میم کے حرفوں تک پڑھکر چھوڑ دے گا (پھر بیان کیا کہ اتھربن بید میں چار چرن یعنی چار قسم ہیں تین قسم کو آدمؑ اور اونکے اور فرزند جو درجہ بدرجہ پیدا ہوں گے وہ پڑھیں گے اور چوتھی قسم کہ اوسمیں مقصد سب بیدوں کا ہے سوا مہامت (محمد صلے اللہ علیہ و آلہ) کے اور کوئی بیٹا آدم کا اون سے پہلے عمل نہیں کرسکتا۔ چوتھی قسم کو اگر کوئی مہامت کے بن حکم پڑھیگا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سو کانت بونجہ یعنی عبداللہ دینداری کے غلبہ سے اتھربن بید کی چوتھی قسم نہیں پڑھیں گے کیونکہ دوسرے (یعنی محمدؐ) کے لئے امانت رکھی ہے اے پاربتی وہ (عبداللہ) اپنی قوم میں سردار ہوگا۔ بستی کے لوگ اوسکے دروازے پر آوینگے اور اوسکی تابعداری کرینگے۔ اول تین

---

(۱) قرآن جو کل صحف آسمانی کے مضامین کا جامع ہے ۱۲ منہ (۲) تواریخ و احادیث کی کل کتابوں سے ثابت ہے کہ جملہ عرب کے سردار قریش سمجھے جاتے تھے اور قریش میں ریاست حضرت سرورِ عالم کے خاندان میں تھی ۱۲ (۳) لغت مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اکثر کا کلام ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے باپ ماں سے اکیلے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ کے لئے دوسری اولاد کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح مسند ابو یعلے میں ہے کہ جناب آمنہ نے فرمایا کہ جب محمدؐ میرے پیٹ میں پڑے تو کوئی حمل میں نے ایسا نہیں اوٹھایا جو ان سے زیادہ ہلکا ہو اور نہ ایسا جو ان سے زیادہ برکت والا ہو اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ کے اور اولاد بھی ہوئی ۱۲ منہ

بیٹے اوس سے پیدا ہوں گے پھر جب چوتھا بیٹا پیدا ہوگا وہ پیدا کیے ہوؤں (یعنی مخلوقات آسمان وزمین) سے نہیں ڈریگا اور نہایت بہادر اور عرفان یعنی اللہ کی پہچان والا ہوگا اور اوس کا نام (محمدؐ) ہوگا۔ اونکی وضع دیکھکر اونکی ساری قوم کے لوگ حیران رہیں گے۔ نئی طرح کا اونکا احوال دیکھیں گے وہ پوست[1] جو بدن کے آگے ہوتا ہے وہ اونہیں نہ ہوگا۔ بعد چند برس کے جب ڈاڑھی مونچھ نکلنے گی تو سوا سر اور ڈاڑھی کے اور کسی جگہ پر زیادتی بالوں کی نہ ہوگی کہ حجام کی حاجت ہو اور وہ پوجا جو اونکی قوم کے لوگ کریں گے وہ نہ کرینگے۔ اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ مجھکو اوس وحدہ لاشریک لہ کا یہی حکم ہے کہ اس طرح کے بے معنی پوجا مت کرو اور میں سوا اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں۔ تم میری تابعداری کرو۔ ان باتوں سے اونکی ساری قوم اون سے جدا ہو جائیگی اے پاربتی مہامت ساری عبادتوں کو اور اگلی شریعت کو موقوف کرکے اپنی کی راہ اوس وقت کی ساری خلقت کو سکھلا دینگے۔ اور ایسی تلاش کرینگے کہ سارے عالم کو اپنی طرح کا کرلیں آہستہ آہستہ بے شمار لوگ اون کے دین میں آویں گے اور اونہیں سے بہت لوگ اللہ تک پہونچیں گے اور جس طرح کہ ہمارے لکھنے میں ساکھ یعنی سنہ لکھتے ہیں اوسی طرح کلجگ (آخر زمانہ) کے زمانے کے آخر تک سنہ مہامت کے لکھیں گے اے پاربتی مہامت کی بی بی سے جو بیٹا پیدا ہوگا اوس کو بڑے قادر (یعنی خدا) کے حکم سے وہ گندھرپ یعنی فرشتہ جس کا نام وکدو ہے اونکی جان کو نکال کر آسمان پر لے جائیگا۔ جم یعنی روح نکالنے والے فرشتہ کا ہاتھ اون لڑکے[2] کی جان پاک پر نہیں پہونچیگا بعد اوس کے وہ قادر جسکی طرح کا کوئی نہیں وہ مہامت کو ایک بیٹی دیگا جو ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگی اور وہ بہت خوبصورت اور بے مثال ہوگی اور اللہ کی بندگی میں نہایت درست ہوگی۔ کبھی اوس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلیگا اور سب چھوٹے بڑے گناہ سے وہ محفوظ ہوگی اور باپ کے وسیلہ سے اللہ کی نزدیکی ہو جائیگی۔ وہ بڑا قادر مہامت کی اوس بیٹی کو دو[3] بیٹے نیک بخت عنایت فرمائیگا دونوں حسن اور جمال والے اور دونوں اللہ کے پیارے ہوں گے اور بہت زور والے اور اللہ کے حکم والے اور ہمت والے اور شجاعت یعنی بہادری والے اور سب نیک کاموں میں بے مثال ہوں گے اور وہ قادر کہ اوسکی طرح کا کوئی نہیں ہے وہ اون کے بعد اور کوئی بشر اوس طرح کا کھلے اور چھپے کمالوں والا پیدا نہیں کرے گا اور وہی مہامت کے بیٹے اون کے جانشین ہوں گے اور اون کی بہت اولاد ہوگی اور دن بدن اپنی سچی دلیلوں سے لوگوں کو مہامت کے دین میں لاویں گے اور مہامت کے دین کو روشن کرینگے۔ اور مہامت اپنی ساری قوم سے بلکہ اپنی بیٹی سے بھی اونکو زیادہ

[1] جو ختنہ میں کاٹا جاتا ہے ۱۲

[2] صاحب ینابیع الذہب فی الانساب العرب نے لکھا ہے آنحضرت سرور عالم کے پانچ لڑکے ہوئے تھے ۱۲

[3] مہادیو کا مسلسل بیان اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ اونھوں نے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر بھی ضرور کیا ہوگا کیونکہ حضرت کا ذکر نظر انداز کرنے کے لائق نہیں لیکن مولوی عبد الرحمن صاحب نے اپنی [illegible]

چاہیں گے اور یہ دونوں بیٹے مہامت کے دین میں کامل ہونگے ۔ اور کوئی کام اپنے جی کی خوشی کے
واسطے نہ کرینگے ۔ اور سب قول اور فعل اونکے اوس بڑے قادر کی مرضی کے موافق ہوں گے ۔
اور ہمیشہ اللہ کے کام کے واسطے تلاش کرینگے اے پاربتی (یعنی خدا) مہامت کے مرنے کے بعد چند
سال گذر ینگے کہ مہامت کے اون دونوں نواسوں کو بعض شریر لوگ (حسنؑ کو معاویہ اور حسینؑ کو
اوس کا بیٹا یزید) ناحق ظلم کرکے دنیا کی خاطر سے اونکو مار ڈالیں گے اور ساری زمین اون کے
مار ڈالنے سے بے سر ہو جاویگی ۔ اور اون کے مار ڈالنے والے ملیچھ یعنی بے دین ہونگے
دین اور دنیا سے مردود ہو جائیں گے اور اونکے دل میں مہامت کی محبت نہ رہیگی اور
عاقبت میں کسی طرح خلاصی (یعنی رہائی) نرک سے یعنی دوزخ سے نہ پائیں گے ۔ ظاہر میں مہامت کے دین
میں رہیں گے اور کہلاویں گے اور آہستہ آہستہ اور لوگ بھی اونکی ہمراہی قبول کرینگے اور مہامت
اور مہامت کے فرزندوں کی چال چلن کے برخلاف بہت سے کام ضد سے اختیار کرینگے ۔
تھوڑے سے آدمی مہامت کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے ۔ اکثر خلقتوں کے لوگ اونھیں
قتل کرنے والے لوگوں کے موافق بہت کام کرینگے اور ظاہر میں مہامت کے دوستدار کہلاوینگے
اور کلجگ کے زمانہ کے اخیر میں وہ ظاہر داری کے لوگ بہت ہوں گے اور سارے جہان میں فساد
برپا کرینگے ۔ اے پاربتی وہ بڑا قادر ایک کامل مرد کو مہامت کے دین کی مدد کے واسطے
بھیجے گا وہ ساری زمین کو اپنی حکومت کے نیچے لاکر اکثر ظاہر داری والوں (یعنی پیروان دشمنان
اہلبیتؑ) کو قتل کر ڈالے گا بعد اوسکے وہ لوگ پشیمان ہوکر سیدھی راہ پر آوینگے ۔ اور جو
چال چلن مہامت اور مہامت کے فرزندوں کا تھا اوس کا نئے سرے سے رواج ہوگا
پورب سے پچھم تک کوئی بندہ مہامت کے فرزندوں کے خلاف راہ نہیں چلے گا ۔ ہرچند اوس
وقت میں وہ مرد کامل تلاش کرے گا کسی جگہ پر ہندو یا ظاہر داری والا شخص (یعنی پیرو
دشمنان اہلبیتؑ) نظر نہ آویگا ۔ ساری خلقت مہامت کے دین میں آویگی ۔ اور کلجگ کے زمانہ
کے اخیر میں اون کے دین کا پورا رواج ہوگا وہ شریعت جس کا اوس قادر بے مثال نے
اتھربن بید میں یعنی چوتھی کتاب (قرآن) میں حکم کیا ہے مہامت کے تابعدار لوگ اوس پر
عمل کریں گے اور مہامت کا دین کمال کو پہونچے گا (بشارت احمدی ص ۵۴ تا ۶۰ بحوالہ مرآۃ المخلوقات
ترجمہ اوتر کھنڈ مترجمہ مولوی عبدالرحمان صاحب ہم کہتے ہیں کہ اسکے بعد مہادیو نے قیامت
اور جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی دادخواہی اور اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر بہشت میں داخل

ہونے کو ذکر کیا ہے جس کو ہم نے بغرض اختصار چھوڑ دیا۔ **مولوی عبدالرحمان صاحب** لکھتے ہیں کہ بیاس نے بھی کتاب بھونک اوتر پوران میں لکھا ہے کہ آیندہ زمانہ یعنی کلجگ میں مہامت پیدا ہوں گے اور مہامت کو جو مسلمان لوگ محمدؐ کہیں گے اون کا نشان[١] یہ ہے کہ اون کے سر پر بدلی سایہ کریگی اور اون کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ اور اون کے جسم پر مکھی نہ بیٹھیگی۔ اور وہ زمین کو لپیٹ جاویں گے (یعنی اون کے دور ودراز کے سفر میں جیسے معراج کے وقت بمعجزہ زمین سمٹ جایا کرے گی) اور عورتوں سے صحبت کرنے کی قوت اونکو بہت ہوگی۔ اور جو کچھ پیدا کرینگے اوس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرینگے اور آپ تمام عمر کم کھاوینگے۔ اور عرب کا بادشاہ (ابو سفیان جو کفار قریش کا سردار تھا) اون کا دشمن ہوگا۔ اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ اور وہ قادر دانا اور قدرت والا اونکو تیس[٣٠] ادھیا پوران بھیجے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تیس پارے قرآن کے اون پر اوترینگے۔ اور جو کوئی اوس کتاب کے موافق راہ چلیگا وہ اللہ تک پہونچے گا۔ اوس وقت میں اللہ تک پہونچنے کی دوسری راہ نہ ہوگی (بشارت احمدی صفحہ ۵۶ مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب لکھنوی بحوالہ مرآۃ المخلوقات ترجمہ بھونک اوتر پوران) **اتھربن بید**[عہ] میں حضرت سرور عالم کا نام محمدؐ اور احمد لکھا ہے۔ اور **رگ بید** میں احمد لکھا ہے منتر اوس کا یہ ہے سری تُوام ماہی سیر ہمُو وائے وَسُمَائی کا مائِی احمد نارو بائی اور **ججر بید** میں الانک اور محمد لکھا ہے منتر اوس کا یہ ہے الانک تج البوجسال محمد الانک کرتان جسان نیجان تند بانی جاجسان نماہی جیوسان نجان (بشارت احمدی صفحہ ۱۰۳ بحوالہ کشف الاستار مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب) **اتھربن بید** میں یہ عبارت لکھی ہے **لا الٰہا**[٢] ہرنی پاپن **اِلّا اللّٰہا** پرم پدم جنم بیکنٹھ براپ نیوتی توجنی نام محمدام یعنی لا الہ کہنے سے ہٹتے ہیں پاپ اور الا اللہ کہنے سے پرم پدوی ملتی ہے

عہ اس وید میں حضرتؐ کا نام اور آپکا رسول ہونا اسی سے ثابت ہے کہ آریہ فرقہ کے سرگروہ بلکہ بانی یعنی دیانند جیسے متعصب نے اسکو قبول کیا ہے کہ اتو اُپ نِشد میں حضرت محمد صاحب کو رسول لکھا ہے اور منتر اوس کا یوں لکھا ہے۔ اسملّام اِلّے مترا ورناد دیانی دھتّے۔ اور اوس کا متعصبانہ جواب یہ دیا ہے کہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کو اکبر کے زمانہ میں کسی نے بنایا ہوگا جو عربی اور سنسکرت دونوں کو جانتا تھا اور اتو اُپ نِشد کے جزو اتھرون وید ہونے سے انکار کیا ہے۔ پھر خود ہی اعتراض کیا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ایسی بات آج تک کسی نے نہیں کہی تم کہتے ہو تو ہم کیسے مانیں پھر جواب دیا ہے کہ نہ ماننے سے ہماری بات جھوٹھی نہیں ہوسکتی (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۴۳۹) انکو ہندو قوموں کا سردار اور سرگروہ بننے کی ہوس تھی اگر بات نہ مانتے اور اوس کی جزئیت اور اصلیت کا انکار نہ کرتے تو ہندو بھی نہ رہتے اور سرداری کی ہوس بھی خاک میں مل جاتی ۱۲

١ مندرجہ ذیل نشانیاں اسلامی کتابوں سے بھی ثابت ہیں ۱۲ راحت حسین

٢ شاہ محمد ہاشم صاحب مرحوم حسین آبادی نے بھی اس عبارت کو پڑھکر ہمکو سنایا تھا اور بیان کیا تھا کہ اونکو ایک ہندو پنڈت [illegible] اطراف شیخپورہ ضلع مونگیر نے اونکو اتھربن بید سے نقل کرادیا تھا ۱۲ راحت حسین

جنم بیکنٹھی اگر چاہو تو نام محمد کا وظیفہ کرو (بشارات احمدی ص۱۰۳ بحوالہ دبستان المذاہب)

ہم کہتے ہیں کہ کلکی پوران سے لوگوں نے بہت سی بشارتیں اور نشانات نقل کئے ہیں جنکو ہم نے بغرض اختصار چھوڑ دیا۔ اگر کل کتب ہنود سے حضرتؐ کے متعلق پیشین گوئیاں اور پہچانیں چُنی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے اور کسی کتاب کا دیباچہ اون کل مطالب کو اپنے دامن میں نہیں لے سکتا۔ سرید بھاگوت اور مہا بھارت وغیرہ میں بعض بعض مضامین ہم نے خود پڑھے ہیں جن کو ایسے تنگ وقت میں تلاش کرنا دشوار ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اثناء تفسیر میں موقع موقع سے ذکر کرینگے۔

مصنف رگوید یعنی بیاس کے اوستاد حکیم زردشت کے خلیفہ اعظم حکیم جاماسپ کی پیشین گوئی حضرت رسولؐ و اہلبیتؑ کے متعلق جاماسپ نامہ سے

جاماسپ نامہ جسمیں مصنف نے گشتاسپ بادشاہ کی فرمائش آیندہ ہونیوالی باتوں کو مختصر طور پر لکھا ہے پھر فوراً ایک قران پڑیگا (یعنی چند ستارے اکٹھا ہوں گے) جسمیں اولاد ھاشم سے ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جو قد میں میانہ ہوگا۔ اور رنگ میں نہ گورا نہ کالا۔ خوبصورت۔ خوش کلام۔ سحر بیان۔ دعوائے نبوت کرے گا۔ تلوار اوسکی برہان ہوگی۔ اپنے دین کی زنجیر بہت سے لوگوں کے گلے میں ڈالے گا۔ اوس کا مذہب ساتوں ولایت میں جائیگا۔ اوسے صنف نازک سے بہت محبت ہوگی۔ اوسکی اولاد نرینہ زندہ نہ رہیگی۔ البتہ لڑکی سے نام چلے گا۔ اوس کا دین دن بدن ترقی کرے گا۔ پچھلے اکثر بادشاہوں کی حکومتیں اوس کے زیر نگیں آجائینگی خصوصاً کیانی۔ اشکانی۔ امدادانی۔ مروانی ماودانی۔ زردشتی۔ ہیلاتی۔ لیانی۔ لفشانی۔ کودمک۔ یہود اور اصبہان کو مغلوب کرے گا۔ تاج کی جگہ سر پر عمامہ رکھے گا۔ اگر اوسکی ہر ایک بات بیان کروں تو کلام بڑھ جائیگا۔ تاہم یہ کہنا ضروری ہے کہ ہمارے زمانہ کی رسموں کا وہ نشان تک نہ چھوڑے گا۔ آتش کدے اوس کے حکم سے مسمار کردیئے جائیں گے اور سرداران آتشکدہ ہلاک ہوجائیں گے۔ جو کچھ وہ کرے گا کسی نے نہ کیا ہوگا اوس کا اقبال ۳۵ قران یعنی سات سو سال تک زور دار نظر آئیگا۔ ان ایام میں اوس کا دین خوب رونق پکڑے گا۔ اوس کا نام مہر آزما۔ اور عمر تین قرن (۶۰ سال) اور چند سال ہے

اوسکی وفات کے کچھ روز بعد خداوند ستارگان برج پنجم میں پہونچے گا اوس کے اثر سے اوسکے دین میں خلل پڑجائیگا۔ اوسکی اولاد قتل کیجائیگی۔ اوس کے لواحقین کو نقصان پہونچیں گے اس مرد بزرگ کے تولد سے پہلے آتشکدے کی آگ بجھ جائیگی۔ دوسری علامت یہ ہے کہ اوس وقت بادشاہی عورتوں اور لڑکوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ تیسرے دریاے ساوہ خشک ہوگیا ہوگا جب یہ باتیں نظر آئیں تو جانو کہ دولت ہم سے اور ہم جیسوں سے چھن گئی۔ اور اس مرد ہاشمی کے ظہور کا وقت آپہونچا۔ اس نبی کی وفات کے بعد ستارے خانہ خاکی اور برج ثور میں جمع ہوں گے اور خداوند طالع زہرہ ہوگا۔ اور صاحب قران زحل اور چاند آٹھویں خانہ میں۔ زہرہ سورج کے ساتھ گیارہویں خانہ میں۔ مریخ ساتویں گھر میں وغیرہ وغیرہ اوس وقت اوسکی قوم میں تفرقہ پڑجائیگا اور دین ملک گیری کا وسیلہ بننے لگے گا۔ لوگ اوس کے داماد سے لڑینگے اور بہت خون خرابا ہوگا۔ اوسکے داماد کے دو بیٹے ہونگے ایک کو زہر پلاکر مارا جائیگا دوسرے کی مع اوسکے ۷۲ تن ساتھیوں کے بیابان میں شہادت ہوگی۔ ان مخالفین اولاد نبی اور مفسدین کا سردار پیوستہ ابرو۔ لاغر جسم اور معمر ہوگا۔ یہ زمانہ زحل کی حکومت کا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ جو حق کی طرفداری کرے اور حق حقدار کو دلوانا چاہے وہی برباد و ہلاک ہوجائے مکر وحیلہ کا زور بڑھے۔ لیکن یہ بات بہت مدت تک نہ رہیگی۔ ہمارا دین اور کمزور ہوگا۔ اور ملک بھی عربوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ جہاں کے یکے بعد دیگرے ۴۲ آدمی بادشاہی کریں گے (زجاماسپ نامہ مترجمہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

مقدمہ چودہواں آنحضرت سرور عالم کی بعثت پر توریت وانجیل سے بشارتیں

توریت سے اِنَّ الرَّبَّ تعالےٰ اَقْبَلَ مِنْ طُورِ سِیْنَا وَ طَلَعَ اِلَیْنَا مِنْ سَاعِیْرَ وَ ظَهَرَ مِنْ جِبَالِ فَارَان (تحفۃ الاریب فی الرد علے اہل الصلیب ص۵۸ مصنفہ مسٹر عبد اللہ[ف۵] عیسائی الاصل جدید الاسلام بحوالہ توریت فصل تینتیس ۳۳ کتاب پانچویں) جَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ سِیْنَا وَ اَشْرَقَ مِنْ سَاعِیْرَ وَ اسْتَعْلَنَ مِنْ فَارَان (مراصد الاطلاع در لغت فاران منقول از توریت) اور یہ وہ برکت ہے جو موسے مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور

ف۵ میورقہ جس کو میورقہ بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں مجورکا۔ اور یتونبہ جسکو انگریزی میں بلونیہ کہتے ہیں دونوں اندلس میں ہیں ۱۲

ف۵ یہ شخص جزیرہ میورقہ کا رہنے والا ہے اور یہ جزیرہ اندلس سے جانب مغرب واقع ہے نام اپنا عبد اللہ اور باپ کا عبد اللہ ترجمان لکھا ہے اپنے مذہب کا عالم تھا اور شہر تیونس کے رئیس کی ہدایت پر مسلمان ہوا [illegible] عبد اللہ نے اس سے [illegible] سال تحصیل علم [illegible] تحفۃ الاریب [illegible] خلیفہ [illegible] العباس [illegible] عہد میں [illegible]

اوس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے
وہ جلوہ گر ہوا (توریت کتاب استثنا باب ۳۳ ص ۳۲۵ مطبوعہ پنجاب بیبل سوسائٹی) مسٹر عبداللہ
صاحب تحفۃ الاریب میں اور یاقوت رومی مراصد الاطلاع میں لکھتے ہیں کہ طور سینا ایک پہاڑ
ہے شام میں جس پر حضرت موسےٰؑ پر وحی نازل کی گئی تھی۔ اور ساعیر جس کا ترجمہ اردو میں
شعیر کیا ہے وہ ایک پہاڑ ہے بقول عبداللہ مذکور کے شام میں اور بقول یاقوت مذکور کے
فلسطین میں جو درمیان عکہ اور طبریہ کے ایک قریہ ہے توابع ناصرہ سے جسکی طرف نصارے
کی نسبت دی جاتی ہے۔ اور یہی بیان صحیح ہے اور دین حضرت عیسےٰؑ یہیں ظاہر ہوا۔ اور
فاران یا تو خود مکہ ہے یا وہاں کے پہاڑوں کا نام ہے جو دین اسلام کے ظہور کی جگہ ہے۔
مسٹر عبداللہ لکھتے ہیں کہ خدا کے آنے سے مقصود اوس کے دین کا ظاہر ہونا ہے۔ کیونکہ خدا
آنے اور جانے سے منزہ اور پاک ہے اس لئے کہ حرکت اور سکون جسم کے لوازم سے ہے
اس عبارت سے خداوند عالم کی غرض تین نبیوں کی بعثت اور مقام بعثت کو بیان کرنا ہے
حضرت موسےٰؑ کی بعثت کو طور سینا سے اور حضرت عیسےٰؑ کی بعثت کو ساعیر سے اور حضرت سرور عالمؐ
کی بعثت کو فاران یعنی مکہ سے ہمنے توریت کی دو عربی عبارتوں کو دو غرض سے نقل کیا ہے ایک
اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ باوجود اختلاف الفاظ اور اختلاف مترجمین توریت اور اختلاف
مقامِ یاقوت و عبداللہ کے اور اختلاف زمانہ ان دونوں کے معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس واسطے
اصل معنی کے متعلق ایک عبارت دوسری عبارت کی موید ہے۔ کیونکہ یاقوت رومی سنہ ۶۲۶ھ
میں مرا ہے۔ اور عبداللہ نے سنہ ۸۲۶ھ کے بعد تحفۃ الاریب کو لکھا ہے اور دونوں نے توریت
ہی سے عبارت نقل کی ہے پس باوجود طول زمانہ اور اختلاف الفاظ وغیرہ کے تینوں انبیاء کے
متعلق پیشگوئی میں معنوی کوئی اختلاف آٹھویں صدی تک کی عربی توریتوں میں نہیں ہوا۔
دوسرے اس غرض سے نقل کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ توریت کا ترجمہ جو اردو میں کیا گیا ہے
اوس میں حضرت سرور عالمؐ کے متعلق پیشگوئی کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ دونوں عبارتوں
میں لفظ سینا اور ساعیر کے بعد لفظ (و) موجود ہے۔ اور ترجمہ میں حضرت موسےٰؑ اور حضرت
عیسےٰؑ کی پیشگوئیوں کے درمیان جو (و) ہے اوس کا معنی لکھا ہے لیکن فاران سے پہلے جو (و) ہے اس کا معنی چھوڑ کر فاران کے بعد لفظ (ہی)
بڑھا دیا ہے جو حصر کے لئے ہے اور غرض یہ ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دے کر یہ ثابت کیا جائے
کہ ساعیر اور فاران ایک چیز ہے۔ حالانکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا کہ ساعیر یا شام میں ہے

یا فلسطین میں ۔ اور فاران یا خود مکہ کو کہتے ہیں یا مکہ کے پہاڑ کو ۔ ۲ اے ابراہیم اسمٰعیل کے حق میں تیری (دعا) سنی دیکھ میں اوسے برکت دونگا اور اوسے برومند کروں گا اور اوسے بہت بڑھاؤں گا اور اوس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اوسے بڑی قوم بناؤنگا (توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰) ائمہ اولاد حضرت سرور عالم کے سوا اولاد حضرت اسمٰعیل سے بارہ سردار دوسرے نہیں ہوئے ۔

انجیلی بشارتیں

۱ حضرت عیسٰیؑ فرماتے ہیں کہ البار ۱ قلیط ھو الذی یرسلہ ابی فی آخر الزمان وھو یعلمکم کل شئ (تحفۃ الاریب بحوالہ انجیل یوحنا فصل ۱۴) یعنی بارقلیط وہی ہے جس کو میرا باپ آخر زمانہ میں بھیجے گا اور وہی تم کو سب چیزیں تعلیم کریگا ۔ اردو انجیلوں میں اس مقام پر یوں لکھا ہے لیکن مددگار ۲ یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائیگا (پھر چند سطروں کے بعد لکھا ہے) کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اوس کا کچھ نہیں (انجیل یوحنا باب ۱۴) اس عبارت میں بارقلیط کا معنی مددگار لکھا ہے اور حاشیہ میں وکیل یا شفیع لکھا ہے ۔ یہاں تک تو غنیمت تھا کیونکہ حضرت سرور عالم ترویج دین خدا میں مددگار حضرت عیسٰیؑ کہے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور حضرت کے شفیع امت ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ہے لیکن مطلب کو چھپانے کے لئے لفظ مددگار کے بعد روح القدس لکھدیا ہے ۔ باایں ہمہ اونکی آخری فرمائش یعنی اس کے بعد باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے ۔ مطلب کو پوری طرح روشن کر دے رہی ہے کہ یہ سردار حضرت سرور عالمؐ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عیسےٰ کے بعد حضرت سرور عالم کے سوا دنیا کا سردار کوئی دوسرا نہیں ہوا جس نے اہل دنیا کو سب باتیں سکھائی ہوں اور یاد دلائی ہوں اور اسکے بعد روح القدس سے بھی حضرت ہی مراد ہوں گے اور معنی اس کا بقاعدہ اضافت موصوف بسوے صفت کے پاک روح ہوگا اور آخر میں جو فرمایا کہ مجھ میں اوس کا کچھ نہیں ۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اونکے کمالات مجھ میں نہیں ہیں ۔ ۲ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار ۵ تمہارے پاس نہ آئیگا (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷) ۳ لیکن جب وہ سچائی کا روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا (انجیل یوحنا باب ۱۶

آیت ۱۳ و ۱۴) یہ بشارتیں حضرت سرورِ عالمؐ پر اس وجہ سے مطابق ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کے بعد حضرت سرورِ عالم کے سوا ان اوصاف کا کوئی دوسرا شخص نہیں آیا جس پر یہ چیزیں مطابق ہو سکیں ۱۲

صحیفہ القوق نبی فی آخر الزمان یجئی الرب من القبلة والقدس من جبل فاران (تحفۃ الاریب ص۶۱ بحوالہ صحیفہ البقوق نبی) یعنی آخر زمانہ میں دین پروردگار قبلہ کی طرف سے اور پاک شخص فاران (مکہ) کے پہاڑ سے آئیگا۔ اردو توریت میں یوں ہے خدا تیمان سے اور وہ جو مقدس ہے کوہ فاران سے آیا (کتاب حبقوق نبی باب۳ آیت ۳) اس عبارت میں سے آخر زمانہ کا ذکر نکال دیا ہے اور آئیگا کی جگہ پر آیا کر دیا ہے۔ لیکن میرا مطلب حاصل ہے کیونکہ علاوہ اسکے کہ یقیناً ہونے والی بات کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کرنا ہر زبان میں بکثرت مروج ہے قیامت اور عذاب وغیرہ کے بارے میں ایسی تعبیریں قرآن مجیدؑ میں بھی موجود ہیں۔ کوہ فاران سے حبقوق نبی کے بعد حضرت سرورِ عالمؐ کے سوا کوئی مقدس ہستی نہیں آئی۔

مقدمہ پندرہواں | **مکاشفہؑ جناب یوحنؑا سے بشارت**

یوحنا بیان کرتے ہیں کہ۔ اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورتؑ سورجؑ کو اوڑھےؑ ہوئے اور چاندؑ اوسکے پانوں تلے اور اوسکے سر پر بارہؑ ستاروں کا تاج تھا اور وہ حاملہؑ تھی اور دردؑ سے چلاتی اور جننےؑ کو اینٹھتی تھی پھر ایک اور نشان آسمان پر

ف۵ یعنی بعثت کی ضرورت تھی ۱۲

ف۵ زمانہ بعثت کا بہت قریب تھا ۱۲

ف۱۰ حضرت سرورِ عالم مبعوث ہونے ہی کو تھے ۱۲

ع جیسے اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ یعنی خدا کا عذاب آ گیا پس جلدی اوسکی نہ کرو اور فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُھَا یعنی قیامت کی علامتیں یقیناً آ گئیں۔ حالانکہ معلوم ہے کہ بہت سی علامتیں ابتک باقی ہیں ع یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اوسے دیا تا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضروری ہے دکھاوے اور اوس نے اپنے فرشتہ کو بھیجکر اوسکی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا (مکاشفہ یوحنا باب۱ آیت۱) ۱۲ منہ ف خواب مثل خواب رسول اللہؐ متعلق شجرہ ملعونہ جسمیں کنایات و اشارات مجسم ہو کر دکھائی دیتے ہیں جیسے دشمن سانپ کی صورت میں اور اولاد پھل وغیرہ کی صورت میں ع حضرت عیسٰیؑ کے مقرب شاگرد جو اونکے اوٹھائے جانیکے بعد عرصہ تک زندہ رہے ع نبوت جو برعایت اولاد کے عورت قرار دیگئی ع نصرت و حمایت پروردگار ع عورت کو گھیرے ہوئے تھی ع حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ع بارہ ستارے۔ بارہ سردار (ائمہ اہلبیت) ہیں خداوند عالم اپنے خلیل حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے۔ اے ابراہیم! اسمعیل کے حق میں میں نے تیری (دعا) سُنی دیکھ میں اُسے برکت دونگا اور اوسے برومند کرونگا اور اوسے بہت بڑھاؤنگا اور اوس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اوس سے بڑی قوم بناؤں گا (توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ - آیت ۲۰)

دیکھائی دیا اور دیکھو ایک بڑا سرخ اژدہا[10] جس کے سات سر[11] اور دس[12] سینگ اور اوس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اوسکی دُم[13] نے آسمان کے تہائی ستارے[14] کھینچے اور اونھیں زمین پر ڈالا - اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا[9] تاکہ جب وہ جنے تو اوس بچے کو نگل جائے[10] اور فرزند[11] نرینہ جنی جو کہ لوہے کا عصا[12] لیکے سب قوموں پر حکومت کریگا اور اوس کا لڑکا خدا کے اور اوسکے تخت کے آگے اوٹھالیا گیا[13] - اور وہ عورت[14] بیابان[15] میں جہاں اوسکی جگہ تھی جو خدا نے تیار کی تھی بھاگ گئی تاکہ وہاں وے ایک ہزار[16] دو سو ساٹھ دن تک اوسکی پرورش کرے - پھر آسمان پر لڑائی ہوئی[17] میکائیل[18] اور اوسکے فرشتے اژدہے سے لڑے اور اژدہا[19] اور اوس کے فرشتے لڑے لیکن غالب[20] ہوئے اور نہ آسمان[21] پر اونکی پھر جگہ ملی سو بڑا اژدہا نکالا گیا وہی پرانا[22] سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور جو سارے[23] جہان کو دغا دیتا ہے وہ زمین پر گرایا گیا اور اوسکے فرشتے بھی اوس کے ساتھ گرائے گئے - پھر[24] میں نے ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سُنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اوسکے مسیح کا اختیار بھی کیونکہ ہمارے بھائیوں پر تہمت[25] لگانے والا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اون پر تہمت لگاتا تھا گرایا گیا اور اونھوں نے برّے[26] کے لہو کے سبب اور اپنی گواہی کی بات کے باعث اوسکو[27] جیت لیا اور اونھوں نے اپنی جانوں کو مرنے تک عزیز[28] نہ جانا اس واسطے تم اے آسمانوں اور اون پر کے رہنے والو خوشی کرو افسوس اون پر جو خشکی اور تری کے رہنے والے ہیں - اس لئے کہ ابلیس بڑے غصہ سے تم پر اوترا کہ وہ جانتا ہے کہ اوسکے لئے تھوڑی مہلت[29] باقی ہے اور جب اوس اژدہے نے دیکھا کہ میں زمین پر گرایا گیا تو اوس نے اوس

---

[7] خانۂ نبوت کے بارہ ائمہ میں سے چار امام یعنی [1] حضرت امام حسنؑ کو معاویہ نے [2] حضرت امام حسینؑ کو یزید نے [3] حضرت امام زین العابدین کو ولید بن عبدالملک نے [4] امام محمد باقرؑ کو ہشام بن عبدالملک نے [8] قتل کیا [9] یعنی کفار قریش کی باطنی خباثت اور دینِ خدا سے عداوت نے اونکو تیار کر رکھا تھا [10] کہ خادمانِ دینِ خدا کو ہلاک کریں جیسا کہ بعد بعثت کے ظاہر ہوا [11] حضرت رسولؐ مبعوث کر دیئے گئے [12] [13] تلوار [14] معراج ہوئی [14] نبوت [15] شعب ابوطالب [16] ۳ برس ۶ مہینے اور حدیثوں میں دو اور تین اور چار سال لکھا ہوا ہے اس لئے منافات نہیں [17] خانۂ نبوت میں جو آسمانِ عزت و شرافت ہے [18] جناب ابوطالبؑ و دیگر بنو ہاشم سے [19] سردار قریش اور اونکے اتباع سے دربارۂ حضرت رسولؐ زبانی نزاع ہوئی [20] قریش مغلوب ہوئے [21] اور بیت الشرف نبوت سے ذلیل ہو کر نکالے گئے [22] قدیم کفار قریش [23] ذلیل کئے گئے [24] جب حضرت ابوطالب نے حضرت رسول اللہؐ کو علانیہ تبلیغ و ترویج دین خدا کی اجازت دیدی

[5] خونی [6] تیلیا کفار قریش جن کے افسر حضرت عمر تھے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ کنت اشد الناس علیٰ رسول اللہ یعنی حضرت رسولؐ کے فکر قتل اور ایذا رسانی میں برنسبت دوسروں کے میں زیادہ سخت تھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ چھاپہ مجیدی کانپور و ازالۃ الخفا فارسی صفحہ ۲۲ مقصد اول سطر ۲۱) اور بعد حضرت رسولؐ کے اہلبیت کے حق میں سخت تھے (دیکھو قصہ سقیفہ مرشدین) [3] تینوں خلفا اور معاویہ اور یزید اور عبداللہ بن زبیر اور مروان [4] عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابوالبختری ابن ہشام ابوجہل

عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی ستایا[۴۱] اور اوس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیئے گئے تاکہ وہ اوس سانپ کے سامنے سے بیابان[۴۲] کو اپنے مقام تک اڑجائے جہاں ایک[۴۳] زمان اور دو زمان اور نیم زمان تک اوسکی پرورش (حفاظت) مقرر رکیگئی۔ پھر اوس سانپ نے اپنے منہ سے[۴۴] پانی ندی کے مانند اوس عورت کے پیچھے بہایا تاکہ ایسا ہوئے کہ اوسے ندی بہالیجائے۔ پر زمین[۴۵] نے اوس عورت کی مدد کی کہ زمین نے اپنا منہ کھولا اور اوس ندی کو جو اژدہے نے اپنے منہ سے بہائی تھی پی لیا اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا اور اوسکی باقی اولاد[۴۶] سے جو خدا کے حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی[۴۷] رکھتے ہیں لڑنے گیا[۴۸] (انجیل۔ یوحنا کا مکاشفہ باب ۱۲ ص ۴۲۳)

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد یوحنا کی سند ریحہ بالا تقریر حضرت سرورِ عالم اور اونکی اولاد امجاد کے واقعات سے پوری پوری مطابق ہے جو نہ تو سوا ان حضرات کے کسی دوسرے پر مطابق ہو سکتی ہے اور نہ یوحنا کے بعد سوا ان حضرات کے یہ واقعات کسی دوسرے کے لئے درپیش ہوئے مکاشفہ کی باقی ماندہ تقریر سے جو نیچے لکھی جارہی ہے ہمارے اس بیان کی مزید تائید ہو جائیگی اور یقین ہو جائیگا کہ اس مکاشفہ میں سوا ان حضرات اور انکے دشمنوں کے کوئی دوسرا

۵۰ اور ذوالفقار حیدری نے اس دری میں آگ لگادی

۵۰ طرح طرح سے ایذا رسانی اور قتل و غارت کرنے لگے ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) ۲۵ حضرت سرورِ عالم کو ساحر کاذب۔ مجنون کہنے والے ۲۶ شہادت حسینؑ ۲۷ میدان دینِ خدا کو ۲۸ حضرت رسولؐ لڑائیاں لڑنے پر آمادہ ہوگئے ۱۲ (راحت حسین) یہ واقعات مشہور اور تاریخی ہیں اس لئے صرف اشارہ کافی ہے) ۲۹ کیونکہ حضرت ابوطالبؑ جو سرپرست تھے اونکا انتقال ہوگیا اور حضرت کے پیرو بھی ابھی کم تھے ۴۰ طرح طرح سے ستایا کوڑا اوڈالدیتے تھے راہ پر کانٹا ڈالدیتے تھے نماز کی حالت میں اونٹ کا معدہ اور آنت وغیرہ اوپر ڈالتے تھے یہاں تک کہ شب ہجرت قتل پر آمادہ ہوگئے ۴۲ غار ثور میں بارادہ ہجرت ۴۳ جہاں ساڑھے تین دن قیام کیا ۴۴ **پانی ندی کے مانند۔ بنو امیہ اور اونکے اعوان ہیں** پھر اوس (فرشتہ) نے مجھ سے کہا کہ وہ پانی جو تو نے دیکھے وہ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان (عرب) ہیں (مکاشفہ یوحنا باب ۱۷۔ آیت ۱۵) ۴۶ **باقی اولاد مسیح کی گواہی رکھنے والے۔ خدا کے سچے فرمانبردار اور خلق کے ہادی ائمہ اہلبیتؑ ہیں** یوحنا بیان کرتے ہیں کہ میں اوس (فرشتہ) کے پاؤں پر (جو خواب دکھا رہا تھا) اوسے سجدہ کرنے کو گرا اور اوس نے مجھ سے کہا کہ خبردار ایسا نہ کر کہ میں تیرا اور تیرے اون بھائیوں (ائمہ اہلبیتؑ) کا جنکے پاس یسوع مسیح کی گواہی ہے ہم خدمت ہوں (معرفت و عبادت پروردگار اور ہدایت خلق میں) مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۰ (اے محمدؐ) تیرے بیٹے (داماد اور اونکی اولاد) تیرے باپ دادوں (اسمٰعیل و ابراہیم علیہم السلام وغیرہ) کے قائم مقام ہونگے اور تو اونھیں تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا (زبور ۴۵ آیت ۱۶)

مقصود نہیں ... ہا جس کے سار میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے
نکلتے ہوئے ... مکاشفہ کا یہ ہے۔ او ... نے آسمان کے سر تھے اور اوسکے سینگوں پر دس تاج اور
اوسکے سروں پر کفر ... سینگ اور سات ... گے جو جننے ... ن میں نے دیکھا اوسکی شکل تینددوے کی سی
تھی اور پانوں ریچھ ... اس اژدہے نے اپنی قدرت اور اپنا تخت
تھے اور جو حیوان ... لوکہ لوہے کا ...

لہ عبدالملک اس کا قوی شکل سا اور اوسکے آگے اور جس کا پانی مثل ندی کے بہایا گیا یعنی کفار عرب قریش و غیر قریش

سے وہ سات سر اور دس ... وہاں بارہ بادشاہ بنوامیہ ہیں۔ میں اوس عورت (نبوت

اور اوس حیوان (عبد الملک) کا جس پر ... سوار ہے (یعنی مسلط ہے اور وہ حیوان بظاہر اپنے کو اوسکا
تابع بتاتا ہے۔ جیسا کہ مہادیو کے بیان میں صـ۴۳ میں گذرا کہ ظاہر میں مہامت کے دین میں رہیں گے)، اور جس کے
سات سر اور دس سینگ ہیں تجھے بھید بتاتا ہوں (مکاشفہ باب۱۷ آیت ۷)، یہی موقع ہے اوس ذہن کا جس میں
حکمت ہے وہ ساتوں سر سات پہاڑ ہیں جن پر وہ عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ سات بادشاہ بھی ہیں (مکاشفہ
باب۱۷ آیت ۹) اور جو حیوان (عبد الملک) پہلے تھا اور اب نہیں وہ آٹھواں ہے اور اون ساتوں میں (مروان) سے
پیدا ہوا اور ہلاکت میں پڑیگا اور وہ دس سینگ جو تو نے دیکھے دس بادشاہ ہیں (مکاشفہ باب۱۷ آیت ۱۱) ان سب
کی ایک ہی رائے ہوگی اور وہ اپنی قدرت اور اختیار اوس حیوان کو دینگے وہ برّے سے (اوس کا دین مٹانے کے لئے)
لڑینگے اور برّہ (اپنے دین کی حفاظت میں)، اون پر غالب آئیگا کیونکہ وہ خداوندوں کا خدا اور بادشاہوں کا بادشاہ
ہے اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار (یعنی شیعے) اوس (برّہ یعنی حسینؑ) کے ساتھ ہیں وہ بھی (اپنے
دین کی حفاظت میں) غالب آئیں گے۔ پھر اوس (فرشتہ) نے مجھ سے کہا کہ جو پانی تو نے دیکھے جن پر کسبی بیٹھی ہوئی ہے
وہ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان (عرب) ہیں اور جو دس سینگ تو نے دیکھے وہ اور حیوان (عبد الملک) اس
کسبی (نبوت) سے عداوت رکھیں گے اور اوسے بیکس اور (خلعت عزت و سلطنت سے) ننگا کردینگے اور اوس کا گوشت
کھا جائیں گے (یعنی کمزور کردینگے) اور اوسکو آگ میں جلائیں گے۔ کیونکہ (اذکا) خدا (شیطان) اون (دسوں) کے
دلوں میں یہ ڈالیگا کہ وہ اوسی (حیوان) کی رائے پر چلیں اور جب تک خدا کی باتیں پوری نہ ہولیں وہ متفق الرائے ہو کر اپنی بادشاہت
اوس حیوان کو دے دیں گے (یعنی اوسکی روش اور خواہش کو پوری کریں گے) اور وہ عورت جسے تو نے دیکھا وہ بڑا شہر
(شہر علم انا مدینة العلم) ہے جو زمین کے بادشاہوں پر حکومت کرتا ہے (مکاشفہ باب۱۷ آیت ۱۲ لغایت ۱۸)

۵ گندہ جیسی طرح شیر گندہ دہنی میں مشہور ہے عبدالملک بھی اوسی طرح مشہور ہے یہاں تک کہ اگر مکھی بھی اسکے منہ کے سامنے جاتی تھی تو شدت بدبو سے مرجاتی تھی

نلہ قریش

للہ قتل و خونریزی و قساوت قلبی ۱۲

۵ یعنی صاحب ریاست و حکومت ۶ یعنی خدا کی نافرمانی ۷ یعنی بدخلق اور خونریز اور بدمزاج مثل تیندوے کے
اپنے مرنے کے وقت اپنے بیٹے ولید کو ہدایت کی کہ تیری بیعت سے جو انکار کرے اوسکو قتل کرنا۔ اور مزہ یعنی تیندوے کا چمڑا پہن لینا
(یعنی مثل تیندوے کے درندہ بن جانا (تاریخ الخلفاء حال عبدالملک) اور ظاہر ہے کہ جو شخص ولیعد کو تیندوا بننے کی ہدایت
کرے وہ خود کیوں نہ بنا ہوگا درحالیکہ ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو جنمیں صحابہ بھی تھے گھر پر قتل کرایا ۱۲ راحت حسین
۵ زخم ڈالنے والے ۱۲

اور بڑا اختیار اوسے دیدیا اور میں نے اوس کے سروں میں سے ایک پر گویا زخم کاری لگا ہوا دیکھا مگر اوس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اوس حیوان کے پیچھے پیچھے ہولی اور چونکہ اوس اژدہے نے اپنا اختیار اوس حیوان کو دے دیا تھا۔ اس لئے اونھوں نے اژدہے کی پرستش کی اور اوس حیوان کی بھی یہ کہکر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے کون اوس سے لڑ سکتا ہے اور بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اُسے ایک منہ دیا گیا اور اوس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے منہ کھولا کہ اوسکے نام اور اوس کے خیمے یعنی آسمان کے رہنے والوں کی نسبت کفر بکے اور اوسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور اون پر غالب آوے اور اُسے ہر قبیلہ اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا اور زمین کے وہ سب رہنے والے جن کے نام اوس برّے کی کتاب حیات میں لکھے نہیں گئے جو بنائے عالم کے وقت سے ذبح ہوا ہے۔ اوس حیوان کی پرستش کرینگے۔ پھر میں نے ایک اور حیوان کو زمین میں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اوس کے برّے کے سے دو سینگ تھے اور اژدہے کی طرح بولتا تھا۔ اور یہ پہلے حیوان کا سارا اختیار اوس کے سامنے کام میں لاتا تھا اور زمین اور اوسکے رہنے والوں سے اوس پہلے حیوان کی پرستش

عہ جاحظ نے کہا کہ عبد الملک قریش کا نیزہ اور تلوار تھا خیالات اور ارادوں میں (عقد الفرید جلد ۳ ذکر حجاج)

عسہ یعنی معویہ نے بحیلہ و تدبیر حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوا کر سلطنت کو واپس لیا جس پر اوس کے پیرو تعجب کرتے تھے اور ہوشیاری سمجھے تھے ۱۲ سے عبد الملک قرآن تلاوت کر رہا تھا کہ خلافت کی خوش خبری اوسکو دیگئی تو قرآن سر ایہ دین و ایمان سے خطاب کرکے کہا کہ ہم اور تم یہ آخری ملاقات ہے (تاریخ الخلفاء) احکام خدا بیان کرنے سے لوگوں کو منع کر دیا (تاریخ الخلفاء) کہا کہ جو ہم کو خدا سے ڈرنے کا حکم کریگا اوسکو قتل کرینگے ولید سے کہا کہ میرے بعد تلوار کاندھے پر رکھے رہنا جو مقابل ہو اوس کو قتل کرنا اور جو مقابل نہ ہوگا وہ اپنے درد دل سے خود ہی مرجائیگا۔ حجاج قصر عبد الملک کے طواف کو قبر رسولؐ کے طواف سے بہتر جانتا تھا۔ حضرت رسولؐ کو گلی ہوئی ہڈیاں کہا کرتا تھا۔ (عقد الفرید جلد ۳) ۱۲ منہ ۹ علم پروردگار میں اور حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت سرور عالمؐ تک اکثر انبیاء کو اسکی خبر دیگئی اور وہ روئے ۱۰ حجاج بن یوسف ثقفی ۱۱ یعنی اسکی قساوت اور خباثت اس کے اگلوں اور پچھلوں کی نسبت دُہری تھی چنانچہ جس قدر بندگان خدا کو اس نے قتل کیا اور ستایا دوسروں نے نہ کیا اسی وجہ سے گذشتہ بیان میں دوسروں کو ایک ایک سینگ قرار دیا ہے اور اس کے لئے دو سینگ ۱۲ یعنی آوازہ اس کا بہت ہیبتناک تھا۔ ۱۳ عبد الملک بن مروان ۱۴ یعنی سلطنتِ عبد الملک کے کل اختیارات کو پورا پورا صرف کرتا تھا حالانکہ والی اور محکوم تھا اسی وجہ سے دس تاجداروں میں اسکو بھی شمار کیا ہے ۱۲ ۱۵ عثمان

له یعنی عثمان پر ۲ یعنی مارا گیا اور سلطنت بنو امیہ کے ہاتھ سے نکل گئی ۳ یعنی سلطنت پھر بنو امیہ کے ہاتھوں میں آگئی ۴ پیرو ہو گئے ۵ اولیاء خدا ۶ اولاد امجاد حضرت سرور عالمؐ ۷ حضرت امام حسینؑ ۸ حیات یعنی دین و مذہب کی فہرست میں نہیں ہیں وہ اوسکی پیروی کر... اور جو داخل ہیں اون ... پیرو حیوان ... مذکور نہ ہو... واضح ہے

للعہ حیات ... ایمان ... معنی میں ... موت کو ... ہے دی ... کے معنی ... قرآن ... استعمال ... گیا ہے

کرتا تھا جس کا زخم کاری اچھا ہوگیا تھا اور وہ بڑے بڑے نشان[۱] دیکھاتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمیوں کے سامنے آسمان سے زمین پر آگ[۲] نازل کردیتا تھا۔ اور زمین کے رہنے والوں کو اون نشانوں[۳] کے سبب سے جن کے اوس حیوان کے سامنے دیکھانے کا اوسکو اختیار دیا گیا تھا اس طرح گمراہ کردیتا تھا کہ زمین کے رہنے والوں سے کہتا تھا کہ جس حیوان کے تلوار لگی تھی اور وہ زندہ ہوگیا اوس کا بُت بناؤ۔ اور اوسے اوس حیوان کے بُت میں روح[۴] پھونکنے کا اختیار دیا گیا تاکہ وہ حیوان کا بُت بولے بھی اور جتنے لوگ اوس حیوان کے بت کی پرستش نہ کریں اونکو قتل[۵] بھی کرائے۔ اور اوس نے سب[۶] چھوٹوں بڑوں دولتمندوں اور غریبوں آزادوں اور غلاموں کے دہنے ہاتھ یا اون کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرادیا تاکہ اوس کے سوا جس پر نشان یعنی اوس حیوان کا نام یا اوس کے نام کا عدد ہو۔ اور کوئی خرید فروخت نہ کرسکے۔ حکمت کا یہ موقعہ ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اوس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ہے (مکاشفہ یوحنا باب ۱۳ صفحہ ۴۴) واضح ہو کہ ہم نے اس مکاشفہ کی شرح بنظر اختصار اور پھر اس خیال سے کہ جو مضامین اس میں بیان کئے گئے ہیں مشہور ہیں۔ تھوڑی تھوڑی لکھی ہے۔ جو صاحب تفصیل کے خواہاں ہوں کتاب تصدیق الاسلام مصنفہ جناب مولوی سید حمزہ علی صاحب رئیس امروہہ کو ملاحظہ کریں۔ چونکہ میں نے شرح مکاشفہ میں اون کے بیانات سے مضامین بہت کم لئے ہیں اس لئے میرے اور اون کے بیان میں کسی قدر اختلاف ضرور ہے لیکن واقعات مندرجہ مکاشفہ کو اونھوں نے بہت مفصل لکھا ہے۔ ہاں چند امر لائق بیان ہیں ایک یہ کہ اس مکاشفہ میں جہاں جہاں لفظ حیوان مذکور ہے اوس سے ہر وہ شخص مقصود ہے جس نے انسانی صفات یعنی خداشناسی اور خداترسی چھوڑ کر بہیمیت اور درندگی اختیار کی ہو۔ اسی وجہ سے ایک جگہ ایک شخص مقصود ہے اور دوسری جگہ دوسرا شخص اور تیسری جگہ تیسرا شخص دوسرے یہ کہ اس مکاشفہ کے پہلے ٹکڑے کے ابتدا میں سرخ اژدہے سے خونی اور خونریز قریش کو مراد لیا ہے اور اوس کے لئے سات سر تاجدار یعنی بادشاہ اور دس سینگ غیر تاجدار قرار دیا ہے۔

---

۵ حجاج صحابہ اور تابعین اور عام لوگوں سے پوچھتا تھا کہ تم مومن ہو یا کافر یعنی عبد الملک کی مخالفت کو سبب کفر سمجھتے ہو یا سبب ایمان لیس جو شخص مخالفت کو سبب کفر بتاتا تھا اوس کو رہا کردیتا تھا اور جو سبب ایمان بتاتا تھا اوسکو قتل کرتا تھا (عقد الفرید جلد ۳ ذکر حجاج صفحہ ۲۵۶)

اون سروں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو زمانہ کفر قریش میں سن رسیدہ اور معمر تھے اور بادشاہ ہونے والے تھے اور سینگوں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو بادشاہ ہونے والے نہ تھے لیکن حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد کے سخت دشمن تھے اور دوسرے ٹکڑے کے ابتدا میں ایک شخص کو حیوان سے تعبیر کیا ہے جس سے عبدالملک ابن مروان مقصود ہے جسکی توضیح عنقریب آئیگی اور اوس کے لئے سات سر اور دس سینگ تاجدار قرار دیا ہے۔ ان سات سروں سے تو وہی مقصود ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور دس سینگوں سے وہ دس خلفاء مقصود ہیں جو عبدالملک کے بعد بادشاہ ہوئے اور آسمان عزت یعنی خانہ نبوت کے ایک تہائی ستاروں یعنی چار اماموں کو قتل کیا تیسرے یہ کہ اس حیوان کے نام کا عدد چھ سو چھیاسٹھ بتایا ہے اور اوس کے سمجھنے کو سمجھداروں کی سمجھ پر چھوڑا ہے اور تاریخ کی کتابیں اس امر پر بہتر شاہد ہیں کہ حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد سے کسی غیر قریش[5] اور غیر مسلم بادشاہ نے مستقلاً نہ عداوت کی نہ ستایا نہ قتل کیا اس لئے یقیناً وہی لوگ مقصود ہوں گے جنھوں نے یہ نالائق حرکتیں کیں۔ اس حیوان کے سروں میں سے ۱ معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور خبر شہادت سنکر سجدہ شکر کیا اور ۲ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور اوسکے سینگوں میں سے ۱ اسکے بیٹے ولید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو شہید کیا اور ۲ اسکے دوسرے بیٹے سلیمان نے حضرت امام باقر علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور ان حضرات کو ستانے اور ایذا دینے میں اس کے سر اور سینگ اپنے کفر اور زبانی اسلام کے زمانہ میں سب کے سب شریک رہے۔ دیکھو کتب تواریخ سنی و شیعہ وکتب احادیث فریقین۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ ان حضرات کے دشمن مسلمان ہی بادشاہ تھے تو اب تم خود تلاش کرو کہ وہ اٹھارہ بادشاہ کون گذرے ہیں جو اپنے کو مسلمان سمجھتے تھے جنمیں سے ایک کے نام کا عدد ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ہے اور سات بادشاہ اوسکے قبل گذرے ہیں اور دس اوسکے بعد اور اپنے کفر اور زبانی اسلام دونوں ہی زمانہ میں حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد کی دل آزاری میں سب کے سب ایک روش پر چلے ہیں اگرچہ اس ظالمانہ حرکت میں بنو عباس بھی تیمی اور عدوی اور بنو امیہ کے شریک رہے ہیں لیکن چونکہ اس کا سنگ بنیاد پہلے پہل تیمی اور عدوی سرنے رکھا اور بنو امیہ نے اوس عمارت کو پورا اور مضبوط کیا اس لئے نگاہ پروردگار میں یہی لوگ زیادہ تر لائق ذکر ٹھہرے اور بنو عباس تابع صرف ہونے کی وجہ سے حکم تبعیت میں رکھے گئے کیونکہ تابع کا فعل درحقیقت متبوع اور حاکم کا فعل سمجھا جاتا ہے چوتھے یہ کہ وہ حضرات

[5] گو بعض یہودی غیر قریشی بھی حضرت سرور عالم سے لڑے تھے لیکن محرک اور اصل منشاء اوس جنگ کے قریش ہی تھے ۱۲ منہ

خوب واقف ہیں جو علم رجال اور علم انساب سے اطلاع رکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جن کا نام مع اون کے باپ کے نام کے دوسروں میں مشترک پایا جاتا ہے۔ لیکن تین طبقے تک کے نام کی شرکت یا تو معدوم ہے یا شاذ و نادر اور نام سے شناخت مطلوب ہوتی ہے۔ پس درحقیقت نام وہی ہے جو پہچنوادے اور شرکت اور شبہ کو رفع کردے اس واسطے اس مکاشفہ میں خود حیوان اور اوس کے باپ اور دادا تینوں کے نام کو بمنزلہ ایک نام کے قرار دیکر اوس کا عدد ۶۶۶ بتایا ہے جسکی تفصیل یہ ہے :-

عبد	الملک	بن	مروان	بن	حکم	میزان
۷۶	۱۲۱	۵۲	۲۹۷	۵۲	۶۸	۶۶۶

واضح رہے کہ لفظ ابن جب دو لفظوں کے درمیان میں واقع ہوتا ہے تو اوس کا الف گر جاتا ہے اور گر جانے کے بعد شمار میں نہیں آتا پانچویں یہ کہ اس مکاشفہ میں لفظ حیوان سولہ مرتبہ مذکور ہوا ہے۔ ان میں سے ساتویں حیوان سے حجاج بن یوسف ثقفی مقصود ہے اور نویں۔ گیارہویں۔ بارہویں تیرہویں سے تیسرا (یعنی خلیفہ عثمان اور باقی کل حیوانوں سے عبد الملک۔ اور حجاج انھیں دونوں کی پرستش کرانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اطاعت نہ کرتا تھا اوس کو قتل کرتا تھا چنانچہ عثمان کے متعلق عطار بن سائب بیان کرتے ہیں کہ ہم اور ابوالبختری بیٹھے ہوئے تھے اور حجاج خطبہ پڑھ رہا تھا تو اوس نے اپنے خطبہ میں بیان کیا کہ "عثمان مثل حضرت عیسےٰ کے ہیں جن کے حق میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم تمہاری روح قبض کرینگے اور اپنے پاس اوٹھالیں گے اور کافروں کے الزام (غصب مال بیت المال) سے پاک کریں گے اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے کافروں (یعنی تمہارے مخالفوں) پر بڑھا ہوا رکھیں گے"۔ تو ابوالبختری نے کہا کہ قسم ہے مالک کعبہ (یعنی خدا) کی کہ یہ کفر بک گیا (عقد الفرید جلد ۳ ذکر کفر حجاج صفحہ ۲۵۴) اور عبد الملک کے متعلق ربیع بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ وائے ہو تم پر یہ بتاؤ کہ تمہارا خلیفہ اور جانشین تمہارے نزدیک زیادہ عزت رکھتا ہے یا تمہارا قاصد پیغامبر چھٹی رسان (مطلب اوس کا یہ تھا کہ حضرت سرور عالم خداوند عالم کے قاصد اور پیغامبر ہیں اور عبد الملک خدا کا خلیفہ اور جانشین۔ اس واسطے خدا کے نزدیک عبد الملک حضرت سرور عالم سے معاذ اللہ افضل ہے) ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے اوس کا یہ مطلب سمجھا اور اوس سے کہا کہ ہم خدا سے عہد کرتے ہیں کہ تیرے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے اور اگر کسی کو تجھ سے لڑتا ہوا دیکھینگے تو اوس کے ساتھ تجھ سے لڑیں گے۔ چنانچہ دیر جماجم[1] میں اوس سے لڑے اور قتل کیے گئے۔

[1] جماجم جمع ہے جمجمہ کی اور جمجمہ کھوپڑی کے پیالے کو کہتے ہیں جو ... سات فرسخ ... کوفہ سے ... ایک موضع ہیں ... کرتا تھا ... کسی وجہ ... اوس کو دیر جماجم کہنے ... ۱۲ منہ

(عقد الفرید جلد ۳ ذکر کفر حجاج صفحہ ۲۵۵) چھٹیں یہ کہ دو حیوان یعنی عبد الملک اور حجاج کی کج رفتاریوں کے متعلق اس مکاشفہ میں بعض چیزیں خصوصیت سے ذکر کی گئی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر حالتیں ان دونوں کی ذکر کر دی جائیں۔

عبد الملک کے فاسدانہ خیالات اور نالائق حرکتیں

نمبر۱ جس وقت اس کو خلافت کی خوشخبری دیگئی اوس وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا خوشخبری سنکر قرآن سے خطاب کر کے کہا کہ یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک واخبار الدول حال عبد الملک) نمبر۲ اور لوگوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص میرے سامنے کلام نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء) نمبر۳ اور اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو حکم خدا بیان کرنے سے روکا (تاریخ الخلفاء) نمبر۴ یزید نے جب عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کے لئے فوج بھیجی تو اوس نے کہا کہ اگر تمام اہل زمین اوس کے قتل پر اتفاق کریں تو خدا اون سب کو منہ کے بھل جہنم میں ڈالیگا اور جب خود بادشاہ ہوا تو فوج بھیجکر ابن زبیر کو خود ہی قتل کیا اور خانہ کعبہ کو خراب و برباد کیا (تاریخ الخلفاء واخبار الدول و تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ حال عبد الملک) ابن زبیر کی نعش یہودیوں کے قبرستان میں پھینکدی گئی (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۳۹ بروایت مسلم) اور لوگ اوسکے نماز جنازہ سے روک دیئے گئے آخر اوسکی ماں نے نماز جنازہ پڑھی (کامل بحوالہ بالا) نمبر۵ خونریزی پر بہت حریص اور مائل تھا (تاریخ الخلفاء) نمبر۶ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو کئی مرتبہ طوق و زنجیر میں جکڑ کر مدینہ سے شام میں طلب کیا (روضۃ الصفاء و شواہد النبوۃ) نمبر۷ حضرت علی علیہ السلام سے اس قدر عداوت رکھتا تھا کہ اون کے نام اور کنیت کا آدمی اپنی فوج میں رہنے دینا پسند نہیں کرتا تھا (تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۷۳) نمبر۸ اس کے جتنے عامل تھے مثل اسی کے سب ظالم اور جابر تھے (اخبار الدول) نمبر۹ اس نے بے حد خونریزی کی اور بہت سے افعال بد کئے (میزان الاعتدال امام ذہبی حال عبد الملک) نمبر۱۰ اسلام میں پہلا غادر یہی ہے (تاریخ الخلفاء) غدر کرنا نفاق کی پہچان ہے (بخاری ذکر علامات نفاق) نمبر۱۱ مرتے وقت اپنے بیٹے ولید کو وصیت کی کہ جو لوگ تیری بیعت قبول نہ کریں اونکو قتل کرنا اور حجاج کو آزاد رکھنا کیونکہ وہ تیرا قوت بازو ہے۔ اور تیندوے کی کھال پہن لینا یعنی درندہ بنکر رہنا (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک) نمبر۱۲ حجاج نے اپنے ایک خط میں خلیفہ کو ملائکہ اور انبیاء و مرسلین سے افضل ٹھہرایا تھا مقصود اوس کا یہ تھا کہ تو ان لوگوں سے افضل ہے تو وہ مضمون اسکو بہت پسند آیا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی خارجی میرے پاس موجود ہوتا تو میں اپنی فضیلت کے ثبوت

میں اسی خط کو پیش کرتا (عقد الفرید جلد ۳ حال حجاج ص۲۵۵) یادگرو مکاشفہ کا مضمون کہ بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اُسے ایک منہ دیا گیا ہے ۱۳ اسکے صرف ایک مقرب عامل یعنی حجاج نے علاوہ اون لوگوں کے جن کو لڑائیوں میں مارا ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو گھروں میں سے گرفتار کرا کر قتل کیا بہتیروں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا اور اسکے مرنے کے بعد تیس ہزار مرد اور بیس ہزار عورتیں اسکے قید خانہ سے نکالے گئے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک) اور عبد الملک اوسکی ان خونریزیوں پر راضی اور خوشنود رہا بلکہ اپنے آخر وقت اپنے بیٹے ولید کو وصیت کی کہ حجاج کو آزاد رکھنا اور اسکے حق میں کسی کی شکایت نہ سننا کیونکہ اسی نے تیرے لئے سلطنت کو مضبوط کیا ہے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک) یادگرو مضمون مکاشفہ کہ اور یہ پہلے حیوان کا سارا اختیار اوس کے سامنے کام میں لاتا تھا۔ یعنی پہلا حیوان اس دوسرے حیوان کے کل مظالم پر راضی تھا بلکہ وہ مظالم اسی کے حکم سے تھے۔

حجاج کے مظالم اور کفریات

۱ عبد الملک نے حجاج سے کہا کہ ہر شخص کو اپنا عیب معلوم ہے تو اپنا عیب بیان کر تو اوس نے جواب دیا کہ میں ضدی اور حسدی اور کینہ ور ہوں۔ تو عبد الملک نے کہا کہ شیطان کے عیوب اس سے بدتر نہیں ہیں (عقد الفرید جلد ۳ ص۲۵۴ حال حجاج) ۲ اس نے لوگوں کو حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے قبر مبارک اور منبر کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ سب لکڑیوں اور گلی ہوئی چند ہڈیوں کا طواف کر رہے ہیں (عقد الفرید بہ نشان بالا و حجج الکرامۃ صدیق حسن خان فصل ۱۱ باب قرب قیامت ص۱۹۶ و اخبار الدول حال حجاج) ۳ عبد اللہ بن عباس صحابی بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک خط عبد الملک کو لکھا جس میں یہ لکھا تھا کہ خدا کے نزدیک خلیفہ مقرب فرشتوں اور انبیاء اور پیغمبروں سے افضل ہوتا ہے مقصود اس کا یہ تھا کہ عبد الملک حضرت سرور عالم سے افضل ہے ۴ ایک دوسرے خط میں ایک جگہ اوسکو فرشتہ لکھا تھا اور دوسری جگہ نبی اور تیسری جگہ خلیفہ ۵ ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ وائے ہو تم پر یہ نہیں جانتے کہ خلیفہ خدا کے نزدیک رسول سے افضل ہوتا ہے۔

۶ ایک شخص سے پوچھا کہ تو کس کے دین پر ہے اوس نے جواب دیا کہ دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ پس حکم دیا کہ اس کو قتل کرو وہ قتل کیا گیا۔ سعید بن جبیر سے جو تابعی مشہور اور فقہاء اہلسنت سے تھے پوچھا کہ تم کافر ہو یا مومن اونھوں نے جواب دیا کہ جب سے ہم خدا پر ایمان لائے کبھی کفر اختیار نہیں کیا پس اس نے اونکو قتل کرا دیا (آخری چاروں نمبر عقد الفرید جلد ۳ ص۲۵۵ تا ۲۵۷ میں ہیں)

ہے اس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو اپنے گھر میں قتل کرایا اور اسکے مرنے کے بعد پچاس ہزار قیدی اسکے بے چھت کے قید خانہ سے نکالے گئے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک و تاریخ کامل جلد ۴ صہ ۲۲۳ و روضۃ الصفاء صہ ۶۲۹ و عقد الفرید جلد ۳ صہ ۲۵۴) ۵ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے وقت یہ کہتا ہوا نکلا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس نجیبث شہر (مدینہ منورہ) سے باہر آئے اگر عبد الملک کے خطوط نہ آیا کرتے تو ہم اس شہر کو گدہے کے پیٹ کی طرح ویرانہ بنا دیتے چند لکڑیاں ہیں یا گلی ہوئی ہڈیاں جسے لوگ منبر رسول کہتے ہیں یا قبر رسول (تاریخ کامل جلد ۴ صہ ۱۳۹) یہ کل باتیں صاف بتا رہی ہیں کہ یہ شخص منافق تھا۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا کہ اگر دنیا کے کل فرقے اپنے اپنے منافقوں کو لائیں اور ہم اون کے مقابل میں حجاج کو لائیں تو ہم بڑھ جائیں گے (عقد الفرید جلد ۳ صہ ۲۵۳ حال حجاج) اور روضۃ الصفا صہ ۲۲۹ و اخبار الدول و تاریخ کامل جلد ۴ صہ ۲۲۳ حال موت حجاج میں بجاے منافق کے خبیث ہے۔

حجاج کے متعلق لوگوں کے خیالات

۱ اعتبی کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ حجاج کا کلام خارجیوں کے کلام کی طرح ہے ۲ میمون ابن مہران اسکو حروری[۱] سمجھتے تھے ۳ خلیفہ عمر بن عبد العزیز اسکو منافق جانتے تھے ۴ حسن بصری نے اسکے موت کی خبر سنکر سجدہ شکر کیا ۵ ابراہیم اسکو مستحق لعنت جانتے تھے ۶ جابر بن عبد اللہ انصاری اسکو لائق سلام نہیں سمجھتے تھے ۷ انس خادم رسول اللہ اور محمد بن سیرین حجاج کے سکہ کے درہموں سے خرید و فروخت نہیں کرتے تھے ۸ اس کے اوس تحریر کی وجہ سے جو ظلم نمبر ۳ میں مذکور ہوئی علماء اسکو کافر سمجھتے تھے ۹ امام شعبی سے اجلح نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حجاج مومن تھا تو اونھوں نے جواب دیا کہ ہاں جبت اور طاغوت (یعنی بتوں) پر ایمان رکھتا تھا اور خدا کے ساتھ کفر ۱۰ امام اعمش اس کو کافر جانتے تھے ۱۱ ابو البختری نے قسم کھا کر کہا کہ یہ کافر ہے (عقد الفرید صہ ۲۵۳ تا ۲۵۵) یاد کرو مضمون مکاشفہ اور اس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے اپنا منہ کھولا کہ اوسکے نام اور اوسکے خیمے یعنی اوسکے آسمان کے رہنے والوں کی نسبت کفر بکے اور اوسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور اون پر غالب آوے اور سب فرقوں اور اہل زبان اور سب قوموں پر اوسے اختیار دیا گیا۔

[۱] حروری اسکو کہتے ہیں جو اپنے مخالف کو کافر سمجھے اور اوسکے خون کو جائز جانے ۱۲

انجیل برنابا کی بشارتیں

سولھواں مقدمہ

ا۔ فیلبس (حواری) نے پوچھا کہ اے سردار (عیسےٰ) آپ اس کا ٹھیک جواب کیا فرماتے ہیں جو اشعیا نبی نے (اپنی کتاب) میں لکھا ہے کہ خدا ہم لوگوں کا باپ ہے تو اوسکے لئے اولاد کیوں نہیں ہوسکتی۔ تو حضرت یسوع نے جواب دیا کہ انبیاء کی تحریروں میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جن کے الفاظ کو اختیار کرنا ہم لوگوں کو ضرور نہیں ہے بلکہ اونکے معنی کو لینا چاہئے۔ کیونکہ کل انبیاء جنکی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہونچتی ہے۔ سب کے کلمات معما یعنی پہیلی کے طور پر ہیں جن کا معنی ابھی تک تاریکی میں ہے (یعنی معلوم نہ ہوسکا) لیکن کل انبیاء اور پاکوں کے بہار یعنی زینت اور فخر) میرے بعد جلد آنے والے ہیں جو کل انبیاء کی تاریک فرمائشوں پر روشنی ڈالیں گے کیونکہ وہ رسول اللہ ہیں (انجیل برنابا عربی فصل سترہ ۱۷ ذکر عدم ایمان تلامید ص ۲۱ چھاپہ مصر مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء)

۲۔ کل انبیاء آچکے سوا اون رسول اللہ کے جو میرے بعد جلد آنے والے ہیں کیونکہ خدا اسکو چاہتا ہے کہ ہم اونکے لئے راہ نکال دیں (انجیل برنابا فصل ۳۶ چھتیس ص ۵۶) ۳۔ حضرت یسوع نے فرمایا کہ تم لوگوں کے دل بے چین نہ ہوں اور نہ ڈرو۔ کیونکہ میں نے تم کو نہیں پیدا کیا بلکہ خدا ہی نے تم کو پیدا کیا جو تمہاری حمایت کرے گا لیکن خاص میں پس اس لئے آیا ہوں تاکہ اون رسول اللہ کے لئے راہ کھول دوں جو دنیا کے لئے نجات لانے والے ہیں۔ لیکن اس سے ڈرتے رہو کہ دھوکہ میں نہ پڑجاؤ کیونکہ کچھ جھوٹے انبیاء آنے والے ہیں جو میرے کلام کو لیں گے اور میری انجیل کو گندہ کرینگے۔ اوس وقت اندراوس (حواری) نے کہا کہ اے اوستاد (رسول اللہ کی) نشانی بتائیے جس سے ہم لوگ اونکو پہچانیں۔ تو یسوع نے فرمایا کہ وہ تم لوگوں کے زمانہ میں نہیں آئیں گے بلکہ تمہارے بعد چند سال گذرنے پر آئیں گے اوس وقت جبکہ میری انجیل مٹ چکی ہوگی اور تیس مومن بھی بنائے جائیں گے۔ اوس وقت خدا دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جن کے سر پر سفید ابر سایہ ڈالے ہوئے رہیگا اونکو خدا کے برگزیدہ بندے پہچانتے ہیں اور اونکو خدا دنیا کے لئے جلد ظاہر کریگا۔ وہ بدکاروں پر بہت قوت کے ساتھ آئیں گے اور بتوں کی عبادت کو دنیا سے مٹائیں گے (پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ) وہ کل انبیاء کے دینوں سے زیادہ روشن دین لیکر آئیں گے اور دنیا میں کج روی کرنے والوں کی ملامت کریں گے (انجیل برنابا فصل ۷۲ بہتر ص ۱۰۲) ۴۔ حضرت عیسےٰ نے ایک عورت سے فرمایا کہ تم سب سامری ہو اوس کا سجدہ کرتے ہو جس کو نہیں پہچانتے تو اوس عورت نے جواب دیا کہ ہم لوگ مسیا کا انتظار کر رہے ہیں

کیا یہ انجیل شہر فینس ... کے کتبخانہ میں قدیم اٹیلی زبان میں کئی سو برس کی لکھی ہوئی تھی۔ پھر اوس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا پھر ڈاکٹر خلیل بیگ نے انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا اور اصل کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے میں اس قدر احتیاط کیا ہے کہ اٹیلی نسخہ کے حاشیہ پر جو عربی زبان میں غلط اور خلاف محاورہ حاشیہ پر لکھا تھا اوسکو خلیل بیگ نے بعینہٖ باقی رکھا ہے

جب وہ آئیں گے تو ہم لوگوں کو تعلیم کرینگے تو حضرت یسوعؑ نے فرمایا کہ اے عورت تو جانتی ہے کہ مسیّا ضرور آئیں گے۔ تو عورت نے جواب دیا کہ ہاں اے سردار۔ اوس وقت حضرت یسوعؑ خوش ہوکر کہنے لگے کہ اے عورت ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو مومنہ ہے۔ پس تو سمجھ لے کہ مسیّا ہی پر ایمان لانے سے خدا کے ہر برگزیدہ بندہ کو نجات حاصل ہوگی اس واسطے لازم ہے کہ مسیّا کے آنیکا تو اعتقاد رکھ۔ عورت نے کہا کہ اے سردار کیا تم ہی مسیّا ہو تو حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم بھی نبی برحق ہیں جو اسرائیل کے گھرانے کی طرف بھیجا گیا اور ہمارے سبب سے بھی نجات ہوگی۔ لیکن مسیّا جو خدا کے رسول ہیں وہ میرے بعد آئیں گے جن کو خدا نے ساری دنیا کے لیئے بھیجا ہے جن کے لیئے دنیا پیدا کی گئی۔ اور جب وہ آئیں گے اوس وقت ساری دنیا میں خدا کا سجدہ کیا جائیگا اور خدا کی رحمت اونکو گھیرے گی۔ یہاں تک کہ یوبیل ہر سو برس پر جو سنت (نماز شب) لے کر آیا کرتے ہیں اوس کو مسیّا سال بھر ہر جگہ قرار دینگے (انجیل برنابا فصل بیاسی ۸۲ ص ۱۲۷) ۵ کاہنوں کے سردار نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ "اے یسوعؑ بتاؤ کہ کیا تم اپنا وہ اقرار بھول گئے کہ تم نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹا اور نہ مسیّا" تو حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم ہرگز نہیں بھولے ہیں کیونکہ یہ وہ اقرار ہے جسکی شہادت ہم کو قیامت کے دن (خدا کی) کرسی کے سامنے دینی ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ کی کتاب میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ یقیناً صحیح ہے اس لیئے کہ ہمارا خالق اللہ ایک ہے اور ہم اوس کے بندے ہیں اور اون رسول اللہ کی خدمت کی رغبت رکھتے ہیں جن کا نام مسیّا ہے (انجیل برنابا فصل ۲۰۶ ص ۳۰۲) ۶ حضرت عیسیٰؑ نے کاہنوں کے سردار سے فرمایا کہ قسم خدا کی حضرت ابراہیمؑ خدا سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ نہ اونھوں نے باطل بتوں کے توڑنے اور پامال کرنے پر اکتفا کیا اور نہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ دینے پر بلکہ خدا کی اطاعت میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہوگئے تو کاہنوں کے سردار نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ ابراہیمؑ کا یہ بیٹا کون تھا۔ حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم سچ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے یہ بیٹے وہی اسمعیلؑ ہیں جن کے نسل سے لازم ہے کہ مسیّا آئیں جن کے متعلق ابراہیم سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ زمین کے کل قبیلے اونکی بدولت (کفر سے) پاک ہوں گے۔ یہ سنکر کاہنوں کا رئیس غضبناک ہوا اور چیخنے لگا کہ آؤ اس بدکار (معاذ اللہ عیسیٰؑ) کو سنگسار کریں کیونکہ یہ اسمٰعیلی ہے اور حضرت موسیٰؑ اور خدا کے دین کی توہین کر رہا ہے (انجیل برنابا فصل ۲۰۸ دوسو آٹھ ص ۳۰۴) ۷ برنابا نے فصل ۵۲ میں حضرت عیسیٰؑ کی اوس فرمائش کو لکھا ہے جس میں اونھوں نے قیامت کی ہولناکی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰

کو بیان کیا ہے اور فصل ۵۳ میں قیامت کی پندرہ علامتوں کو بیان کیا ہے۔ پھر فصل ۵۴ میں ذیل کے مضامین کو تحریر کیا ہے۔ حضرت عیسےٰؑ فرماتے ہیں کہ جب یہ علامتیں گذر جائیں گی تو دنیا پر تاریکی چھا جائیگی جو چالیس برس تک رہیگی اور سوا ذات پروردگار وحدہ لاشریک لہ کے جسکے لئے مجد و اکرام ابدی ہے کوئی زندہ باقی نہ رہے گا۔ جب چالیس سال گذر جائیں گے تو خداوند عالم اپنے اوس رسول کو زندہ کرے گا جو مثل آفتاب کے طلوع کرینگے لیکن اونکے چہرہ کی نورانیت ایک ہزار آفتاب کی روشنی کے برابر ہوگی پس وہ بیٹھیں گے اور کلام نہ کریں گے کیونکہ وہ متحیر ہوں گے اور خداوند عالم چاروں مقرب فرشتوں کو اون کے پاس کھڑا کر دیگا تاکہ حضرت رسول اللہ سے باتیں کریں۔ پس جب آپکو خوش پائیں گے تو آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد خداوند عالم باقی کل فرشتوں کو زندہ کرے گا جو مثل شہد کی مکھیوں کے گروہ گروہ آئیں گے اور رسول اللہ کو گھیر لیں گے۔ پھر خداوند عالم کل انبیاء کو زندہ کریگا جو سب کے سب حضرت آدمؑ کے ساتھ آئیں گے اور رسول اللہ کے ہاتھوں کو چومیں گے اور اونکی حمایت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر کل اصفیاء کو زندہ کریگا جو پکارتے ہونگے کہ ہم کو یاد رکھنا اے محمدؐ پس اونکی آواز سنکر رسول اللہ کی رحمت جوش میں آئیگی اور اونکی نجات کے لئے جو کچھ کرنا ضروری ہے اوسمیں ڈرتے ڈرتے غور کرینگے۔ اس کے بعد خداوند عالم کل مخلوق کو زندہ کرے گا اور وہ اپنی پہلی شکل و صورت میں ہوں گے اور ہر ایک کے لئے علاوہ پہلی حالت کے گویائی کی قوت ہوگی (اسکے بعد کی تقریر کو بخوف طوالت چھوڑتے ہیں) فصل ۵۵ میں حضرت عیسےٰؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ چاہیں گے کہ مومنوں کی نجات کے لئے کل انبیاء کو جمع کرکے بارگاہ پروردگار میں دعا کے لئے لیجائیں پس کل انبیاء ڈر کی وجہ سے عذر کرینگے اور قسم خدا کی وہاں ہم بھی نہ جائیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں جو کچھ جانتے ہیں۔ جب خدا یہ حال دیکھے گا تو اپنے رسول کو یاد کریگا کیونکہ اوس نے انھیں کی محبت میں سب چیز کو پیدا کیا ہے۔ پس رسول اللہ کا خوف جاتا رہیگا اور محبت اور عزت کے ساتھ عرش کی طرف بڑھیں گے اور فرشتے خوش الحانی کے ساتھ یہ پڑھنا شروع کرینگے تبارک اسمک القدوس یا اللہ الھنا یعنی اے میرے پروردگار تیرا مقدس نام پاک ہے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ اوس دن شیاطین اور وہ لوگ جو شیطان کے ساتھ ملعون قرار پائے ہیں اس قدر روئیں گے کہ ایک ایک شخص کی آنکھوں سے نہر اُرُدُن کے پانی سے زیادہ آنسو جاری ہوگا اور باوجود اسکے یہ سب (رحمت) خدا کو نہ دیکھیں گے۔ اور خداوند عالم اپنے رسول سے فرمائیگا کہ مرحبا اے میرے امین بندے مانگ جو کچھ مانگنا ہو کل چیزیں تجھکو دیجائیں گی پس رسول اللہ جواب دینگے کہ اے پروردگار جب

۵۴ یعنی ظلالت جلالت خداوندی مالک الملوک کے ۱۲

۵۲ ہر طرف سے بارہ میل دور واقع ہے اور طبریہ بیت المقدس سے تین دن کی مسافت پر ہے (مراصد الاطلاع) ۱۲

تو نے مجھ کو پیدا کیا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ تو میری محبت میں دنیا اور بہشت اور فرشتوں اور آدمیوں کو پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ تیری تمجید کریں۔ میں تیرا بندہ ہوں اس لئے التجا کرتا ہوں اے میرے رحیم و عادل پروردگار کہ اپنے بندوں کے حق میں اپنے وعدہ کو پورا کر۔ پس خداوند عالم اوس طرح جواب دیگا جیسے کوئی دوست اپنے دوست کا خوش طبعی کے ساتھ جواب دیتا ہے اور کہے گا کہ اے میرے دوست محمد میرے اس وعدہ پر تیرے پاس کچھ گواہ ہیں پس رسول اللہ ادب کے ساتھ جواب دیں گے کہ ہاں اے پروردگار میرے پس جبرئیلؑ بحکم رب جلیل حاضر ہو کر عرض کرینگے کہ اے سید آپ کے گواہ کون لوگ ہیں پس حضرت سرورؐ عالم جواب دیں گے کہ وہ لوگ آدمؑ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور موسےٰؑ اور داؤدؑ اور یسوعؑ بن مریم ہیں (اس کے بعد ان لوگوں کی شہادت کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ) ان شہادتوں کے بعد خداوند عالم ارشاد فرمائیگا کہ اس وقت جو کچھ میں نے کیا صرف اس واسطے کیا کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ میں تم سے کس قدر محبت رکھتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے رسولؐ کو ایک کتاب دیگا جس میں کل برگزیدہ بندوں کے نام ہوں گے۔ اسی سبب سے کل مخلوق خدا کا سجدہ کریگی اور کہیگی کہ پروردگارا صرف تیرے لئے عظمت اور بزرگی ہے کیونکہ تو نے اپنے رسولؐ کی بدولت ہم لوگوں پر بخشش کی (انجیل برنابا فصل ۵۵ ص ۸۵ چھاپہ مصر مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

مقدمہ سترہواں حضرت سرورؐ عالم کی مدح و توصیف میں عیسائی پادریوں اور مورخوں کی تحریریں

ابتدائے بعثت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے بعثت کے بعد تبلیغی خدمت آہستہ آہستہ شروع کی اور بقول فاضل محقق مسٹر طامس کارلائل صاحب کے "آپکو اپنے عقائد کے پھیلانے میں استقلال کے ساتھ کوشش جاری رکھنے کی وہی معمولی شے ہمت وجرأت دلاتی تھی جو اس قسم کے لوگوں کو اس قسم کی حالت میں ہمیشہ ہمت دلاتی ہے۔"[۱]

واقعۂ انذار تین برس تبلیغ سے تھوڑی کامیابی ہونے کے بعد اوس محبت اور شفقت کے تقاضے سے جو آپکو اپنی قوم اور خصوصاً اپنے اہل خاندان سے تھی بقول اڈورڈ گبن صاحب کے "یہ مصمم ارادہ کر کے کہ اونھیں ربانی روشنی سے مستفید کریں"۔[۲] اپنے خاندان کے لوگوں کو جو شمار میں کم و بیش چالیس تھے۔ جن میں آپ کے چچا جناب ابوطالب اور جناب حمزہ اور عباس اور ابولہب بھی داخل تھے۔ دعوت کی تقریب سے جمع کیا اور کھانے پینے سے فراغت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب میں تمہارے سے دنیا اور آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں اور خدا کا مجھکو حکم ہے کہ تم کو اوسکی طرف بلاؤں

[۱] اعجاز التنزیل ص ۵۱ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم

[۲] اعجاز التنزیل ص ۵۲ ۱۲

پس تم میں کون ایسا ہے جو اس بوجھ کے اوٹھانے میں میرا شریک رہے اور بعوض اسکے میرا بھائی اور جانشین اور میرا نائب رہے تم میں۔ کسی نے جواب نہ دیا اور سب اوٹھ کھڑے ہوگئے۔ اسی طرح تین روز حضرت نے دعوت کی اور ہر روز تبلیغ کی اور سب چپ رہے لیکن ایک نوعمر سبزہ آغاز لڑکا علی علیہ السلام بقول گبن صاحب کے "اس حیرت اور شک اور حقارت آمیز خاموشی کی برداشت نہ کرسکا اور بولا کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کم عمر ہوں مگر اس مشکل خدمت کو میں بجالاؤں گا [1] گبن صاحب پھر لکھتے ہیں کہ (علیؑ نے) ایک نوجوان ہیرو کی سی ہمت وجرأت کے ساتھ آپ کے خیالات کی صداقت کا اعتراف کیا [2] یہ سُن کر آپ نے بکمال شفقت اوس نوجوان بہادر کی گردن پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں پس اسکی باتوں کو سنو اور اسکی فرمانبرداری کرو [3] مسٹر کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ " اگرچہ یہ مجمع جسمیں علی کا باپ ابوطالب بھی تھا محمدؐ کا دشمن نہ تھا مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں بلکہ تمام دنیا کے خیالات کے برخلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور پورا مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہوگیا مگر ثابت ہوگیا کہ یہ ایک ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی۔

حضرت علیؑ کی مدح و توصیف

یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اوس کو پسند ہی کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز دوسری باتوں سے جو ہمیشہ اوس کے بعد اوس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز وتند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی اور رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک کرسچن نائٹ (عیسائی دیندار جوانمرد) کے شایان ہے [4] آکلی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ نامور خلیفہ (علی) بلحاظ اپنی ہمت وجرأت اور طبیعت وخصلت اور پاکدامنی وعفت اور فہم وفراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو امت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا [5]

اعلانی تبلیغ ہر جا

جب حضرت سرور عالمؐ نے ملاحظہ کیا کہ آپ کے خاندان والے کچھ اثر نہیں لیتے تو حرم کعبہ میں تشریف لا کر اوس پتھر پر کھڑے ہوئے جس کو آپ کے جد امجد حضرت اسمعیلؑ نے نصب کیا تھا اور آواز بلند فرمایا کہ اے گروہ قریش و قبائل عرب میں تم کو خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی طرف بلاتا ہوں پس اسکو مانو

[1] اعجاز التنزیل صفحہ ۲۶ بحوالہ تاریخ گبن صاحب ۱۲

[2] اعجاز التنزیل صفحہ ۲۶ ۱۲

[3] اعجاز التنزیل بحوالہ تفسیر ثعلبی تفسیر بغوی وتاریخ طبری وتاریخ کامل وتاریخ ابوالفداء وتاریخ زوال سلطنت روم مصنفہ اڈورڈ گبن صاحب — ہم کہتے ہیں کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے طبری کی کتاب خصائص سے بروایت خلیفہ دوم عمر بن خطاب واقعہ انذار کو مفصل نقل کیا ہے (دیکھو کتاب کشف الیقین علامہ علیہ الرحمہ فصل سوم باب ... مطبعہ نجف ...) ۱۲

اور شرک اور بت پرستی چھوڑ دو تاکہ عرب اور عجم دونوں کے بادشاہ ہو جاؤ اور آخرت کی بادشاہت
بھی تمہاری ہی ہووے۔ یہ سنکر کفار ہنسنے اور کہنے لگے کہ محمد کو (معاذ اللہ) جنون ہو گیا ہے
اور آپکی توہین اور استہزا کرنے لگے اور بت پرستی سے باز نہ آئے۔ اوس وقت بقول مسٹر
باسورتھ سمتھ صاحب کے آپ کو واجب طور سے غیظ آگیا اور حقارۃً مشرک کے ذلیل لقب سے
مخاطب کرنا اور اون کے دین کو سراسر گمراہی و ضلالت بتانا شروع کیا[۱] جس سے قریش کو طیش
آگیا اور جناب ابو طالب کے پاس آئے اور اون سے کہا کہ اپنے بھتیجے سے کہیئے کہ ان باتوں کو
چھوڑ دیں یا اونکو اور ہم کو بحالِ خود چھوڑ کر کنارے ہو جایئے تاکہ یا ہم لوگ مٹ جائیں یا وہی فنا
ہو جائیں۔ یہ سُنکر جناب ابو طالب نے بقول مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب کے حضرت
سرورِ عالم[ص] سے کہا کہ اپنی اور میری جان کو ہلاکت سے بچایئے اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالیئے
جو میری طاقت سے زیادہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا اگر یہ لوگ اس غرض سے کہ میں
اس امرِ عظیم کی بجا آوری چھوڑ دوں (بفرضِ محال) آفتاب و ماہتاب کو (جو اون کے معبود و مسجود
ہیں) میرے داہنے اور بائیں ہاتھ پر لا رکھیں تو بھی میں اسکو ہرگز ترک نہ کروں گا تا وقتیکہ خدا
اپنے دین کو سب ادیان پر غالب کر دے یا میں ہی اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں[۲] مسٹر
کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ بلاشبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جس امرِ حق کا
آپ اعلان فرماتے تھے اوس میں وہی فطری قوت تھی جو سورج اور چاند یا قدرت کے اور مصنوعات
میں ہے اور خدائے قادرِ مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان
اور دوسرے موجوداتِ عالم آپکو خاموش نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کے سوا آپ کچھ کر ہی نہیں
سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ محمد[ص] یہ سنکر بے اختیار رو پڑے اس لئے بے اختیار رو پڑے کہ چچا کیسی دلسوزی
سے کہتا ہے۔ اور میں نے جو کام اختیار کیا ہے وہ کیسا سخت اور مشکل ہے[۳] مسٹر باسورتھ سمتھ
صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا[۴] مسٹر
باسورتھ پھر لکھتے ہیں کہ "پس ہم محمد[ص] کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور
نہی باطن شخص تھا اور نہ ہم اوسکو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبے گانٹھنے والا کہہ سکتے
ہیں۔ جو سخت و کرخت پیغام اوس نے دنیا کو دیا۔ بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور
اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تھا مگر اوس کا مخرج وہی ہستی تھی جسکی نظیر کسی نے بھی نہیں پائی۔
اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے نہ اعمال ہی۔ اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید

[۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۸ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم ۱۲

[۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۹ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم ۱۲

[۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۴۹ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم ۱۲

[۴] اعجاز التنزیل صفحہ ۵ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم لکچر دوم ۱۲

تھے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیا کے منور کرنے کو نکلا تھا اور بے شبہ اوس کے لئے امر ربانی یوں ہی تھا۔[1]

عرب کی اخلاقی پستی اور حضرت سرور عالم کی بے نظیر تعلیم

آنریبل سر ولیم میور صاحب جو فضل و کمال اور تائید مذہب عیسوی میں مشہور ہیں لکھتے ہیں کہ ایک زمانہ نامعلوم سے مکہ اور تمام جزیرہ نمائے عرب کی روحانی حالت بالکل بے حس و حرکت ہوگئی تھی۔ اور اگرچہ شریعت موسوی اور دین مسیحی اور فلسفۂ یونان کا کچھ اثر عرب پر ہوا تھا مگر وہ ایسا ناپایدار اور خفیف تھا جیسے کسی جھیل کے پانی کی سطح پر کبھی کبھی کوئی لہر آجاتی ہے مگر پانی کے نیچے کہیں ذرا سی بھی حرکت نہیں معلوم ہوتی۔ الغرض عرب کے لوگ توہمات اور کفر و ضلالت اور بے رحمی و بداعمالی کے دریا میں غرق تھے۔ چنانچہ یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیبیوں کو جو اور جائداد کی مانند میراث میں آتیں بیاہ لیتا تھا۔ اون کے غرور اور افلاس سے دختر کشی کی رسم بھی اونھیں اوسی طرح جاری ہوگئی تھی جس طرح فی زمانا ہندوؤں میں جاری ہے اونکا انتہائی حد کے درجہ کی بت پرستی تھا اور اونکا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علی الاطلاق پر نہ تھا بلکہ غیر مرئی ارواح کے توہم باطل کی ہیبت کا سا اونکا ایمان تھا اونھیں کی رضامندی مناتے تھے اور اونھیں کی ناراضی سے احتراز کرتے تھے۔ قیامت اور جزا و سزا جو فعل یا ترک کا باعث ہو اوسکی اونھیں خبر نہ تھی۔ ہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ایسی ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے۔ اوسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اوسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب اونھیں شب و روز اوسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہمارے ادنے حوائج کا بھی خبر گیراں ہے۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں۔ ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنے خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثہ اور تغیر میں اوسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھکر یہ اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی

[1] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۹ بحوالہ کتاب میرودز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم صفحہ ۴۳ ۱۲

جانتے تھے محمدؐ کو جو اونکی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا جانتے تھے اور اونکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو اونکے رتبۂ عالی کے لائق تھی۔ ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہوگیا تھا جو بلحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے۔ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اونکی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔ ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھربار چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے منہ نہ موڑا اور جب تک یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ اونمیں نبیؐ بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو اونکی نظر میں تمام روے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے اور یہاں بھی اوسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک برادری جو نبیؐ اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہوگئے تیار کر دی [1] ریورینڈ جی۔ ایم۔ راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدّو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو [2] مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ بت پرستی کے مٹانے۔ جنات اور مادیات کے شرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے۔ اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد گھٹا کر اوسکی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور قدوم حق تھا اور حیات روحانی ابتداے دین مسیحی سے اوس وقت تک کبھی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی جیسی کہ چند اوامر و احکام اسلام کی تعلیم سے ہوئی ہے [3] فاضل محقق گاڈفری ہگنس صاحب لکھتے ہیں کہ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے وہ درجہ نشۂ دینی اوس کے پیرووں میں پیدا کیا جس کو عیسٰیؑ کے ابتدائی پیروں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اوس کا مذہب اوس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسٰیؑ کو سولی پر لے گئے تو اوس کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چلدیے۔ اگر بالفرض اونکی حفاظت کرنے کی اونکو ممانعت تھی تو اوسکی تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور صبر سے اوس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے۔ برعکس اوس کے محمدؐ کے پیروؐ اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اوسکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر اوسکو غالب کر دیا [4] مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب

٥ باستثناء اصحاب ثلثہ و دیگر ہم خیال اون کے ١٢ راقم حسین

[1] اعجاز التنزیل صہ ٣٢ بحوالہ کتاب لائف آف محمد جلد ٢ صفحہ ٢٦٩ - ١٢

[2] اعجاز التنزیل صہ ٣٤ بحوالہ ترجمہ قرآن راڈویل صاحب ١٢ منہ

[3] اعجاز التنزیل صہ ٣٤ بحوالہ ترجمہ قرآن از راڈویل صاحب ١٢

[4] اعجاز التنزیل صہ ٣٤ بحوالہ ترجمہ قرآن از راڈویل صاحب ١٢ ... بحوالہ کتاب اپالوجی فار محمد ٢٣ - ١٢ منہ

لکھتے ہیں کہ عرب کی زمین پر دو ہزار برس پہلے ایک ایسے شخص (موسیٰ) کو جو جنگل میں اپنے باپ کی بکریاں چرا رہا تھا۔ یہ سادہ مگر چونکا دینے والا پیغام آیا تھا۔ میں وہ ہوں جو میں ہوں سن اے اسرائیل ہمارا مالک خدا ایک خدا ہے پس جا اور میں تیری زبان کے ساتھ ہونگا اور سکھاؤنگا تجھے جو تجھکو کہنا چاہیئے۔ ان الفاظ کو سنکر یہ برگزیدہ قوم (بنی اسرائیل) افریقہ سے ایشیا میں چلی آئی۔ غلام آزاد ہوگئے اور ایک خاندان ایک قوم بن گیا۔ اوسی عرب کی زمین پر اب پھر وہی آواز ایک دوسرے بکری چرانے والے (محمدؐ) کو آئی اور ایسے اثر کے ساتھ آئی جو پہلی آواز سے کچھ کم عجیب یا عام طور پر دنیا کو فائدہ پہونچانے میں اوس سے ہرگز کم نہ تھی یعنی اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ رسالت قبول کیگئی اور خدا کے پیغام کا اعلان کیا گیا اور ایک ہی صدی کے اندر اس آواز کی گونج عدن سے انطاکیہ تک اور سے ویل سے سمرقند تک پھیل گئی اور اس تمام ملک نے اسکی حقیت کو مان لیا۔[1] مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ محمدؐ کے اصول مذہب پر باوجودیکہ چاروں طرف سے نہایت سخت اندیشوں اور مزاحمتوں کی بوچھار ہوتی تھی صرف اپنے اخلاقی ذریعوں اور اپنی ذاتی قوت سے اپنا راستہ صاف کرتے جاتے تھے[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے فاضل مولفین لکھتے ہیں کہ جو ہر طرح کی ذلت اور تکلیف اوس (محمدؐ) نے بارہ برس تک جھیلی اور نہایت جوانمردی سے ہر قسم کی دولت اور سرداری کے قبول کرنے سے انکار کردیا جس کا حاصل ہونا اس شرط پر موقوف تھا کہ وہ اپنی کوشش سے باز آئے اور نیز اوس سادگی مزاج اور طرز معیشت کا خیال کرکے جو آخیر وقت تک اوسکی ذلت میں ویسی ہی رہی ہم بہ یڈو۔ والٹیر اور مراکش کی رائیں قبول نہیں کرسکتے۔ بلکہ اتنی بات کہتے ہیں۔ مھلر۔ کاسن۔ کارلائل۔ ارونگ اور دیگر مصنفین سے متفق ہیں کہ عام طور پر محمدؐ کی صداقت کو مانیں اور اس بات کو قبول کریں کہ اوس کو اپنے آپ پر بھروسہ تھا اور وہ اپنی رسالت کو سچا سمجھتا تھا[3] بغرض **تبلیغ** و ہدایت بنی ثقیف حضرت کے سفر طائف کے متعلق سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ محمدؐ کے اس طائف کے سفر میں ایک نہایت اعلےٰ جوانمردانہ حالت پائی جاتی ہے ایک یکہ و تنہا شخص جسکو اوسکی قوم کے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا اور نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے خدا کے نام پر دلیرانہ آگے بڑھا جس طرح یونس نینوا کو گئے تھے۔ اور اوس (محمدؐ) نے ایک بت پرست شہر کو آگاہ کیا کہ توبہ کریں اور اوسکی رسالت کی تائید کریں۔ اس سے ایک نہایت

قوی روشنی اس امر پر پڑتی ہے کہ اوس کو اپنے کام کے منَ اللہ ہونے کا کس شدت کے ساتھ یقین تھا۔[۱] سرولیم پھر لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اس طرح سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے اور فتح مبین کے منتظر تھے اور ظاہرا بے یارو مددگار تھے اور اونکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا۔ تاہم اونکو اوس قادر مطلق پر بھروسہ تھا جس کا رسول وہ اپنی تئیں سمجھتے تھے اور اون کے پائے ثبات میں ایک سر مو لغزش نہ ہوئی تھی۔ غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں وہ ایسے عالی رتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے تھے کہ کتب سماویہ میں اونکا عدیل و نظیر کوئی نہیں دکھائی دیتا سوا حضرت الیاس کے۔[۲]

واقعہ ہجرت سمت مدینہ

حضرت سرور عالم نے ہر طرح کی زحمتیں اصلاح قوم میں گوارا کیں لیکن جب وہ سیدھے نہ ہوئے اور آمادۂ قتل ہوگئے تو شب کے وقت بحکم پروردگار حضرت سنے مدینہ کیطرف ہجرت اختیار کی۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ قاتل دروازہ پر نگہبانی کر رہے تھے مگر وہ دھوکھے میں آکر علیؑ[۳] کو محمدؐ سمجھے ہوئے تھے جو رسول کے بستر پر اوسی کی سبز چادر اوڑھے ہوئے سو رہا تھا۔ اس نوجوان ہیرو کے اس اعلےٰ درجہ کے کام سے ثابت ہوگیا کہ اوس کے دل میں اپنے چچا زاد بھائی کی کس درجہ قدر و منزلت ہے اور خود اوس کے چند اشعار جو اب تک مشہور ہیں اوس قوی یقین کی جو اوسکو اپنے مذہب پر تھا اور نیز اوس فکر و تردد کی جو اوسکو اپنے چچا زاد بھائی کے بارے میں تھا ایک دلچسپ تصویریں ہیں قریش لوگوں نے محمدؐ کی تلاش میں مکہ کی تمام نواح چھان ڈالی اور اوس غار پر بھی پہونچے جسمیں وہ اور اوس کا ساتھی چھپے ہوئے تھے مگر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے نے جو خدا نے کافروں کو دھوکھا دینے کے لئے پیدا کر دیا اونکو یقین دلایا کہ اوس جگہ کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی وہاں آیا ہے۔ ابوبکر نے خوف سے کانپ کر[۴] کہا کہ ہم تو صرف دو ہی ہیں مگر محمدؐ نے کہا نہیں ہمارے ساتھ ایک تیسرا بھی ہے اور وہ خود خداوند تعالےٰ ہے۔[۵] حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہٖ نے غار ثور میں تین دن قیام کیا چوتھی شب کو وہاں سے سمت مدینہ روانہ ہوئے تا اینکہ مدینہ میں داخل ہوگئے۔ اہل مدینہ نے بہت عزت و احترام سے آپکا خیر مقدم کیا اور آپ کے قدم کو باعث برکت سمجھا اور دل و جان سے آپ کے ہر امر میں معین و مددگار رہے۔ مسجد کی تعمیر ہوئی اور عبادت و دین خدا کی ترویج کا سلسلہ بے خوف و ہراس جاری ہوگیا اور گلدستہ کی دلربا اذان مومنوں کے دل و دماغ کو

---

[۱] اعجاز التنزیل صہ۷۶ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ ۱۲

[۲] اعجاز التنزیل صہ۸۲ بحوالہ حاشیہ نمبر۱ ۱۲

[۳] حضرت علیؑ کا زغۂ اعدا میں تن تنہا بے ہراس سونا اور یار غار کا حضرت رسول کی معیت میں اون کفار کے خوف سے کانپنا جو ادسے غار میں ہونے سے لاعلم تھے صاحبان فہم و انصاف کے غور کی چیز ہے ۱۲ راحت حسین

[۵] اعجاز صہ۸۸ بحوالہ کتاب تاریخ گبن صاحب ۱۲

تازگی بخشنے لگی۔ نامور فاضل عیسائی مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ موذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہروں کی دن کی دُوندبکار میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے۔ لیکن رات کے سنّاٹے میں اوسکا اثر اوس بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبرؐ کو اس امر پر مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اوس نے انسان کی آواز کو موسائیوں کی تُرہی اور عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی ؎۱ سر ولیم میور صاحب تبلیغ حضرت مسیحؑ اور تبلیغ حضرت سرور عالمؐ میں باہم مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس زمانہ تک مقابلہ ممکن ہے اوسمیں تکلیفات کے برداشت کرنے اور دنیاوی لالچوں کے قبول نہ کرنے میں دونوں (یعنی حضرت مسیح اور حضرت سرور عالمؐ) برابر ہیں لیکن محمدؐ کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانۂ زندگی مسیح کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر ہیں لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے ؎۲ صاحب موصوف پھر لکھتے ہیں کہ چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا اسلیئے اوسکی طرف سے اس دین اسلام کے موعظہ میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی اور چونکہ فصاحت میں بھی اوسکو کمال تھا لہذا اوس کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بے حد موثر تھا۔ اوسکے ملکۂ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنادیا۔ اور اوسکے نہایت روشن اور زندہ خیالات نے قیامت و روز جزا اور نعمات بہشت و عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب بلکہ پیش نظر کر دکھایا معمولی گفتگو میں تو اوس کا کلام آہستہ مفصل اور قوی تھا گر وعظ کے وقت آنکھیں سرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی اور تمام جسم ایک ایسی حالت جوش و خروش میں ہو جاتا تھا گویا کہ وہ لوگوں کو کسی غنیم کے آنیکی خبر دیتا ہے جو دوسرے روز یا اوسی رات کو اُن پر آپڑے گا ؎۳ راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے کلام میں نہایت اعلےٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالت اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں ؎۴ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دین کو بقول سیل صاحب کے دنیا میں وہ قبولیت حاصل ہوئی جسکی مثل و نظیر نہیں ہے اور اوسکو نہ صرف اون قوموں نے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی بلکہ اون لوگوں نے بھی قبول کیا جنھوں نے اہل عرب کو اونکے فتوحات سے محروم اور اونکی سلطنت بلکہ اون کے خلیفونکا خاتمہ کردیا ؎۵ ایک طرف حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کا پڑھا لکھا نہ ہونا اور

؎۱ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۰۲ بحوالہ کتاب انسائیکلوپیڈیا ۱۲

؎۲ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۰۱ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۳۷۱ ۱۲

؎۳ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۰۱ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ جلد چہارم باب ۲ صفحہ ۳۱۶ ۱۲

؎۴ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱۳ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ راڈویل صاحب ۱۲

؎۵ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱۲ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

پھر ایسی قوم میں پیدا ہونا اور نشو و نما پانا جو عرصہ دراز سے بے علمی اور جہالت اور ضلالت اور فسق و بدکاری اور قماربازی اور شراب خواری اور بت پرستی اور چوری اور ڈکیتی غرض ہر طرح کی برائیوں کے دریا میں ڈوبی ہوئی تھی **اور دوسری طرف** عرب جیسی سرکش اور مغرور قوم جن میں سے ہر قبیلہ کا سردار بجائے خود گویا ایک فرعون تھا جو اپنے سوا کسی کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھتا تھا اور کسی ناصح کی بات کو ماننا اور اوسکے آگے سر جھکانا ایک محال امر تھا درحالیکہ قتل و خونریزی اون کے نزدیک ویسی ہی تھی جیسے مکھی اور مچھر کا مار دینا پس باوجود ان باتوں کے حضرت سرور عالم کا علم و حکمت اور کل صفات کاملہ سے آراستہ اور مملو ہونا اور ایسی سرکش قوم کا عرصہ قلیل میں زیر اطاعت رسول اللہ ہو جانا غیر مسلمانوں کو حیرت زدہ اور مبہوت کیے ہوئے ہے - چنانچہ **صاحبان انسائیکلوپیڈیا** اس امر کو بہت تعجب سے لکھ رہے ہیں کہ ایک قابل حیرت قلیل مدت میں عرب جیسی وحشی اور برائی اور ضلالت میں ڈوبی ہوئی قوم کی حالت کو بالکلیہ منقلب کر دے [۵۱] **اور مہلر صاحب** جو ایک محقق عیسائی مورخ ہیں منکرین فضیلت حضرت رسول صلعم سے خطاب کر کے لکھتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مذہبی شعلہ جو اگرچہ ایک بیابان سے اوٹھا تھا مگر جس نے اس قدر قابل حیرت قلیل مدت میں تمام ایشیا میں آگ بھڑکا دی وہ ایسے دل میں سے نکلا ہو جس میں اوسکی کچھ بھی گرمی موجود نہ ہو [۵۲] **مسٹر طامس کارلائل صاحب** جو محقق اور مشاہیر فضلائے یورپ سے ہیں معاندین حضرت رسول صلعم کی رد میں لکھتے ہیں کہ "یہ زرف نگاہ (یعنی گہری ڈوبنے والی) شخص جو جنگلی ملک میں پیدا ہوا تھا دل میں کھب جانے والی اپنی سیاہ آنکھوں اور شگفتہ اور با اخلاق اور پر غور طبیعت کے ساتھ بجائے جاہ طلبی کے کچھ اور ہی خیالات رکھتا تھا - وہ ایک ذی سکینہ اور غیر معمولی طاقتوں والی روح تھا - اور اون لوگوں میں سے تھا جو سوائے راست باز ہونے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے اور جس کو خود قدرت نے سچا اور راستباز پیدا کیا تھا جب کہ اور لوگ مقررہ عقیدوں اور روایتوں پر چلتے اور اونھیں پر قائم و قانع تھے - یہ شخص اون عقائد و روایات کے حجاب میں نہ رہ سکتا تھا - اور اپنی روح اور حقائق اشیاء کے معلوم کرنے میں اوروں سے مستغنی تھا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہستی مطلق کا (یعنی ذات پروردگار) سر عظیم مع اپنے جلال و جمال کے اوس پر کھل گیا تھا - اور پرانی روایتیں اوس حقیقت پر جسکے بیان میں ناطقہ عاجز ہے اور جس نے اپنی تئیں "میں یہاں[۵۳] ہوں" سے تعبیر کیا پردہ نہ ڈال سکیں - ایسا صدق (حضرت رسول) جس کا ہم نے کوئی اور بہتر لفظ نہ ملنے کی وجہ سے صدق نام

---

[۵۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱۲ بحوالہ کتاب انسائیکلو پیڈیا یا برٹانیکا ۱۲

[۵۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۲۳ بحوالہ کتاب انسائیکلو پیڈیا مضمون "محمد اور اوس کا مذہب" ۱۲

[۵۳] اوس خطاب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسے کو کی طرف وادی ایمن میں ہوا تھا ۱۲

رکھا ہے فی الحقیقت منجملہ آثارِ الٰہی ہے۔ ایسے شخص (حضرت رسولؐ) کا کلام ایک آواز ہے جو بلا واسطہ فطرت الٰہیہ کے قلب سے نکلتی ہے۔ جسے انسان سنتے ہیں اور جسکے سننے میں اور چیزوں کی بہ نسبت زیادہ توجہ چاہیئے۔ کیونکہ اوسکے مقابلہ میں اور جو کچھ ہے ہیچ ہے۔ شروع ہی سے اوس (محمدؐ) کے دل میں حج کے موقعوں اور نیز روزمرہ کے اِدھر اُدھر چلنے پھرنے میں طرح طرح کے ہزاروں خیالات پیدا ہوتے تھے۔ مثلاً یہ کہ میں کیا ہوں؟ یہ اتھاہ چیز جس کو لوگ دنیا کہتے ہیں اور جسمیں میں موجود ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ مجھے کس بات کا یقین کرنا چاہیئے؟ اور کیا کرنا چاہیئے؟ جن (خیالات) کا جبل حرا اور کوہ سینا کے بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیروں اور سخت سنسان ریتیلے بیابانوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سر پر چپ چاپ چکر کھانے والے آسمان نے بھی مع اپنی نیلگوں روشنی والے ستاروں کے کچھ نہ بتایا۔ مگر بتایا تو صرف اوسی کی روح نے اور خدا کے الہام نے جو اوسمیں تھا۔ حضرت سرورِ عالمؐ نے اپنی نقاوتِ طبیعت اور نورانی طینت اور الہامی قوت سے ان کل مسائل کو بہت آسانی سے حل کیا اور اپنے پیروں کو اس طرح تعلیم کیا کہ بقول مسٹر سر ولیم میور صاحب کے خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ آنحضرتؐ کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسے کہ خاص آپ کے دل میں تھا۔ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہٖ تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے آپکی تبلیغ و ہدایت نہ کسی خاص قوم و قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ نہ کسی مخصوص ملک یا شہر و قریہ سے آپکی تبلیغ کو قبول نہ کرنا اور اوس سے فائدہ نہ اوٹھانا اگر عیب ہے تو قبول نہ کرنے والوں میں اوس زمانہ کی عام تاریکی کی وجہ سے اگرچہ دنیا کی ہر فرد آپکی ہدایت کی طرف کم و بیش محتاج تھی لیکن بقول پروفیسر مارس صاحب کے عیسائیان روم کو کوئی چیز اوس ضلالت و غوایت کے خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اوس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی جس کلمۃ اللہ سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے (دعیسؑ کو) اوسی آواز نے دنیا میں بلند کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں بلند کیا کہ جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ فاضل محقق گاڈ فری ہیگنس صاحب لکھتے ہیں کہ جب بہت سے طول و طویل اور عسیر الفہم عیسائی مذہبوں پر خیال کیا جاتا ہے تو شاید ایک فلاسفر دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور بے تکلفی اور سریع الفہم ہونے پر آہ کر کے پچھتائے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا کہ میں ایمان لاتا ایک اللہ پر اور اوس کے رسول محمدؐ پر یا یوں کہو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا یا یہ کہ میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور اُن

ف اعجاز التنزیل صفحہ ۱۳۵ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ لکچر دوم ۱۲

ف اعجاز التنزیل صفحہ ۱۴ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ ۱۲

ف عیسائیان روم کو ۱۲

ف تنقید الکلام مصنفہ مسٹر سید امیر علی بحوالہ التاریخ فلسفہ قرآنی مصنفہ جیمس مارس صاحب ۱۲

مسائل پر جو خدا تعالےٰ کے بارے میں محمدؐ نے تعلیم فرمائے لہ

اٹھارہواں مقدمہ قرآن مقدس اور دین اسلام کی مدح و توصیف میں عیسائی پادریوں اور مورخوں کی تحریریں

جارج سیل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات علے العموم مسلم ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین و مہذب ترین قوم ہے۔ انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی بھی کسی قدر آمیزش ہے گو وہ آمیزش بہت ہی قلیل ہے۔ وہ (قرآن) لاکلام عربی زبان کا نمونہ ہے اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہ قول ہے اور نیز کتاب (قرآن) سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا (گو بعض فرقوںؒ کی مختلف راے ہے) اور اسی واسطے اوسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے۔ اور خود محمدؐ نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے اسی معجزہ کی طرف رجوع کیا تھا اور بڑے بڑے فصحاے عرب کو (جہاں کہ اوس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمی موجود تھے جن کا محض یہ شغل اور حوصلہ تھا کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لائق و فائق ہو جائیں) علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اس کے مقابل کی ایک سورہ ہی بنا دو۔ اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی اون ذی لیاقت لوگوں نے فی الواقع تعریف و توصیف کی تھی جن کا اس کام میں مبصر ہونا مسلّم ہے منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں۔ لُبید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں میں سے تھا اوس کا ایک قصیدہؐ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہ رتبہ نہایت اعلےٰ تصنیف کے لئے مخصوص تھا) اور کسی شاعر کو اوس کے مقابل میں کسی اپنی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قرآن کے دوسرے سورۂ (بقرہ) کی آیتیں اوسکے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اوس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع کی آیت پڑھکر تحریر میں غوطہ زن ہوا اور فی الفور مذہب اسلام قبول کیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے بالخصوص اوس جگہ کہ جہاں وہ پیغمبرانہ وضع اور توریتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے اور ایشیائی ڈھنگ کے موافق پُرحیرت صنعتوں سے مرصع اور روشن اور پُرمعنی جملوں سے مزین ہے۔ اور

لہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۳۶ بحوالہ کتاب اپالوجی فرام محمدؐ ۱۲

لہ قرآن فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے

لہ فرقوں کی جگہ بر شخصوں لکھنا مناسب تھا ۱۲ منہ

سے یہ وہی قصیدہ ہے جو سبعہ معلقہ کے سات قصائد میں کا چوتھا ہے ۱۲

اکثر جگہ اور علے الخصوص اوس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے نہایت عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے [۱] **بشپ ڈ لٹن صاحب** جو ایک عالم و فاضل شخص تھے لکھتے ہیں کہ ہم کو از روے فطرت کے خود بخود یہ توقع ہوتی ہے کہ الہامی زبان کو سلیس اور لطیف اور عمدہ اور پُر اثر ہونا چاہیئے اور عام کلام کی قوت اور اثر سے بھی اوس کا متجاوز ہونا ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی جس میں کسی قسم کا نقص ہو [۲]

قرآن میں خوبیاں

مسٹر طامس کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اوس کے تمام معنی میں موجود ہے جس نے اوس کو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن ؟ سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کے وصف کی بنا صرف اوسی سے ہوسکتی ہے [۳] **مسٹر گاڈفری ہیگنس صاحب** جو علم و فضل اور انصاف پسندی میں عالی رتبہ شخص ہیں لکھتے ہیں کہ مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار درجہ کے توقیر نہیں کرتا۔ یہ بات اوسکے مصنف کی (خواہ وہ عرب کے نامی پیغمبر محمدؐ ہوں یا اون کے خلیفہ عثمان) [۴] (یعنی مالداری کے) لازوال نیکنامی کا باعث ہے کہ اس میں ایسا ایک بھی حکم نہیں بتلایا جاسکتا ہے جس میں پولیٹیکل خوشامد و رواداری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو (جیسا کہ ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے دی گئی ہے) اگر خودمختار و جابر ایشیائی فرمان رواؤں کو اونکے ارادہ سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہو تو وہ غالباً قرآن کی ایک بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہوگی [۵] **مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب** جو ایک بڑے عالم اور غیر متعصب شخص ہیں لکھتے ہیں کہ منجملہ اون بہت سی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہوسکتی ہیں۔ دو

---

[۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۴۷ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

[۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۵ بحوالہ کتاب ڈلٹن صاحب ۱۲

[۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۰ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم ۱۲

[۴] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۰ بحوالہ کتاب اپالوجی فرام محمد ۱۲

[۴] قرآن مجید کا مصنف حضرت سرور عالم کو قرار دینا تو اس وجہ سے ہے کہ یہ تحریر ایک عیسائی شخص کی ہے جو اس کے الہامی کتاب ہونے کا معتقد نہیں ہے گو اس لحاظ سے حضرتؐ کو مصنف قرار دینا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے اسکی عبارت حضرتؐ ہی کی زبان مبارک پر جاری ہوئی اور حضرتؐ نے قلمبند کیا۔ لیکن خلیفہ عثمان کو اس کا مصنف قرار دینا بالکل بے وجہ اور صاحب موصوف کی غفلت کی دلیل ہے ۱۲ راحت حسین

خوبیاں بیّن ہیں۔ اول[1] تو اوس کا وہ موزّ با نہ اور ہیبت و رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک
(یعنی روشن کھلی ہوئی)
مقام پر جہاں خدا تعالے کا ذکر یا اوسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس میں
خداوند عالم کو اون جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے
ہیں۔ دوسرے[2] اوس کا اون تمام خیالات والفاظ اور قصوں سے مبرا[3] ہونا جو فحش اور خلاف
اخلاق اور نامہذب ہوں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ
یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اوسمیں
خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اول سے آخر تک پڑھ جاؤ تو اوسمیں کوئی بھی
ایسا لفظ نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کے چہرے پر شرم وحیا کے آثار پیدا کرے۔ قرآن میں ذات
باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہے اور جو مذہب اوس نے اپنی ان خوبیوں کے ساتھ
قائم کیا ہے وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید یقین ہے۔ اور بجاے اسکے کہ اللہ
تعالٰے کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جائے جو اس عالم کو مقررہ قوانین
پر چلا کر خود ایسی شان وعظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اس تک کوئی شے نہیں پہونچ سکتی۔ قرآن
کے رو سے وہ ہر وقت حاضر وناظر ہے اور اوسکی قدرت کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرف
ہے۔ علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جسکے اصول میں کوئی امر متنازع فیہ نہیں اور چونکہ اوسمیں
کوئی ایسا معمہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے اس لئے وہ لوگوں کے
خیالات کو ایک سیدھی سادی اور ایسی پرستش پر قائم رکھتا ہے جو تغیر پذیر نہیں ہے حالانکہ
تیز وتند اور اندھا دھند جوش مذہبی نے پیروانِ اسلام کو اکثر اوقات آپے سے باہر کر دیا ہے
اور سب سے اخیر بات یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس سے ولیوں۔ شہیدوں اور
تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ باریکیاں اور راہبوں کا تجرد و
تعذیب نفس بالکل خارج کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود ہیں جن پر خیال کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کے بانی نے ماہیت اشیاء اور اوس زمانہ کی قوموں کی حالت اور
نیز اس امر پر کہ مسائل مذہبی عقل سے کیونکر مطابق ہو سکتے ہیں۔ ایک دیرینہ اور عمیق غور کے بعد
اپنے مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ اور اس وجہ سے یہ کچھ محل تعجب نہیں ہے کہ اسلامی طور کی پرستش
اہل کعبہ کی بت پرستی اور صابئین کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کی آتش پرستی پر غالب آگئی[1]
مسٹر ڈوش صاحب لکھتے ہیں کہ اون تبدیلات[4] مضامین میں جو مثل برق (بجلی) کے تیز اور طرار ہیں اس

[1] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۷۹ بحوالہ کتاب اپالوجی فار دی محمد اینڈ قرآن ۱۲ منہ

[4] یعنی قرآن مجید میں جو ایک مطلب متعدد مقامات میں مختلف تعبیروں اور رنگا رنگ عبارتوں سے ادا کیا گیا ہے ۱۲ راحت حسین

کتاب (قرآن) میں ایک نہایت بڑی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ اور گوئٹھے (ایک مشہور ترین ج
فاضل ہے) کا یہ قول بجا ہے کہ جس قدر ہم اوسکے قریب پہونچتے ہیں یعنی اوس پر زیادہ غور کرتے
ہیں وہ ہمیشہ دور کھنچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے
پھر متعجب کرتی ہے اور آخر کار فرحت آمیز تحیّر میں ڈال دیتی ہے [1]

قرآن کی برکت **دوش صاحب** پھر لکھتے ہیں کہ ہم دفعۃً از راہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ناسبت
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے
بڑا جہان اور رومۃ الکبرےٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت
روم کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اوس کا دسواں حصہ بھی اونکو نہ لگا۔ ایسی کتاب
جسکی اعانت سے جملہ بنی سام میں یہی لوگ بحیثیت سلاطین یورپ میں آئے تھے جہاں کہ اہل فنیشیا
(شام وفلسطین) تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح پر آئے تھے۔
یہی لوگ (عرب) مع اون پناہ گیروں کے یورپ کو انسانیت کی روشنی دیکھانے کے لئے آئے
تھے۔ یہی لوگ (عرب) جبکہ تاریکی چھا رہی تھی۔ یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب
اور اہل مشرق کو فلسفہ۔ طب۔ ہئیت اور نظم لکھنے کا خوشنما اور دلچسپ فن سیکھانے اور علوم جدیدہ
کی بناڈالنے اور ہم لوگوں کو غرناطہ (گرینڈا) کی تباہی کے دن پر ہمیشہ کے لئے رُلانے کو
آئے تھے [2] **راڈویل صاحب** لکھتے ہیں کہ محمد صلعم کی زندگی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان
کرنا تھا اور وہ بے شک اسمیں کامیاب ہوگیا جس قدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے
سے ہم کو محمد صلعم کی سیرت سے اصلی واقفیت ہوتی ہے اوسی قدر مراکشی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی
سخت کلامی اور بدزبانی ہم پر غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا حقیقۃ الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا
کہ وہ[1] بے شک ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا اگرچہ[2] کچھ نقص بھی رکھتا تھا اور ایک[3] سچا واعظ تھا اگرچہ
غلطی میں پڑا ہوا تھا۔ مگر اسکی بہت سی غلطیوں اور نقصوں کی وجہ اوسکے زمانہ کی حالت تھی اور ضرور
ہے کہ جس مذہب کا وہ اصل بانی تھا اوسمیں سچائی اور نکوئی کے اصول بھی ہوں ورنہ یہ معمّہ حل ہونا
مشکل ہے کہ اوسکی تعلیم کا اثر جس کو بے شبہ اوسکے پیرؤوں کے فتحمند ہتھیاروں نے بہت تیز کردیا
اوس وقت تک کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزرچکی ہیں ہمارے زمانہ کے پندرہ کروڑ آدمیوں میں جو کل دنیا
کے چھٹے حصہ سے زیادہ ہیں کس طرح قائم رہا یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور پر خدا
کی ذات کی تعریف بلحاظ اوسکی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق

[1] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۸۱ بحوالہ رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ صفحہ ۲۵۷ لندن ۱۸۵۹ء ۱۲ منہ

[2] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۸۱ بحوالہ گزشتہ ۱۲

[3] ... وہ ایسے تعصب آمیز جملے ہیں جنکی رد خود ... کلام بالا اور آئندہ خصوصاً ... دوم ... کر رہا ہے ... چونکہ اعلیٰ درجہ کا شخص ... نقص اور ... سچا شخص ... غلطی پر نہیں ... سکتا ۱۲ حسین

ہونے کے بیان کی ہے اوسکے لئے وہ نہایت اعلےٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے اور یہ بھی مان لینا واجب ہے کہ قرآن کو صرف خداے واحد پر نہایت پُرجوش اور گہرا یقین ہے۔ اور[عہ] گو کہ اوسمیں متوہمانہ خیالات اور[۲] کہانیاں بھی ہیں اور[۳] طفلانہ آداب و رسوم مذہبی کی بھی تعلیم کرتا ہے اور[۴] ظلم و جور اور غلامی و تعدد ازواج کی بھی اجازت دیتا ہے۔ مگر باوجود[۵] ان باتوں کے اوسمیں ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالۃ اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں [لہ]

اسلام کی خوبیاں | ایم دی سینٹ ہیلر صاحب جو فرانس کے مشہور و معروف فاضل ہیں لکھتے ہیں کہ اسلام میں کوئی بات مشتبہہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھکر بطور اعجوبہ کے نہیں ہے۔ مذہب اسلام خود اس بات کے مخالف ہے کہ وہ کسی پردہ میں پوشیدہ کیا جائے۔ اور اگر اب تک اوسمیں چند شبہات موجود ہیں تو اوس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدا سے ایسا صاف اور سچا ہے جتنا کہ ہونا ممکن ہے [۲] جرمنی مورخ مسٹر دوش صاحب لکھتے ہیں کہ شادی و غم و عشق و محبت۔ ہمت و شجاعت کے وہ عظیم الشان اظہارات جنکی کچھ خفیف سی صدائیں اب ہمارے کان میں آتی ہیں محمدؐ کے زمانہ میں پوری پوری آواز رکھتے تھے اور محمدؐ کو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ لوگوں سے صرف برابری ہی کرنی نہیں پڑی تھی بلکہ اون پر فوق لیجانا پڑا تھا۔ اور اپنے کلام کی فصاحت و بلاغت کو اپنے دعوائے رسالت کی دلیل گردانا پڑا تھا۔ محمدؐ کے پہلے کے شعراء نے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے۔ چنانچہ عنترہ نے جس کے عشق کا حال ایک بہت مشہور داستان میں لکھا ہے۔ اور امرء القیس نے جس کو محمدؐ نے پیشوائے شعراء عرب مگر رہنمائے اہل جہنم بتایا ہے نہایت عالی اور آبدار مضامین عشقیہ نظم کئے [عہ] اور شراب و کباب اور معشوقان ماہوش و سیمین تن کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ مگر محمدؐ نے عاشقانہ مضامین نظم

[عہ] خداوند حکیم ارشاد فرماتا ہے کہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (سورۂ یٰسین پ ۲۳ آیت ۶۹) یعنی میں نے نہ تو رسول کو شعر کہنا تعلیم کیا نہ شعر کہنا اون کے لئے مناسب ہے۔ دنیا میں جیسے جیسے علوم کی ترقی ہو رہی ہے قرآن مقدس کی الہامیت اور سردار اسلام حضرت رسول اللہؐ کی حقانیت کا ثبوت ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ ہمکو اس بات کی بہت خوشی ہے کہ خداوند حکیم نے حضرت سرور عالم کو شعر و سخن سے روکا ورنہ آج بعوض اس اقرار حقانیت کے جو دوش صاحب وغیرہ کر رہے ہیں حضرت سرور عالمؐ شاعروں کے زمرہ میں داخل کر دیئے جاتے اور قرآن ایک فصیح شاعر کی تصنیف قرار دیدیا جاتا اور جو وقعت و عزت قرآن و صاحب قرآن یعنی حضرت رسولؐ کی آج غیروں کی نگاہوں میں ہے ہرگز نہ ہوتی ۱۲ راحت حسین

[عہ] ان چاروں تعصب آمیز نمبروں کی رد اگرچہ عیسائی علماء کی گزشتہ اور آئندہ تحریریں اور خود انھیں راد ذیل کا گزشتہ کلام ہے ضرور اسمیں سچائی اور نحوی کے اصول ہوں" اور آئندہ [۵] کر رہا ہے کیونکہ سچی اور ملہمانہ حکمت آمیز کلام اور نحوی کے اصول برخلاف خام خیال نہیں ہو سکتے ۱۲ راحت حسین

[لہ] اعجاز ص ۱۴۲ بحوالہ ترجمہ قرآن مترجمہ ۲۶ آر ڈویل ۱۲

[۲] اعجاز ص ۱۴۶ بحوالہ

نہیں کیئے نہ کوئی عاشقانہ غزل کہی۔ نہ اس دنیاے فانی کے رنج و راحت نہ عرب کی شمشیر آبدار و شتر بے مہار۔ نہ عرب کے رشک و حسد اور خواہش انتقام نہ کسی قوم و قبیلہ کے آباء و اجداد کی شجاعت و جوانمردی نظم کی۔ نہ کوئی ایسا مضمون بیان کیا جس سے معلوم ہو کہ اوس کے نزدیک وجود بشر کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور انسان کے لیئے مطلقاً فنا ہو جانا ہی ہے۔ الغرض اوس نے لوگوں کو شعر و سخن نہیں سیکھایا بلکہ اسلام سیکھایا اور یہ کیونکر سیکھایا کہ زمین و آسمان شق کر کے جنت و نار کو مجسم کر کے دیکھا دیا[۱]

اسلام کی نفاست اور عام مقبولیت و غلبہ

مسٹر کینن ٹیلر صاحب جو یورپ کے مشہور فضلا میں مذہبی علماء کی حیثیت سے اعلےٰ عہدہ پر فائز تھے بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ اقرار کرنا چاہیئے کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصہ پر بطور ایک واعظ مذہب کے بہ نسبت مذہب عیسوی کے زیادہ تر کامیاب ہے۔ نہ صرف بت پرستی سے اسلام پر ایمان لانے والے بہ نسبت عیسائی مذہب پر ایمان لانے والوں کے زیادہ تر ہیں بلکہ مذہب عیسائی بعض ملکوں میں درحقیقت اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اور مسلمان قوموں کو معتقد بنانے کی کوششیں ظاہرا بالکل ناکامیاب ہوتی ہیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ ہم اپنا وہاں قدم نہیں جما سکتے ہیں بلکہ ہم اپنے آپ کو بچانے میں بھی ناکامیاب ہوتے ہیں۔ مذہب اسلام اس وقت مراکو سے جاوا تک اور زنجبار سے چین تک پھیلا ہوا ہے۔ اور وسط افریقہ میں بے حد تیزی سے پھیلتا جاتا ہے۔ وہ سلسلہ دار بحر روم سے خط استوا تک پھیلا ہوا ہے۔ اور بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ ہندوستان میں یوروپین شائستگی[۲] جو ہندو مذہب کو دور کر رہی ہے وہ اسلام کے لیئے ایک رستہ تیار کر رہی ہے۔ ساڑھے پچیس کروڑ میں سے پانچ کروڑ آدمی ہندوستان میں اس وقت مسلمان ہیں اور افریقہ میں آدھے سے زیادہ۔ مذہب عیسوی اپنی گرفت میں خوب مضبوط[۳] نہیں ہے۔ اور ہندوستان اور افریقہ میں اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اور جمیکا میں حبشی جو کہ صرف نام کے عیسائی ہیں اوبی[۴] ایزم کو قبول کرتے جاتے ہیں۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ افریقہ کی ایک قوم جو کہ ایک دفعہ اسلام قبول کر لیتی ہے پھر کبھی بت پرستی اختیار نہیں کرتی اور نہ عیسائی مذہب کو قبول کرتی ہے[۵]

اسلام کے نفیس اصول اور پاکیزہ تعلیم

مسٹر ٹیلر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ اسلام نے تہذیب پھیلانے میں مذہب عیسائی سے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ میں اقرار

---

[۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۳ بحوالہ رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴ لندن سنہ ۱۸۶۹ء ۱۲

[۲] شائستگی کی جگہ پر لفظ تدبیر ہونا واقع کے مطابق ہوگا ۱۲ منہ

[۳] سبب اس کا مذہب کی خامی ہے ۱۲

[۴] بھوت پریت اور خیالی چیزوں کی پرستش کو اوبی ایزم کہتے ہیں ۱۲

[۵] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۹۳ بحوالہ مضمون اخبار سینٹ جیمس گزٹ لندن سنہ ۱۸۸۷ء جو افریقہ میں چرچ کانگریس کے سامنے پڑھا گیا تھا ۱۲ منہ

کرتا ہوں کہ میں مشنریوں کے بیانات سے کسی قدر بد گمان ہوں۔ لیکن انگریزی عہدہ داروں یا اور سیاحوں کے جو پادری نہیں ہیں مثل ٹن پوپ ہنیسی۔ گیلٹن۔ پال گریو۔ طامسن۔ ریڈ کے عملی نتائج کے بیانات کو ملاحظہ کرو جب کہ اوس کو یعنی اسلام کو ایک حبشی قوم قبول کرتی ہے تو بت پرستی۔ جنات پرستی۔ مخلوق پرستی یعنی جاندار اور غیر جاندار چیزوں کی پرستش۔ مردم خواری۔ انسانی قربانی۔ اطفال کشی۔ جادوگری فوراً دور ہو جاتی ہے۔ باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں۔ نجاست کی جگہ صفائی ہو جاتی ہے۔ اور وہ ذاتی شرف اور سلف رسپکٹ حاصل کر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے۔ اور شراب خواری بہت کم رہ جاتی ہے اور جوا متروک ہو جاتا ہے۔ بے حیائی کے ناچ اور عورت مرد کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کی پاک دامنی نیک خصلت خیال کی جاتی ہے۔ محنت کاہلی کی جگہ حاصل کر لیتی ہے۔ ذاتی اختیار کی جگہ کو قانون دخل کر لیتا ہے۔ انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے۔ خاندانی خصومتیں اور جانوروں اور غلاموں پر بے رحمی کا امتناع ہو جاتا ہے۔ انسانیت اور مہربانی اور یگانگی کا خیال سکھایا جاتا ہے۔ کثرت ازدواج اور بندہ گری ٹھیک طور سے ترتیب دی جاتی ہے اور اونکی برائیاں کم کی جاتی ہیں۔ کل دنیا میں اسلام سب سے زیادہ قومی گروہ شراب نہ پینے والوں کا ہے۔ اور بمقابلہ اوسکے یورپ کی ترقی سے گویا شراب خواری اور گنہگاری کا پھیلاؤ اور اوس جگہ کی قوم کا تنزل مراد ہے۔ حالانکہ اسلام کسی کم درجہ کی تہذیب نہیں پھیلاتا جس میں پڑھنے اور لکھنے کا علم۔ عمدہ لباس پہننا۔ ذاتی صفائی۔ راست گوئی اور سلف رسپکٹ (شرف ذاتی) شامل ہیں اوسکے برائی سے روکنے اور تہذیب پھیلانے کے اثر بے حد عجیب ہیں ۔ لہ مسٹر ارکہارٹ صاحب لکھتے ہیں کہ اصول شرع اسلام میں سے ہر ایک اصل کو دیکھئے تو فی نفسہ اسکی عمدہ اور موثر ہے کہ شارع اسلام کے شرف و فضیلت کو قیامت تک کافی ہے اور اون سب اصول کے مجموعہ سے ایک ایسا انتظام سیاست قائم ہو گیا ہے جسکی قوت و متانت کے سامنے دوسرے سب انتظامات سیاست ہیچ ہیں۔ ایک شخص کی عین حیات اور وہ بھی ایسا شخص جو ایک جاہل۔ وحشی۔ تنگ مایہ۔ و کم ظرف قوم (عرب) کے قابو میں تھا وہ شرع اون ممالک میں شایع ہو گئی جو سلطنت قاہرہ روم کبیر سے کہیں عظیم و وسیع تھیں جب تک اس شرع میں اسکی اصل کیفیت باقی رہی اوس وقت تک کوئی چیز اوس کا مقابلہ نہ کر سکی ۔ ۲ مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اوس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ کا موثر ہے۔ اس سے ہماری مراد

اوسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں۔ یہ نصیحتیں کسی ایک یا دو یا تین سوروں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالی شان عمارت (قرآن مجید) میں سلسلۃ الذہب کی مانند ملی جُلی ہیں۔ ناانصافی۔ جھوٹ۔ غرور۔ انتقام۔ غیبت۔ استہزاء۔ طمع۔ فضول خرچی۔ حرام کاری۔ خیانت اور بدگمانی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اونکو قبیح اور بے دینی بتایا ہے۔ اور بمقابلہ اون کے خیراندیشی۔ فیض رسانی پاکدامنی۔ حیا۔ بردباری۔ صبر۔ تحمل۔ کفایت شعاری۔ سچائی۔ راستبازی۔ عالی ہمتی۔ صلح پسندی۔ حق رسی۔ اور سب پر بالا توکل برخدا اور اتقیاد امر الٰہی کو سچی ایمانداری کی اصل و بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے [۱] سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اوسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے [۲] مسٹر گاڈفری ہیگنس صاحب لکھتے ہیں کہ مورخوں نے بیان کیا ہے کہ محمدؐ کے زمانہ کے پیشتر اہل عرب شراب خواری اور قمار بازی کے نہایت عادی تھے مگر اون (محمدؐ) کے دو حکموں کی وجہ سے شراب و قمار بازی کا رواج قطعاً موقوف ہوگیا۔ گو کہ اونکو ذریعہ شہوت رانی اپنے رفقا کا الزام لگایا گیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری برائے نام ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مے نوشی اور قمار بازی ایسے کبیرہ جرم قرار دیئے گئے ہیں جو معافی کے لائق نہیں اور جنگلی بیخکنی ایک دم سے کر دی گئی۔ اونکے پیرؤوں کی کل شہواتِ نفسانی اور تعصب اور عادات کی بندش کر دی گئی ہے۔ ضرور ہے کہ سب کو ترک کریں۔ ورنہ اون کے تابع نہیں ہو سکتے۔ گبن درست کہتا ہے کہ جس عیش و عشرت سے دل للچائے اوسکی تکلیف دہندہ قیدون کو بلاشبہ رندوں اور منافقوں نے اوٹھا دیا ہے۔ مگر اوس واضع قانون (محمدؐ) پر جس نے کہ اوس کو بنایا یقیناً انصاف کی رو سے اس بات کی تہمت نہیں ہو سکتی کہ اوس نے اپنے مریدوں کو اونکی شہوات نفسانی کی اجازت دینے سے فریب دیا۔ فی الحقیقت میرے نزدیک فرنگستان کی کیا ہی خوش قسمتی ہوتی اگر بموجب حکم الٰہی دین عیسوی میں بھی انکی ممانعت ہو جاتی۔ کچھ آگے چلکر پھر لکھا ہے کہ "میری رائے ناقص اور خیالات محدود کے بموجب اگر شراب اور قمار بازی وغیرہ کی ممانعت انجیلوں میں پائی جاتی تو انسان کو کچھ کم خوشی نہ ہوتی اور اگر حضرت عیسےٰؑ اپنے علم غیب سے جو بزعم لوگوں کے اونکو حاصل تھا اور جس کا محمدؐ کو دعوے نہ تھا منشی چیزوں کی ممانعت کر دیتے بجز اون صورتوں کے جنمیں وہ دوا کے طور پر ضروری ہوں تو اس سے کچھ برائی زیادہ نہ ہو جاتی [۳] مسٹر گبن صاحب لکھتے ہیں کہ اوس (محمدؐ) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح

[۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۲۱۲ بحوالہ کتاب انسائیکلوپیڈیا ۱۲

[۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۲۱۳ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ ۱۲

[۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۲۱۳ بحوالہ کتاب اپالوجی فرام محمدؐ ۱۲

پھونک دی - آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا - تو میں جو کہ اعتقاد میں مخالف تھیں فرماں برداری میں متفق ہوگئیں ۱؎ **مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب** لکھتے ہیں کہ اگر کسی مذہب کی سچائی پرکھنے کے لیئے اس امر کو معیار قرار دیا جائے کہ اوس نے اوس زمانہ کی حالت کے موافق عورتوں سے کیا رعایت کی اور غربا ومساکین اور مظلوم لوگوں کے لئے کیا کیا تو محمدؐ کا مذہب بے شک اس آزمائش کی برداشت کرسکتا ہے ۲؎

اسلام میں فیاضی کی تعلیم

مسٹر اڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی خیرات جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہے اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت کرنے کی بکرر تاکید ہوئی ہے اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دی گئی ہے شاید محمدؐ ہی ایسے صاحب شریعت ہیں جنھوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو - اسکی مقدار معین مال کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے - مثلاً زر نقد - غلہ - مویشی - پھل - اور اسباب تجارت - مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ نہ دے اوس نے شریعت کی تکمیل نہیں کی درحقیقت فیاضی عدالت کی بنیاد ہے اور جن لوگوں کی اعانت ہم کو لازم ہے اونکو ضرر پہونچانا ممنوع ہے کوئی نبیؐ عالم لاہوت اور برزخ کی پوشیدہ باتیں اور بھید بیان کرے مگر احسانات کے احکام میں اوسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہونگے ۳؎ **مسٹر ابراہام ریس صاحب** لکھتے ہیں کہ خیرات دینے میں اکثار اور اوسکی رغبت دلانے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہے - قرآن نے قبول دعا کے لئے خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہے ۴؎ **مسٹر موصوف** پھر لکھتے ہیں کہ خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں ضرب المثل ہیں بالتخصیص حسن بن علیؑ جو محمدؐ کے نواسے تھے - روایت ہے کہ اونھوں نے اپنی حیات میں تین مرتبہ اپنا مال محتاجوں کو نصفا نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو جو کچھ تھا سب دیدیا - اور عوام مسلمین نیکیاں کرنے کے ایسے عادی ہو رہے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ نیکی کرتے ہیں ۵؎

اسلام کے احسانات عام اہل دنیا پر

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے بہ تحقیق کیا ہے اور اون پر غور کی ہے اونمیں سے

۱؎ اعجاز صفحہ ۲۱۶ بحوالہ کتاب تاریخ گبن ۱۲ منہ
۲؎ اعجاز صفحہ ۲۳۶ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمدن ازم ۱۲ منہ
۳؎ اعجاز تنزیل صفحہ ۲۹۸ بحوالہ تاریخ گبن جلد ۶ باب ۵۰ ۱۲ منہ
۴؎ اعجاز صفحہ ۳۰۰ بحوالہ کتاب سائیکلو پیڈیا بذیل لفظ آمز ۱۲ منہ
۵؎ اعجاز صفحہ ۳۰۰ بحوالہ بالا ۱۲

بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور حرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پہونچیگا

مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے بابین (درمیان) بطور ایک سلسلہ کے بیان کئے گئے ہیں بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مور یعنی اہل بربر تھے جو خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے ۔ علم جو ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اوس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا یہ بات معروف و مشہور ہے کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے اور یورپ میں جہالت اور وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا ۔ اور علم ادب قریباً نیست و نابود ہوگیا تھا علاوہ اسکے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیئے کہ تمام علوم طبعیات ۔ ہیئت ۔ فلسفہ ۔ ریاضی جو دسویں صدی میں یورپ میں جاری تھے ابتدائً عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں ۔ مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ یورپ مذہب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ہے کیونکہ اگر اون جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائی میں ہوئے جس کو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کی جائے تو بالتخصیص مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خود مختاری یورپ سے موقوف ہوگئی جسکے باقی ماندہ اثروں پر ہمارے ملک یورپ کی آزادی کی نہایت بڑی اور عالیشان عمارت کی بنیاد قائم ہوئی ۔ اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہیئے کہ محمدؐ کے پیرؤوں کے (جو قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکماء کی بہت سی کتابیں فنون اور علوم ریاضی اور طب وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اونھیں کی کوششوں سے شائع ہوئیں لہ

مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم اس بات پر غور نہیں کرسکتے ہیں کہ اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کیا کیا ۔ لیکن اگر نہایت ٹھیک ٹھیک کہا جائے تو یورپ میں علوم و فنون کی ترقی اوسی (اسلام) کا حصہ تھا ۔ مسلمان علے العموم نویں صدی سے تیرہویں صدی تک وحشی یورپ کے لئے روشن ضمیر معلم کہے جاسکتے ہیں ۔ خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت

عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سر سبز ہونا شمار کیا جا سکتا ہے۔ قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہو جاتا اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اوس کو پناہ نہ ملتی۔ عربی فلسفہ۔ قدرتی چیزوں کی تاریخ۔ جغرافیہ۔ تاریخ عام۔ صرف۔ نحو۔ علم کلام۔ اور فن شاعری کی (جسکی تعلیم پُرانے اوستاد دیتے تھے) بہت سی کتابیں پیدا ہو گئیں جنمیں سے اکثر اوس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم دیجائینگی جب تک نسلیں تعلیم پانے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی لہ ایک یورپین مضمون نگار نے لکھا ہے کہ اسلام نے اطفال کُشی کا انسداد کر دیا جو اوس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں جاری تھی۔ گو عیسائی مذہب نے بھی اوس کو روکا مگر اسلام کے برابر اوس کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اسلام نے غلامی کو موقوف کر دیا جو اوس ملک کی پُرانی جاہلیت کی رسم تھی۔ اسلام نے ملکی حقوق کو برابر کر دیا اور صرف اونھیں لوگوں کے حق میں انصاف نہیں کیا جو اوس مذہب کے معتقد تھے بلکہ اون لوگوں کے ساتھ بھی برابر انصاف کیا جن کو اوسکے ہتھیاروں نے فتح کیا تھا۔ اسلام نے اوس محصول کو جو سلطنت کو دیا جاتا تھا گھٹا کر صرف دسواں حصہ کر دیا۔ اسلام نے تجارت کو تمام محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کر دیا۔ اسلام نے مذہب کے معتقدوں کو اس بات سے کہ اپنے مذہبی سر گروہ کو یا مذہبی کام کے لئے جبراً روپیہ دیں اور تمام لوگوں کو اس بات سے کہ غالب مذہب اسلام کو ہر ایک قسم کا مذہبی چندہ دیں بالکل بری کر دیا۔ اسلام نے فرقہ فتحمند کے تمام حقوق مفتوحہ لوگوں میں سے اون شخصوں کو دے دیئے جو اوسی کے یعنی مفتوحہ مذہب کے پابند تھے اور اونکو ہر ایک قسم کی پناہ دی۔ اسلام نے مال کی حفاظت کی۔ سود لینے کو اور خون کا بدلہ بغیر حکم عدالت کے لینے کو موقوف کر دیا۔ صفائی اور پرہیزگاری کی حفاظت کی۔ اور ان باتوں کی صرف ہدایت ہی نہیں کی بلکہ اونکو پیدا کیا اور قائم کر دیا۔ حرام کاری کو موقوف کر دیا۔ غریبوں کو خیرات دینے اور ہر ایک شخص کی تعظیم کرنے کی ہدایت کی **اس مضمون نگار** نے پھر لکھا ہے کہ جو نتیجے اسلام سے ہوئے وہ اس قدر وسیع اور دقیق اور مستحکم ہیں کہ اونکی تکمیل کر لینا تو درکنار ہم یقین نہیں کر سکتے کہ وہ انسان کے خیال میں بھی آسکیں ٹہ

انیسواں مقدمہ (حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے مختصر حالات اسلامی کتابوں سے) آپکے نور کی پیدائش

ابن بابویہ علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت

لہ اعجاز ص ۳۱۸ بحوالہ کتاب السائیکلو پیڈیا ۱۲ منہ

ٹہ اعجاز التنزیل ص ۳۲۰ ۱۲ منہ

کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے آسمان و زمین اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو پیدا کرنے سے چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے نورِ مقدس حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کو پیدا کیا اور اوس نور سے بارہ حجاب پیدا کیے ۱۔ حجابِ قدرت ۲۔ حجابِ عظمت ۳۔ حجابِ منت ۴۔ حجابِ رحمت ۵۔ حجابِ سعادت ۶۔ حجابِ کرامت ۷۔ حجابِ منزلت ۸۔ حجابِ ہدایت ۹۔ حجابِ نبوت ۱۰۔ حجابِ رفعت ۱۱۔ حجابِ ہیبت ۱۲۔ حجابِ شفاعت۔ پھر اس نور کو ہر حجاب میں یکے بعد دیگرے کچھ مدت تک رکھا اور یہ نور اون حجابوں میں تسبیح پروردگار میں مشغول رہا۔ حجابِ قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰے تھی۔ اور حجابِ عظمت میں گیارہ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ عَالِمِ السِّرِّ تھی۔ اور حجابِ منت میں دس ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ مَن ھُوَ قَائِمٌ لَا یَلھُو تھی اور حجابِ رحمت میں نو ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ الرَّفِیعِ الاَعلٰے تھی۔ اور حجابِ سعادت میں آٹھ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ مَن ھُوَ دَائِمٌ لَا یَسھُو تھی۔ اور حجابِ کرامت میں سات ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ مَن ھُوَ غَنِیٌّ لَا یَفتَقِرُ تھی۔ اور حجابِ منزلت میں چھ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ العَلِیمِ الکَرِیمِ تھی۔ اور حجابِ ہدایت میں پانچ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ ذِی العَرشِ العَظِیمِ تھی۔ اور حجابِ نبوت میں چار ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ رَبِّ العِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُونَ تھی۔ اور حجابِ رفعت میں تین ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ ذِی المُلکِ وَالمَلَکُوتِ تھی۔ اور حجابِ ہیبت میں دو ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمدِہٖ تھی۔ اور حجابِ شفاعت میں ایک ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیمِ وَبِحَمدِہٖ تھی۔ پھر آپ کے اسم مبارک کو لوح پر ظاہر فرمایا وہاں چار ہزار سال تک چمکتا رہا۔ پھر عرش پر ظاہر کیا اور ساق عرش پر لکھدیا وہاں سات ہزار سال چمکتا رہا۔ اسی طرح حالات رفعت و جلالت میں پھرتا ہوا صلب حضرت آدم میں پہونچا پھر یکے بعد دیگرے صُلب حضرت نوحؑ میں پہونچا پھر اصلاب طاہرہ میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا ہوا صلب حضرت عبداللہ میں پہونچا اور آپکے صلب سے باہر آکر اس دنیا کو روشن کیا (حیات القلوب جلد ۲ باب فصل ۲ باختصار)

آپکا نور آپکے آباء کرام کی پیشانیوں میں شیخ ابوالحسن بکری نے کتاب انوار تاریخ ولادت سید ابرار میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نور حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ انبیاء اور اوصیاء کی مبارک پیشانیوں میں یکے بعد دیگرے حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت ہاشم

کی مبارک پیشانی تک پہونچا اور نورانیت اوسکی اس حد پر تھی کہ حضرت ہاشم جب مسجد الحرام میں داخل ہوتے تھے تو خانہ کعبہ اوس نور سے روشن ہوجاتا تھا اور آپ کے چہرۂ انور سے آسمان کی طرف نور بلند ہوتا تھا۔ جب جناب ہاشم پیدا ہوئے تو آپ کے سر پر دو گیسو تھے مثل گیسو ہائے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور اون دونوں گیسوؤں سے آسمان کی طرف نور بلند تھا جس سے اہل مکہ تعجب کرنے لگے اور اطراف کے رہنے والے مکہ میں اوس کو دیکھنے کے لئے آئے اور کاہنوں میں ہیجان پیدا ہوا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس نورانیت کا ایک نبی پیدا ہونے والا ہے) اور بتوں نے فضیلت حضرت سرورِ عالم پر شہادت دی اور حضرت ہاشم جس پتھر اور ڈھیلے کی طرف سے گذرتے تھے وہ بقدرت خدا حضرت ہاشم کو اس امر کی خوشخبری دیتے تھے کہ بہت جلد آپکی نسل سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک بزرگ ترین خلق اور شریف ترین اہل عالم ہوگا۔ وہ کون حضرت محمد مصطفےٰ صلوات اللہ علیہ و آلہ۔ حضرت ہاشم نے جناب سلمہ سے عقد کیا جو مدینہ منورہ کی رہنے والی اور قبیلہ بنی نجار سے تھیں اور نجابت اور عفت اور کمال اور حُسن و جمال میں مشہور تھیں اور آپ کے اہل قبیلہ بھی کرم و بخشش اور مہمان نوازی اور پاک دامنی میں شہرۂ آفاق تھے۔ جب آپ کے پاک رحم میں حضرت عبدالمطلب کا حمل قرار پایا تو نور محمدی پیشانی جناب سلمےٰ کیطرف منتقل ہوا اور اہل یثرب اس بزرگ اور گرانقدر بخشش پر اون کو مبارکباد کہنے لگے اور اونکا حُسن و جمال اور چہرہ کی رونق اور تازگی اوس نورِ مبارک کی برکت سے بڑھ گئی۔ اور مدینہ منورہ کی عورتیں انکے حسن و جمال کی زیارت کو آتی تھیں اور نورانیت کے مشاہدہ سے متحیّر ہوتی تھیں۔ جناب سلمیٰ جس پتھر اور ڈھیلے کے پاس سے گذرتی تھیں وہ انکی تعظیم کرتے اور سلام کرتے اور مبارکباد کہتے تھے۔ اور برابر اپنے داہنی جانب سے آواز سُنا کرتی تھیں جس میں کوئی آپ پر اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا خَیْرَ الْبَشَرِ کہکر سلام کرتا ہے۔ ایک شب یہ آواز سُنی کہ اے سلمیٰ بشارت ہو تم کو کہ بہترین اہل دنیا تم سے پیدا ہونے والا ہے۔ جب آپکو دردِ زہ شروع ہوا تو ایک آواز سُنی کہ اے سلمیٰ اپنے اور غیروں کے درمیان پردہ ڈال دو تاکہ کوئی اس بچے کو نہ دیکھے۔ پس آپ نے دروازہ بند کرلیا اور پردہ ڈال دیا پھر دیکھا کہ نور کا ایک پردہ ان کے سامنے زمین سے آسمان تک پڑا ہوا ہے تاکہ شیاطین اون تک پہونچ نہ سکیں۔ حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے اور نور محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ آپکی پیشانی پر چمکنے لگا اور آپ پیدا ہوتے ہی ہنسنے لگے۔ سلمےٰ نے آپ کو چھپایا ایک مہینہ تک کوئی آپکی

پیدائش سے آگاہ نہ ہوا۔ اور دوسرے مہینے چلنے لگے۔ سات برس کی عمر میں آپ کامل اور قوی اور شہزور جوان کے مثل ہوگئے اور آپ کے نورانیت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ مدینہ سے اپنے چچا مطلب کے ساتھ مکہ جانے لگے تو دشمنوں سے حفاظت کی غرض سے مطلب نے آپ ہی کے مشورہ سے آپ کے چہرہ پر تین تہ کپڑا لٹکایا لیکن نورانیت میں کمی نہ ہوئی اور اوس کپڑے سے چھن کر نورانیت اوسیطرح ظاہر ہوتی تھی جیسے بغیر پردہ کے ظاہر ہوتی تھی لہ

آپ کے آبا رکرام کی عظمت و قدر و منزلت

(بطریق شیعہ) علمار امامیہ کا اس بات پر اجماع[عہ] ہے کہ حضرت سرور عالم کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ اور کل دادا اور دادیاں دین صحیح پر تھے۔ اور آپ کا نور مبارک نہ کسی مشرک کے صلب میں داخل ہوا نہ کسی مشرکہ کے رحم میں۔ متواتر[عہ] حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے باپ دادا سب کے سب انبیاء اور اوصیاء اور دین خدا کے حامل تھے اور حضرت اسمعیل علے نبینا وعلیہ السلام کے فرزند جو حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے اجداد کرام تھے وہ حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصیار اور مرجع خلائق تھے اور ملت ابراہیمی اون کے درمیان میں باقی تھی اور شریعت حضرت موسےٰ وعیسےٰ منسوخ نہ ہوئی تھی اور یہ لوگ اوسکے محافظ تھے اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور تبرکات انبیار کو سپرد کرتے آتے تھے۔ جناب عبد المطلب تک یہی سلسلہ جاری رہا اور جناب عبد المطلب نے حضرت ابوطالب یعنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے والد ماجد کو اپنا وصی بنایا اور انبیار کی امانتیں اون کے سپرد کیں اور جناب ابوطالب نے اون امانتوں کو حضرت سرور عالم کو بعثت[للعہ] کے بعد سپرد کیا۔ حضرت عبد المطلب کی فضیلت میں بھی بہت سی حدیثیں حضرت سرور عالم سے نقل کی گئی ہیں۔ اور بسند معتبر حضرت امیر المومنین ع سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی نہ میرے والد ماجد نے بتوں کی عبادت کی نہ میرے جد عبد المطلب نے نہ اونکے پدر بزرگوار ہاشم نے نہ اونکے والد بزرگوار عبد مناف نے بلکہ یہ کل حضرات خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور دین حضرت ابراہیم

للعہ فاضل طریحی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جناب ابوطالب حضرت رسول اللہ ص کی رسالت اور دین اسلام پر ایمان لائے اور جو وصیتیں انبیار کی اون کے پاس امانت تھیں اونکو حضرت سرور عالم کے سپرد کیا اور اوسی دن انتقال فرمایا۔ مجمع البحرین لغت حج آخر بیان معانی لغت مذکور ۱۲

لہ حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۲ باختصار ۱۲ منہ

عہ یعنی علمار شیعہ کا کسی دینی بات پر اتفاق جسمیں امام علیہ السلام کی رائے بھی شریک ہو ۱۲ منہ

عہ متواتر ادسکو کہتے ہیں جس کے بیان کرنے والے اس حد تک پہونچ جائیں جن کے بیان سے یقین حاصل ہو جائے اور متواتر خبر کو دنیا کے کل عقلاء حجت سمجھتے اور بے عذر قبول کر لیتے ہیں ۱۲ منہ

سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پروردگار ... تقلبک فی الساجدین کی تفسیر ...

[illegible]

علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام پر تھے لہ

بطریق سُنی امام اہلسنت علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی نے نو کتابیں صرف اس امر کے بیان میں لکھی ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ کے آباء کرام ذکور و اناث سب کے سب مومن اور دینِ صحیح پر تھے۔ چنانچہ اُن رسالوں میں سے بعض کے مضامین ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء لہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ کے ہاں باپ کا مشرک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ وہ مسلمان اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ مثل زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل وغیرہ کے اور علماء میں سے ایک جماعت لہ نے اس کلام کو اختیار کیا ہے ادنیں سے ایک امام فخر الدین رازی ہیں جو اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا بلکہ چچا تھا اور دلیل اسکی چند چیزیں ہیں ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے باپ واد الکفار نہ تھے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے الَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (پ۱۹ سورہ شعراء آیت ۲۱۹) کہا گیا ہے کہ معنی اس کا یہ ہے کہ خداوند عالم حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے نور کو ایک سجدہ کرنے والے کے صلب سے دوسرے سجدہ کرنے والے کے صلب کی طرف منتقل کرتا رہا۔ اور اس بنا پر یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے باپ ماں دادا دادی سب کے سب مسلمان تھے۔ اور اس وقت اس امر کا یقین کرنا واجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ بُت پرست نہ تھے۔ اور آزر جو بُت پرست تھا وہ اون کا چچا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت سرورِ عالمؐ کے آباء کرام کے مسلمان ہونے پر خود حضرت کی فرمائش دلیل ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ہم کو پاکوں کے صُلب سے پاکوں کے رحم کی طرف برابر منتقل کرتا رہا۔ اور مشرکوں کو

لہ جن میں سے امام قرطبی اور محب طبری اور امام غزالی اور علامہ صلاح الدین اور علامہ زرقانی اور حافظ عبدالعزیز پرہاری اور محمد بن فضل اللہ اور امام ابونعیم اور سید علی ہمدانی اور امام بیہقی اور سبط ابن جوزی اور احمد زینی اور امام موصلی اور علی اجہوری اور تلمسانی اور امام شعرانی اور امام سبکی اور امام سحیمی اور سید محمد رسول برزنجی اور سلیمان ردمی اور صاحب طبقات ابن سعد اور محمد بن اسحاق واقدی اور فخر الدین رازی اور امام ثعلبی اور بغوی اور فاضل نیشاپوری اور قسطلانی اور شاہ عبدالحق دہلوی وغیرہ ہیں (فتح الغالب فی رد شرح المطالب صـ۳) ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) تفسیر برہان میں بذیل آیت تقلبک فی الساجدین جو سورہ شعراء میں ہے متعدد حدیثیں اسی مضمون کی آئمہ معصومین سے نقل کی ہیں کہ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم میرے نور کو پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ دنیا میں پیدا کیا اور میرا اور علی کا نور ایک ہی ہے ۱۲

لہ حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۲ باختصار

لہ مسالک الحنفاء خلاصہ مسالک ثانی صـ۱۲ چھاپہ دکن ۱۲ منہ

خدا نے نجس فرمایا ہے۔ اس لئے یہ اقرار واجب ہے کہ حضرتؐ کے آبا و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا **علامہ سیوطی** لکھتے ہیں کہ یہ کلام امام رازی کا ہے جنکی امامت اور جلالت قدر سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ امام اہلسنت اور بدعتی فرقوں کی رد پر کمربستہ اور دین اشاعرہ کے نامور اور مددگار اور چھٹیں صدی میں مجدد دین و مذہب تھے۔ **علامہ سیوطی** اس کے بعد لکھتے ہیں کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے باپ ماں دادا دادی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عبداللہ تک سب کے سب اپنے اپنے زمانہ میں بہترین خلق اور افضل ترین اولاد آدمؑ تھے کوئی اون سے بہتر نہ تھا۔ اگر کوئی دوسرا جو مشرک ہو ان سے بہتر مان لیا جائے تو دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک[۱] یہ کہ مشرک مسلم سے بہتر ہو اور یہ امر باجماع باطل ہے۔ دوسرے[۲] یہ کہ صحیح حدیثوں کی مخالفت لازم آئیگی اس لئے یقیناً لازم ہوا کہ انمیں کوئی مشرک نہ ہو تا کہ یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ میں بہترین اہل دنیا قرار پائیں" (بقدر حاجت مختصراً) **شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی** نے شرح مشکوۃ فارسی میں لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے آبا کرام حضرت آدم سے حضرت عبداللہؑ تک سب کے سب کفر و شرک کی گندگی سے پاک و پاکیزہ تھے۔ اور علماء متاخرین نے اسکی دلیلوں کو تحریر کیا ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے خداوند عالم نے اونکو مخصوص کیا ہے اور اون کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرتؐ کے کل آبا و اجداد دین اسلام پر تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خداوند عالم اس نور پاک کو تاریک اور پلید جگہ (یعنی کافروں کے صلب اور رحم) میں رکھے اور آخرت میں اون کافر آبا و اجداد پر عذاب کر کے حضرت سرورؐ عالم کو رسوا کرے [لہ]

بیان ایمان حضرت ابوطالب علیہ السلام

یہ **حدیث** تواتر کے حد کو پہونچی ہوئی ہے کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ یعنی میں اور علی ایک نور سے ہوں۔ ایک حصہ اوس کا حضرت عبداللہ کے صلب میں اور ایک حصہ حضرت ابوطالب کے صلب میں قرار دیا گیا۔ پس جس طرح نور محمدی کا تاریک اور پلید صلب اور رحم میں قرار پانا صحیح نہ تھا اور حضرت رسولؐ کے ماں باپ پر عذاب کر کے حضرتؐ کی توہین کرنا خدا پر جائز نہ تھا اوسی طرح حضرت امیرؑ کے نور کو بھی تاریک اور پلید صلب اور رحم میں رکھنا اور اونکے ماں باپ پر جو حضرت رسولؐ کے ہمدرد اور غمخوار و جان نثار و پرستار چچا تھے عذاب کر کے ان دونوں حضرات کو دردمند اور رنجیدہ اور رسوا کرنا خدا پر جائز نہ تھا کیونکہ یہ نور بھی نور محمدی کا ایک ٹکڑا ہے۔

۸۶ حضرت عبداللہ کے با معرفت اور صاحب علم اور خدا شناس اور دین صحیح پر ہونے کو ہمادیو نے بھی بیان کیا ہے دیکھو شروع بیان ہمادیو کا ۱۲ راحت حسین

[لہ] فتح الغالب فی رد شرح المطالب ص۳ دیباچہ ۱۲ منہ

۵/ رکن ۳ باب ۱ فصل ۴ بیان بتلیغ واقعہ ۳ باختصار ۱۲

اور اوس مقدس ہستی کا نور ہے جو رسولؐ کا نفس اور وصی اور خدا کا ولی اور برگزیدہ اور مقرب
بندہ ہے۔ علاوہ اس کے باعتراف اکثر علمائے اہلسنت کے حضرت ابوطالب بھی مثل اپنے والد
ماجد حضرت عبدالمطلب اور اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے مومن اور دین صحیح پر تھے۔ اور اس بارہ میں
متعدد مستقل کتابیں وہ لکھ چکے ہیں جیسے اسنی المطالب وغیرہ ملا معین کاشفی معارج النبوۃ میں
لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطالب نے حضرت سرور عالم کو ایک میدان میں دیکھا کہ نماز میں مشغول
ہیں اور اون کے فرزند دلبند حضرت علی علیہ السلام نگرانی کر رہے ہیں۔ اور بروایت محمد بن اسحاق
دونوں صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وآلہ سے پوچھا کہ اے بھتیجے تم یہ کیا کر رہے تھے آپ نے جواب دیا کہ اے چچا خدا نے ہم کو
مبعوث برسالت کیا ہے۔ یہ اوسکی عبادت ہے جو ہم کر رہے تھے اور آپکو بھی اس دین کیطرف
بلاتے ہیں اور اس عبادت کی طرف ترغیب کرتے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ اے
فرزند تم سچ کہتے ہو لیکن ہم اپنے باپ عبدالمطلب اور اپنے اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے
تم جس کام کے لئے بھیجے گئے ہو اوس کو دل کھول کر انجام دو ہم کسی دشمن کو تم پر ظلم نہ کرنے دینگے
گو یہ روایت شیعوں کے عقیدہ کے مخالف ہے کیونکہ ادیان سابقہ میں نماز کا حکم قرآن سے
ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کو خدا نے نقل کیا ہے رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ
مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ یعنی پروردگار
میں نے اپنی بعض ذریت کو غیر آباد زمین میں تیرے محترم مکان کے پاس چھوڑا ہے تا کہ (امیں)
نمازیں پڑھا کریں۔ اور رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي یعنی مجھکو اور میری بعض
ذریت کو (جو نماز گذار ہیں بروز قیامت) نماز گذاروں میں قرار دینا (سورہ ابراہیم پ۱۳) اور حضرت
عیسے علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا یعنی خدا نے ہم کو نماز
پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک ہم زندہ رہیں (سورہ مریم پ۱۶) اور روایت حضرت علی
سے جو اوپر ذکر کی گئی آپ کے باپ دادا کا بھی نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ پوچھنا
بے معنی ہے کہ "کیا کر رہے تھے"۔ مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ شائد ادیان سابقہ میں نماز کی صورت
جداگانہ تھی اسلامی نماز کو اپنی نماز کے مخالف پا کر سوال کیا ہو بہرحال اس روایت سے ہم کو صرف
اس امر کو دیکھانا مقصود ہے کہ حضرت ابوطالبؑ بھی اپنے باپ حضرت عبدالمطلب اور اپنے اجداد
کرام کے دین پر تھے اور حضرت سرور عالم کے دعوائے رسالت کی تصدیق کی اور کفار کو ظلم کرنے

سے رو گئے کا وعدہ کیا۔ اور او پر علامۂ سیوطی کی تحریر میں بصراحت گذر چکا کہ یہ لوگ موحد اور دین حضرت ابراہیمؑ پر تھے۔ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے چچا ابوطالب کے لئے خدا سے ہر بھلائی کے امیدوار ہیں۔ اور حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی اگر میرے پدر بزرگوار کل اہل دنیا کی شفاعت کریں تو خدا سب کو بخشدیگا۔ کیا میرے باپ جہنم میں جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ قسم خدا کی قیامت کے دن میرے باپ کا نور پنجتن اور باقی ائمہ کے نور کے سوا باقی کل خلائق کے نوروں پر غالب رہیگا حضرت صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب ابوطالب انبیاء اور صدیقین اور شہداء وصالحین کے رفیق ہوں گے۔ حضرت رضاؑ فرماتے ہیں کہ اگر تم ابوطالب کے ایمان کا اقرار نہ کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے (کنز الفوائد ص۸۰ وشرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۱۶۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب ابوطالب کو بت پرست اور مشرک کہنے کا سبب دو ہی ہو سکتا ہے۔ ایک وہ کینہ و بغض و عداوت جو کہنے والوں کے دلوں میں حضرت علیؑ کیطرف سے قرار پکڑے ہوئے ہے اور دوسرے اپنے بڑوں کے عیوب پر خاک ڈالنے کی فکر واضح ہو کہ جس طرح کسی بوجھ کو ایک قوی ہیکل آدمی نہیں اوٹھا سکتا اور چند آدمی ملکر اوٹھا لیتے ہیں اوسی طرح واقعات اور اخبارات اگرچہ عقل کو لگتے ہوئے ہوں لیکن ہر شخص کے لئے ہر واقعہ یا ہر خبر جدا جدا کبھی یقین نہیں دلاتی لیکن چند واقعے یا چند خبریں ملکر یقین دلا دیتی ہے اس لئے ذیل کی چند باتیں جدا جدا اگرچہ ممکن ہے کہ بعض وسواسی یا مغشوش طبیعتوں کو اپنے مضمون یا دعوائے مدعی کا یقین نہ دلا سکیں لیکن سب کے مضمون کو اکٹھا پیش نظر رکھنے والے اس امر میں ہرگز شک نہیں کر سکتے کہ جناب ابوطالب نے نہ تو بت کا کبھی سجدہ کیا نہ ایک لمحہ کے لئے کبھی مشرک ہوئے بلکہ بعثت رسول اللہؐ تک مسلمان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین صحیح پر رہے اور بعد دعوت حضرت سرور عالمؐ کے آپکی رسالت کے معتقد ہوئے ۱۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کفار نہ تو خدا کے دوست ہیں نہ خدا کی بارگاہ میں اون کے لئے کوئی عزت اور حرمت ہے بلکہ قرآن مجید میں کفار سے بیزاری اور اون سے دوستی کی ممانعت۔ اور اون کے قتل وغیرہ کے احکام کی آیتیں بہت سی بصراحت موجود ہیں۔ پس اگر حضرت ابوطالب کافر اور مشرک ہوتے تو یہ بھی نظر خدا میں اوسیطرح مبغوض ہوتے جیسے ابولہب وغیرہ دوسرے کفار تھے۔ اور ان کے لئے بھی وہی احکام ہوتے جو دوسرے کفار کے لئے ہیں۔ حالانکہ امام احمد بن حسین حنفی موصلی مشہور بہ ابن وحشی اور ائمہ مالکیہ میں سے

علی جہوری نے فتاوی میں اور تلمسانی نے شرح شفاء قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ مَنْ اَبْغَضَ اَبَا طَالِبٍ فَهُوَ کَافِرٌ یعنی جو شخص جناب ابوطالب سے عداوت کرے وہ کافر ہے لہ اور یہی فتوا ابو طاہر کا بھی ہے ٢ه اور خداوند عالم جناب ابوطالب اور بنو ہاشم کی جو اون کے ہمراہ تھے قرآن مجید میں تعریف کر رہا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی کفار جب قرآن کی آیتوں کو یا خدا کی نشانیوں کو (جو ثبوت رسالت ہیں) دیکھتے ہیں تو اوس پر ایمان نہیں لاتے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم سے مخاصمت کرتے ہیں۔ کفار کہتے ہیں کہ یہ (یعنی قرآن) اگلوں کی بیہودہ باتیں ہیں وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْــٴَـوْنَ عَنْهُ یعنی ابوطالب اور دوسرے بنو ہاشم کفار قریش کو رسول پر ظلم کرنے سے روکتے ہیں اور اون کفار کو رسول سے دور کرتے ہیں وَاِنْ یُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ یعنی کفار قرآن کی تکذیب کر کے اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور کچھ سمجھتے نہیں ہیں (اس تکذیب سے رسول کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) ابن عباس کہتے ہیں کہ کلام پروردگار وهم ینهون عنه وینأون عنه جناب ابوطالب کے حق میں نازل ہوا ہے۔ کیونکہ ابوطالب کفار قریش کو حضرتؐ پر ظلم کرنے سے روکتے تھے اور حضرتؐ کے فرائض مذہبی میں مزاحمت کرنے سے دور رکھتے تھے ٣ه اور حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ آپ کے انتقال پر بہت روئے اور کئی دن تک آپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور اس قدر غمزدہ ہوئے کئی دن تک دولت سرائے سے باہر تشریف نہ لائے ٤ه اور ظاہر ہے کہ کافر جیسے دشمن خدا کے لئے حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے ۲ حضرت ابوطالب نے اپنے دونوں صاحب زادوں یعنی حضرت جعفر طیار اور حضرت علی علیہما السلام کو حکم دیا کہ اپنے چچازاد بھائی یعنی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا ساتھ پکڑو اور اون کے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ اونھوں نے تم کو بھلائی ہی کیطرف بلایا ہے ٥ه اور ظاہر ہے کہ جو شخص شرک اور بت پرستی کو پسند کرتا ہو اور اسلام کی طرف میلان

لہ فتح الباری لب صـ۱۹ بحوالہ شرح اسنی المطالب صـ۱۰۸ ۱۲

٢ه فتح الباری لب صـ۱۹ بحوالہ اسنی المطالب صـ۱۰۹ ۱۲

٤ه ارجح المطالب صـ۲۳۳ بحوالہ تذکرہ خواص الامۃ و ابو داؤد و نسائی و ابن خزیمہ وغیرہ بالفاظ مختلف ۱۲

٥ه ارجح المطالب صـ۲۳۳ ذکر ابوطالب بحوالہ ابن عساکر و مدارج النبوۃ صـ۱۳ چھاپہ بمبئی رکن ۲ باب ۱ فصل ۲ ذکر وفات و عمدہ علامہ ابن بطریق رہ صـ۲۱۳ ۱۲

٣ه عمدہ ابن بطریق صـ۲۱۱ بحوالہ تفسیر ثعلبی بروایت مقاتل و قاسم ابن مخیمرہ و عطا ابن دینار و ابن عباس وارجح المطالب صـ۲۳۲ ذکر جناب ابوطالب بحوالہ کتاب مصنف عبدالرزاق۔ واضح رہے کہ صاحب ارجح نے حدیث ابن عباس کا ترجمہ کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ جناب ابوطالب کا حضرت رسول اللہ صلعم کو تبلیغ سے روکنا

نہ رکھتا ہو اور اسلام کی خوبیوں کو خوبی نہ سمجھتا ہو۔ وہ جہاں خود اختیار نہ کرے گا وہاں اپنی عزیز اولاد کو بھی اوسکی ہدایت نہ کرے گا۔ بلکہ روکیگا۔

۳۔ حضرت سرورؐ عالم کی مدح و ثنا و میں بہت سے اشعار نظم کیے منجملہ اون اشعار کے ایک شعر یہ ہے ؎ وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ + فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ + یعنی حضرت رسولؐ کا نام اپنے نام سے خدا نے نکالا ہے تاکہ اونکی بزرگی کو ظاہر کرے پس صاحب عرش یعنی خدا محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں لہ اور چند شعر یہ ہیں ؎

اِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ + فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَ صَمِيْمُهَا +

وَاِنْ حُصِّلَتْ اَنْسَابُ عَبْدِ مَنَافِهَا + فَفِيْ هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَ قَدِيْمُهَا +

وَاِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا + هُوَ الْمُصْطَفٰى مِنْ سِرِّهَا وَ كَرِيْمُهَا +

اگر خاندانی فخر کے لئے قریش کسی دن اکٹھا ہوں تو عبد مناف اونمیں پاکیزہ تر اور خالص تر ٹھہرینگے اور اگر اولاد عبد مناف جمع ہوں تو شرافت اور بزرگی اولاد ہاشم میں ثابت ہوگی۔ اور اگر بنو ہاشم کسی دن جمع ہوں تو محمدؐ اونمیں برگزیدہ اور پاکیزہ تر اور بزرگ تر ثابت ہوں گے ؎ اور چند شعر یہ ہیں ؎ حَلِيْمًا رَشِيْدًا حَازِمًا غَيْرَ طَائِشٍ + يُوَالِيْ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَيْسَ بِمَاحِلٍ

وَاَيَّدَهٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ + وَاَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهٗ غَيْرُ بَاطِلٍ

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ + لَدَيْنَا وَلَا يُعْبَأُ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ + ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی حضرت رسولؐ بردبار اور سمجھدار اور تجربہ کار ہیں اور ناسمجھ نہیں ہیں۔ پروردگار عالم کو دوست رکھتے ہیں اور جھوٹے نہیں ہیں۔ پروردگار عالم نے اونکی مدد کی ہے۔ اور اونھوں نے دین حق کو ظاہر کیا جو باطل نہیں ہے کیا قریش کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارا فرزند ہم لوگوں کے نزدیک جھوٹا

لہ شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ جزو ۱۴ صفحہ ۱۹۶ و تاریخ اسلام بحوالہ اسنی المطالب ص ۳۵ ۱۲

لہ تاریخ اسلام ماسٹر سید ذاکر حسین صاحب ص ۶۱ ذکر ابوطالب بحوالہ اسنی المطالب ص ۱۳ ۱۲

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) ثابت نہیں ہے بلکہ اوسکی اجازت اور اوسمیں مدد دینا ثابت ہے۔ جیسا کہ معارج النبوۃ سے ابھی عبارت نقل کی گئی کہ "اے فرزند تم جس دین کو لائے ہو اوس کو دل کھولکر انجام دو" حضرت سرورؐ عالم کی نصرت و حمایت کو خداوند عالم نے مدح و تعریف کے مقام میں ذکر کیا ہے اور جناب ابوطالب کا فرائض مذہبی کی اجازت دینا بداہت ثابت ہے اس لیے ینأون عنہ کا ترجمہ منع تبلیغ کے ساتھ کرنا صریح غلطی ہے اور سبب اس کا واقعہ سے بے خبری ہے اور فکر صحیح کی مخالفت ۱۲ راحت حسین

نہیں ہے اور نہ جھوٹی باتوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ وہ صاحبِ حسن و جمال ہے اور اوسکی عزت و منزلت کے واسطہ سے طلب بارش کی جاتی ہے اور یتیموں کا فریادرس ہے۔ اور مساکین کا جائے پناہ ہے یحیٰے ابن حسن کہتے ہیں کہ آخری شعر میں اخبار بغیب کیا ہے جو جناب ابو طالب کا معجزہ ہے (عمدہ ابن بطریق ص۲۱۴ و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۱۶۸) ہمہ حضرت سرورِ عالم کے دین کے بہترین ادیان ہونے کا اقرار کیا اور حضرت کی رسالت کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ + مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا +

لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْحِذَارُ مَسَبَّةٍ + لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِیْنًا +

وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اَنَّكَ نَاصِحِیْ + وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ فِیْهِ اَمِیْنًا +

(تاریخ خمیس۔ ابو الفداء۔ روضۃ الاحباب ص۱۰۱ جلد ا ذکر وقائع سال دہم۔ و معارج النبوۃ رکن ۲ باب ۳ ذکر وقائع سال ہشتم ص۴۹ چھاپہ بمبئی و ارجح المطالب باب ۳ ص۲۳۳ ذکر ابو طالب و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ چھاپہ ایران ص۱۶۳ ذکر اجلاب قریش بر حضرت رسول ؐ و عمدہ علامہ ابن بطریق رہ ص۲۱۴ و ترجمہ اسنے المطالب ص۳۶)

ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ محمد ؐ کا دین دنیا کے کل دینوں سے بہتر ہے۔ اگر ملامت اور برا کہنے کا خوف نہ ہوتا تو ہم اس کو کھلم کھلا قبول کر لیتے۔ تم نے ہم کو دعوت دی اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہماری بھلائی کے لئے کہتے ہو اور تم سچ کہتے ہو اور امین ہو۔ پھر دوسروں سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا + نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ ذٰلِكَ فِی الْکُتُبِ (تاریخ اسلام ماسٹر ذاکر حسین صاحب ص۶۰ ذکر جناب ابو طالب بحوالہ اسنے المطالب ص۳۵ و مواہب لدنیہ و کنز الفوائد کراجکی رہ ص۷۹ و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ جزء ۱۴ ص۱۶۷) کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے محمد ؐ کو مثل حضرت موسےٰ کے نبی پایا ہے اور انکی نبوت کی خبر کتب آسمانی میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر اقرار وحدانیت میں آپ نے یہ اشعار فرمائے ۔

مَلِیْكُ النَّاسِ لَیْسَ لَهٗ شَرِیْكٌ + هُوَ الْوَهَّابُ وَالْمُبْدِیْ الْمُعِیْدُ

پھر فرماتے ہیں۔ یَا شَاهِدَ اللّٰهِ عَلَیَّ فَاشْهَدِ + اٰمَنْتُ بِالْوَاحِدِ رَبِّ اَحْمَدِ + مَنْ ضَلَّ فِی الدِّیْنِ فَاِنِّیْ مُهْتَدِ یعنی اے خدا کے گواہو میرے اس کلام پر گواہ رہو کہ میں خدائے یکتا پر جو احمد کا پروردگار ہے ایمان لا چکا ہوں۔ دین میں جو کوئی بھی گمراہ ہو ہو میں تو ہدایت پر ہوں (کنز الفوائد کراجکی رہ ص۷۹) اسکے علاوہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۲ جزء ۱۴ ص۱۶۷ تا ۱۶۹ میں بہت سے اشعار جناب ابو طالب کے نقل کئے ہیں جن سے آپ کا اقرار و اعتقاد

۵ فی اول الکتب

۱۲ مواہب لدنیہ

بہ نبوت حضرت سرور عالم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ سب کو لکھنا باعث طوالت ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ ان اشعار کا مضمون تواتر کی حد تک پہونچ گیا ہے۔ جیسے حاتم کی سخاوت اور نوشیرواں کی عدالت۔ جس سے آپ کے ایمان لانے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہ اشعار صاف صاف بتا رہے ہیں کہ جناب ابوطالب نے حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کی تصدیق کی اور اس کے دل سے معتقد تھے۔ اور قبل اس کے معارج سے ملا معین کا کلام نقل کیا گیا کہ حضرت ابوطالب قبل بعثت رسول اللہ اپنے پدر بزرگوار حضرت عبد المطلب اور اون کے آباء کرام کے دین پر تھے اور یہ عبارت روضۃ الاحباب جلد اول واقعہ سال دہم صد ۹۹ میں بھی موجود ہے۔ اور علامہ سیوطی وغیرہ کی صریح تحریر بھی گذر چکی کہ حضرت عبد المطلب وغیرہ دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوطالب قبل بعثت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور بعد بعثت کے آپکی نبوت کا اقرار اور تصدیق کی اور دل سے معتقد ہوئے اور اگر کوئی ان کے اقرار ظاہری سے انکار کرے تو جواب یہ ہے کہ بقول ابن ابی الحدید کے تصدیق باطنی حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہے جو قابل انکار نہیں ہے۔ اور علامہ قاضی عضد الدین مواقف میں اور علامہ سید شریف جرجانی اسکی شرح میں ایمان کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ ھو عندنا یعنی اتباع الشیخ ابی الحسن (الاشعری) وعلیہ اکثر الائمۃ کالقاضی والاستاذ ووافقھم علی ذالک الصالحی وابن الراوندی من المعتزلۃ التصدیق للرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃ۔ انتہی بقدر الحاجۃ یعنی ایمان کا معنی ہم (اشاعرہ) یعنی اتباع ابو الحسن اشعری کے نزدیک تصدیق کرنا ہے حضرت رسول کی اوس چیز (یعنی دین کے بارے) میں جسکے ساتھ اون کا مبعوث ہونا بداہت معلوم ہے اور اسی کو اکثر ائمہ نے مثل قاضی (ابوبکر باقلانی) اور اوستاد (ابو اسحاق اسفرائنی وغیرہ) کے اختیار کیا ہے۔ اور معتزلہ میں سے صالحی اور ابن راوندی نے انکی موافقت کی ہے ملہ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ ایمان قلبی چیز ہے جس سے اقرارِ زبان اور دوسرے اعضاء کے عمل کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اس پر متعدد دلیلیں قرآن وحدیث سے ذکر کی ہیں اور صاحب اسنے المطالب صد میں لکھتے ہیں کہ امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کا یہی مذہب ہے۔ اور سابلی نے کتاب تمہید میں امام ابو حنیفہ سے روایت نقل کی ہے ان الموحد اذا لم یظھر منہ الا قرارا ولم یعلم کیفیۃ الاقرار او اظھر الکفر تقیۃ فھو مومن عند اللہ تع وکافر عند الناس یعنی موحد سے اقرار اگر ظاہر نہ ہو یا یہ معلوم نہ ہو کہ کیونکر اقرار کیا ہے یا تقیہ کی وجہ سے کفر ظاہر کرے تو وہ خدا کے

نزدیک مومن ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک کافر۔ اور سید احمد دحلان کہتے ہیں (الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب یعنی ظاہری اقرار کو اسلام کہتے ہیں اور قلبی اعتقاد کو ایمان (فتح الغالب بحوالہ اسنے المطالب ص۸) رہا یہ امر کہ جناب ابوطالب نے ظاہر بظاہر زبان سے اقرار کیوں نہ کیا تو **اس کا جواب** یہ ہے کہ حضرت سرورِ عالمؐ کی حفاظت دشمنوں کے خطرہ سے اسی میں منحصر تھی کہ صاف صاف حضرتؐ کی پیروی نہ کریں تاکہ کفار پر اپنا اثر بھی قائم رہے اور بحیلۂ امداد و حمایتِ قوم و قبیلہ و پاسِ قرابت حضرتؐ کی حفاظت بھی کرتے رہیں۔ اگر صاف صاف پیرو ہوجاتے تو کفار جیسے حضرتؐ کے دشمن تھے ان کے بھی دشمن ہوجاتے اور ان کے مقابلہ کو کھڑے ہوجاتے اوس وقت یا تو حضرتؐ کی حمایت دشوار ہوجاتی یا امکان سے باہر اور محال ۵۲ ابن ابی الحدید یہی جواب لکھتے ہیں۔ اور جب اس کا وقت گذر گیا یعنی آپ کے احتضار کا وقت آیا تو اوس وقت زبان سے بھی اقرار کرلیا۔ چنانچہ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت نزدیک پہونچا تو میرے باپ عباس نے دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے رہے ہیں تو اونھوں نے اونکی طرف جھک کر کان لگایا اور حضرت رسول اللہؐ سے کہا کہ اے بھتیجے قسم خدا کی میرے بھائی نے وہ کلمہ یعنی (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کہا جس کو کہنے کو تم نے اون سے کہا تھا (ارجح المطالب ص۲۳۳ باب تیسرا ذکر ابوطالب بحوالہ انسان العیون حلبی۔ و مدارج النبوۃ محدث دہلوی و معارج النبوۃ رکن ۳ باب ۳ فصل ۲ واقعات سال دہم ص۵۵ و روضۃ الاحباب جلد ا واقعہ سال دہم ص۱۰۰ ذکر فائدۂ ثانیہ) رہی اونکی یہ فرمائش کہ اگر ملامت اور برا کہنے کا خوف نہ ہوتا تو ہم کھلم کھلا کلمہ پڑھ لیتے۔ تو اسمیں بھی حضرت رسولؐ کی حفاظت ملحوظ تھی کفار کے طعن سے چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب و مناہج النبوۃ لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے بھی خواہ ہو قسم خدا کی اگر ہم کو اس کا خوف نہ ہوتا کہ (کفار) تم کو اس بات پر ملامت کریں اور طعنہ دیں کہ تمہارے چچا موت سے ڈر کر ایمان لائے تو ہم اس کلمہ کو کہکر تمہاری آنکھوں کو روشن کردیتے (روضۃ الاحباب جلد ا ذکر واقعہ سال دہم ص۹۹ و منہاج رکن ۳ باب ۳ فصل ۲ ص۵۴) حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ظاہر بظاہر ایمان نہ لانا ویسا ہی تھا جیسا کہ خود حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے سات سال اور چند ماہ تک (ینابیع المودۃ باب ۱۲ ص۱۴۹) چھپکر نمازیں پڑھیں اور علانیہ دعوت نہ کرسکے جیسا کہ کتب تواریخ و احادیث میں بصراحت مذکور ہے اسی کو تقیہ کہتے ہیں جس پر اسکے منکر حضرات بھی عمل کرتے ہیں اگرچہ زبان سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی

۵۲ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی سندوں سے منقول ہوئی ہے۔ بعض روایتیں ابن عباس سے ہیں اور بعض ابوبکر سے (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۲۶ جزء ۱۴)

شخص خود ایمان لانا پسند نہ کرے اور اوس کو اچھا نہ سمجھتا ہو اور دوسروں کو اوسکی ہدایت کرے۔
حالانکہ جناب ابو طالب نے علاوہ اسکے کہ اپنے دونوں فرزندوں یعنی علیؑ و جعفر کو حضرت رسولؐ کے اتباع و پیروی کا حکم دیا اور ساتھ نماز پڑھنے کی فرمائش کی۔ اور اپنے بھائی حمزہ کے ایمان لانے کی خبر سُن کر خوش ہوئے اور اون پر اس خوشی کا اظہار اس طرح کیا۔

فَصَبْرًا اَبَا يَعْلیٰ عَلیٰ دِيْنِ اَحْمَدٍ + وَكُنْ مُظْهِرًا لِلدِّيْنِ وُفِّقْتَ صَابِرًا
وَحُطْ مَنْ اَتٰى بِالدِّيْنِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ + بِصِدْقٍ وَّحَقٍّ لَا تَكُنْ حَمْزُ كَافِرًا
فَقَدْ سَرَّنِيْ اِذْ قُلْتَ اَنَّكَ مُؤْمِنٌ + فَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِي اللّٰهِ نَاصِرًا
وَنَادِ قُرَيْشًا بِالَّذِيْ قَدْ اَتَيْتَهٗ + جِهَارًا وَقُلْ مَا كَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا

یعنی اے ابو یعلے احمدؐ کے دین پر صبر کے ساتھ قائم رہنا اور اس دین کو ظاہر کرنا خدا تم کو صبر کی توفیق دے۔ خدا کے پاس سے دین لانے والے (محمدؐ) کے پاس برابر آمد و رفت رکھنا سچائی اور صدق دل سے اور کافر نہ ہو جانا۔ ہم کو خوشی ہوئی تمہارے اس کلام سے کہ تم مومن ہو۔ پس خدا کی خوشی کے لئے رسول اللہؐ کی مدد کرتے رہنا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا ہے اوسکی پکار کر قریش کو خبر کردو اور کہدو کہ احمد جادوگر نہیں ہے (کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمۃ ص ۷۹ و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۱۶۷ جز ۱۴) اور کفار قریش کو بھی اسکی ہدایت کی۔ چنانچہ ملا معین لکھتے ہیں کہ جب جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش اونکی عیادت کو آئے تو جناب ابو طالب نے اون کا احترام کیا۔ اور پند و نصیحت وغیرہ کے بعد فرمایا کہ ہم تم لوگوں کو وصیت کرتے ہیں کہ محمدؐ کی پیروی کرو اور اونکی مدد کرو کیونکہ وہ قریش کے امین اور عرب کے دوست ہیں۔ اور ایسی چیز (دین) لائے ہیں کہ دل نے اوسکو قبول کیا اور زبان نے اوسکی تصدیق کی ہم دیکھ رہے ہیں اوس جلد آنے والے زمانہ کو جس میں وہ (حضرت رسولؐ) عرب و عجم سب کے مالک اور صاحب حکومت ہو جائیں گے اور اشراف اونکی پیروی کرینگے اور اس سے سعادتمندی حاصل کرینگے (معارج النبوۃ رکن ۳ باب ۳ فصل ۲ ذکر واقعات سال دہم ص ۵۵) اس فرمائش میں جناب ابو طالب نے اپنے ایمان اور اقرار کیطرف بھی واضح اشارہ کر دیا کیونکہ صاف فرما دیا کہ دل نے اوس کو قبول کیا اور زبان نے اوسکی تصدیق کی۔

علامہ جاحظ بصری جیسے سخت متعصب شخص نے غالباً اسی مطلب کو لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اہلبیت حضرت سرور عالمؐ ہیں ہم لوگوں پر کسی دوسرے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی کوئی دوسرا شخص ہم لوگوں کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا۔ علامہ جاحظ

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے صحیح فرمایا۔ کیونکہ ایسی قوم کے برابر کوئی کیونکر سمجھا جاسکتا ہے جس سے حضرت رسول اللہؐ ہوں اور دو پاکیزہ ترہستیاں علیؑ و فاطمہؑ ہوں اور دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہوں اور دو شہید ایک اسد اللہ حمزہ اور دوسرے ذوالجناحین جعفر ہوں اور سید الوادی اور مطعم الطیر عبد المطلب اور ساقی حجاج عباس ہوں۔ اور حضرت رسول اللہؐ کی حمایت کرنے والے اور اون کے معین و مددگار اور اون سے شدید محبت رکھنے والے اور اون کے پرستار اور مربی اور اونکی نبوت کا اقرار اور اونکی رسالت کا اعتقاد کرنے والے اور اون کے فضائل میں بہت اشعار نظم کرنے والے شیخ قریش ابوطالب ہوں (ینابیع المودۃ باب ۵۲ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ رسالہ جاحظ بصری جو علماء محققین اور بزرگان متقدمین سے تھے) ۵ خداوند جلیل و حکیم علی الاطلاق نے نور محمدیؐ کو لوث کفر و شرک سے حضرت عبد المطلب علیہ السلام تک محفوظ رکھا۔ اور صلب حضرت عبد المطلب تک نور محمدیؐ اور نور علویؑ ایک تھا جو ان کے بعد دو حصوں پر منقسم ہوا۔ اور عزت و حرمت و منزلت و وقار کے لحاظ سے سوا فرق مرتبۂ رسالت و مرتبہ وصایت کے نور نبی اور نور وصی میں کوئی فرق نہیں ہے پس جس وجہ سے بھی خداوند عالم نے نور محمدیؐ کو لوث کفر و شرک سے محفوظ رکھا بعینہٖ وہی وجہ نور علویؑ میں بھی موجود ہے۔ خواہ ۱ وہ وجہ وہی ہو جس کو شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خداوند عالم اس پاک نور کو تاریک اور پلید جگہ (یعنی صلب کافر اور رحم کافرہ) میں رکھے اور آخرت میں حضرتؐ کے آباء و اجداد پر عذاب کرکے حضرت کو مفتضح اور رسوا کرے ۵ یا یہ ۲ وجہ ہو کہ معزز اور محترم کو گندہ اور پلید مقام میں جگہ دینا ظلم ہے اور خداوند عزیز پر ظلم قبیح ہے۔ اور خود فرماتا ہے اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۱ پ۴) یعنی خدا یقیناً اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ یا یہ ۳ وجہ ہو کہ معزز اور محترم کو پلید جگہ میں رکھکر اوسکی توہین کرنا ہے اور خود خداوند رحیم ارشاد فرماتا ہے کہ مَنِ اسْتَذَلَّ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنَ فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ (لئالی الاخبار باب ۹ لؤلؤ ۷ ذکر منزلت مومن صفحہ ۳۷۳ چھاپہ ایران) یعنی جس نے بندۂ مومن کو ذلیل سمجھا وہ ہم سے جنگ کے لئے نکلا۔ پس جب کہ وہ مومن کو ذلت کی نگاہ سے دیکھنے کو مبغوض رکھتا ہے تو امیر المومنین علیؑ اور سید المومنین نبیؐ کی توہین کو کیونکر پسند کرسکتا ہے۔ یا یہ ۴ وجہ ہو کہ محترم ہستی کو ذلیل جگہ میں رکھنا اوسکی اذیت کا سبب ہے اور خود ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورہ توبہ آیت ۶۲) یعنی جو لوگ رسول اللہؐ کو اذیت کرتے ہیں اون کے لئے عذاب دردناک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس فعل پر عذاب دردناک کا وعدہ کیا ہے اوسکا

خود مرتکب نہیں ہو سکتا کیونکہ خود ارشاد فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا
عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورہ صف آیت ۳ پ ۲۸) یعنی ایسی بات کیوں کہتے ہو
جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ خدا کے نزدیک یہ بہت زیادہ غضبناکی کا سبب ہے کہ ایسی بات کہو
جس پر عمل نہ کرو۔ یا یہ ۵ وجہ ہو کہ محترم اور عزیز ہستی کو پلید جگہ میں رکھکر اون لوگوں کی نگاہوں
میں اوس کو سبک اور خفیف اور بے اثر و بے وقار کرنا ہے جن پر آئندہ اوس کو ریاست اور
حکومت کرنے کو تجویز کیا ہو کیونکہ یہ بے وقری خود خداوند عالم کے اغراض کے فوت ہونے کا سبب ہے
اور ایسے فعل کا مرتکب ہونا جو اپنے ہی اغراض کے فوت ہونے اور مٹ جانیکا باعث ہو کسی عاقل
انسان کے لئے شایاں نہیں ہے چہ جائیکہ خداوند حکیم علے الاطلاق کے لئے ایسی حرکت تو
دیوانوں سے بھی سرزد نہیں ہوتی۔ اسکی مثال بلا تشبیہ یہ ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے ولیعہد
کو بوسیدہ اور ذلیل فرش پر دور اور آخر صف میں جگہ دے اور کنجڑے قصائی۔ دھوبی نائی
جولاہے۔ دُھنئے۔ ڈوم۔ چمار کو زرنگار اور مرصع کرسیوں پر اپنے پہلو میں۔ اس نازیبا حرکت
میں ولیعہد پر ظلم بھی ہے اور اوسکی اذیت بھی اور توہین اور بے عزتی بھی اور اوس کے فرمان احکام
کی بے وقری بھی۔ حالانکہ کل اسی کہ بادشاہ کے کل رعایا پر حکمرانی اور بادشاہت کرنا ہے اور نظم
سلطنت کو چلانا ہے پس اگر اسکے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا جائیگا تو اوسکی ریاست اور حکومت
میں ضعف اور کمزوری کا باعث ہوگا اور نظم سلطنت میں خلل پڑنے کا سبب اور یہ امور بادشاہ کے
اون اغراض کے فوت ہونے کے باعث ہیں جو اوسکو اوسکی ولیعہدی سے مطلوب ہیں۔ یا یہ ۶
وجہ ہو کہ اس مقدس نور کے ایک حصہ کو خدا نے مہبط وحی تجویز کیا تھا اور دوسرے حصہ کو حامل
و رفیق ثقل اکبر یعنی قرآن مجید۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ فرمائش حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ ہے کہ کُلُّ
مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلٰے فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَبَوَاہُ ھُمَا اللَّذَانِ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ
وَیُمَجِّسَانِہٖ یعنی ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ اوسکو یہودی اور نصرانی
اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اور چونکہ بچے دینِ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور مسلمان کا
فریضہ خدا کا ذکر اور اوسکی عبادت اور اوسکے مقدس کلام کی تلاوت کرنا ہے۔ اور یہ
چیزیں محترم ہیں کیونکہ خداوند جلیل سے تعلق رکھتی ہیں اسی لئے اوس نے پسند نہ کیا کہ جس منہ
اور زبان پر یہ مقدس کلمات اگرچہ آئندہ بعید زمانہ میں یعنی بعد بلوغ جاری ہونے والے ہیں
وہ منہ اور زبان آج رحم میں نجس غذا یعنی خون حیض سے مس ہو۔ اس لئے اوس مقدس ہستی نے جنین

تفسیر مجمع البیان ... تفسیر ... فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا (سورہ روم آیت ۲۹ پ ۲۱) جامع صغیر سیوطی امام اہلسنت حرف کاف ... کل ص ۹۳ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

کے معدہ میں غذا پہونچانے کا راستہ مُنہ کو قرار نہ دیا بلکہ ناف میں نالی لگا دی جس سے زمانہ حمل میں اوسکی غذا اوس کے معدہ میں پہونچا کرتی ہے۔ **پس جب** کہ اپنے ذکر اور قران مقدس کی حرمت اور عزت کے خیال سے اوس پاک و منزّہ نے گندگی سے ہر مسلمان کے منہ کی حفاظت کی تو نور محمدی اور نور علوی اَحق وادلے تھا کہ کفر کی پلیدی سے (جو خون کی گندگی و نجاست سے بدرجہا بدتر ہے) اوسکی حفاظت کرتا۔ جیساکہ کیا کیونکہ نور محمدی پر خود قران مقدس کو نازل کرنے والا تھا اور حضرت جبرئیل و اسرافیل جیسے مقرب فرشتے انکی خدمت میں ہزاروں مرتبہ آنے والے اور ان کے پاس بیٹھنے والے تھے اور نور علوی کو حامل قران مقدس اور اوس کا رفیق ابدی اور مجاور سرمدی قرار دینے والا تھا عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ وَلَن یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (ینابیع المودۃ ص۴۲ باب ۲۰ بحوالہ جمع الفوائد و اوسط و صغیر طبرانی و فرائد السمطین حموینی و کنز العمال جلد ۶ ذکر فضائل علی ؑ ص۱۵۳ نمبر حدیث ۲۵۳۰) اور ملئکہ مقربین مثل حضرت جبرئیل وغیرہ کے ان کے ہم نشین ہونے والے اور شب ہجرت ان کے سرہانے اور پائنتی بیٹھکر انکی حفاظت کرنے والے اور اسلامی لڑائیوں میں انکے معین و مددگار اور بازو سنبھالنے والے اور اصحاب کساء میں داخل ہوکر اس برگزیدہ جماعت کی ایک فرد بننے کا شرف حاصل کرنے والے اور انکے در مطہر کے خادم اور انکے بچوں کے گہوارہ جنبان اور انکی زوجہ مطہرہ معصومہ کی آسیہ کشائی کرنے والے تھے یا یہ وجہ ہو کہ یہ نور مقدس رسول کا بھائی اور مثل سر کے اور انکی دختر نیک کا شوہر ہونے والا تھا۔ باقرار فریقین حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کا نور کسی کافر کے صلب اور کسی کافرہ کے رحم میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رہا اور جناب فاطمہ زہرا صلوات علیہا کے باپ رسولخدا تھے اور ماں سردار زنان جنت اور خود سردار زنان دوجہان تھیں۔ پس اگر حضرت امیرؑ کا نور کسی کافر کے صلب یا کسی کافرہ کے رحم میں ایک لمحہ کے لئے بھی قرار پکڑا ہوتا تو حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے ہمسر ہرگز نہیں ہوسکتے تھے حالانکہ خود حضرت سرور عالم ارشاد فرماچکے ہیں کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو دنیا میں فاطمہؑ کا ہمسر کوئی نہ ہوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر جناب سیدہؑ کے ہمسر تھے تو حضرت علیؑ ہی تھے

---

۵۳ وسیلۃ النجاۃ مولوی مبین صاحب فرنگی محلی فصل فضائل حضرت فاطمہؑ ص۲۰۷ بحوالہ صواعق محرقہ ۱۲ ۵۵ وسیلہ بحوالہ بالا ۱۲ منہ

۵۶ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرۃ میں (ینابیع المودۃ باب ۹ ص۴۷ بحوالہ مشکوۃ و ترمذی) اور فرمایا کہ علیؑ مثل میرے سر کے ہیں میرے بدن سے (ینابیع المودۃ باب ۷ ص۴۴ بحوالہ ابن مغازلی و موفق بن احمد)

اور ظاہر ہے کہ کافر کا بچہ رسولؐ کے سر کے برابر نہیں ہوسکتا

۱۲ منہ

چنانچہ خود حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہٖ نے تصریح فرمادی۔ جناب عباس یعنی حضرت سرورِ عالم کے چچا بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا میں آپکو خوش خبری دیتا ہوں اس امر کی کہ خداوند عالم نے سردار اوصیار علی ابن ابیطالبؑ سے میری تائید کی پس اوس کو میری پارۂ جگر کا ہمسر بنایا (ینابیع المودۃ باب ۵۵ ذکر فضائل خدیجہؑ و فاطمہؑ صـ ۱۴۷ بحوالہ مودۃ القربیٰ)

اہلبیت حضرت سرورِ عالم کی ہمسری کے لئے صرف اسلام اور ذاتی شرافت و فضیلت کافی نہیں ہے بلکہ حسب میں رفعت اور نسب میں طہارت وعزت و شرافت اور ذاتی کمالات ہر قسم کی بزرگی ضروری ہے۔ اگر محض اسلام اور فضیلت رتبتی کافی ہوتی تو خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کی خواستگاری کو جن کو اہلسنت حضرت علی علیہ السلام سے افضل جانتے ہیں حضرت سرورِ عالمؐ رد نہ فرماتے حالانکہ حضرتؐ نے رد فرمایا اور بُری طرح رد فرمایا کیونکہ حضرتؐ کے خادم انس بن مالک (جو حضرت علیؑ کے مخالف اور خلفاء ثلثہ کے ہوا خواہوں میں سے تھے) بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نے خواستگاری کی تو حضرتؐ نے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کہ حکم خدا کا انتظار ہے۔ اور حضرت علیؑ نے خواستگاری کی تو (فوراً) قبول کرلیا (ینابیع المودۃ باب ۵۵ ذکر فضائل خدیجہؑ و فاطمہؑ صـ ۱۴۵ بحوالہ سنن ابو داؤد جو صحاح ستہ میں داخل ہے) اور روایت کنز العمال میں یوں ہے کہ خطب ابوبکر و عمر فاطمہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فابی رسول اللہ یعنی ابوبکر اور عمر نے حضرت رسولؐ سے خطبہ کیا تو حضرتؐ نے انکار کردیا اور حضرت علیؑ نے خطبہ کیا تو منظور فرمالیا (کنز العمال جلد ۶ صـ ۳۹۲ نمبر حدیث ۷...۶) یا یہ بھی وجہ ہو کہ خداوند عالم ان دونوں انوار مقدسہ کو دین اسلام و سرمایہ شرافت وعزت انام کا مروج قرار دینے والا تھا۔ اس واسطے لوث شرک و کفر سے محفوظ رکھا تاکہ اوکی فاسد بو باس سے ہاتوں اور بُرے آثار سے متاثر نہ ہوجائیں۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ توبہ آیت ۳۳ پ ۱۰) یعنی اوسی ذات مقدس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اوس دین حق کو کل باطل دینوں پر غالب کردیں اگرچہ مشرک اس کو پسند نہ کرتے ہوں۔ اس آیت میں ھدیٰ سے مقصود جس کا معنی مجسم ہدایت ہے حضرت علی علیہ السلام ہیں جس طرح آیت فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى[ل] میں بھی حضرت ہی مراد ہیں (تفسیر مرآۃ الانوار مصنفہ آغا عبداللطیف گازرونی علیہ الرحمۃ) اور جس طرح آیت وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى (سورہ نساء آیت ۱۱۵ پ ۵) یعنی جو لوگ کہ مخالفت کریں حضرت

ل پس جب آئے تمہارے پاس میری ہدایت پس جو شخص پیروی کریگا میری ہدایت کی اوس پر (بر درحقیقت) نہ تو خوف ہوگا نہ وہ ڈریگا (سورہ بقرہ آیت ۳۸ پ ۱) ۱۲ منہ

رسولِ خداؐ کی بعد اسکے کہ ادن پر ہدایت ظاہر ہو جائے۔ میں بھی حضرتؑ ہی مراد ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۸۵ بحوالہ ابن مردویہ) اور اسلامی لڑائیاں اور علوم دینیہ کی تعلیم وغیرہ اس پر بہتر شاہد ہیں کہ ان آیتوں میں ھُدیٰ سے مقصود حضرت علیؑ ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ دین اسلام انھیں کی کوششوں اور جسمانی و نفسانی جہادوں اور سخت ترین مشقتوں سے رواج پایا اور آپ ہی نے اوسکے جسدِ بے جان میں روح پھونکی۔ **اور یہ بات** لائق انکار نہیں ہے کہ دنیا کی ہر چیز اپنے مجاور یعنی ہمسایہ سے اچھا یا بُرا اثر لیتی ہے۔ اچھے سے اچھا بُرے سے بُرا۔ خواہ ان دونوں میں نسبت قرب مکان کی ہو یا ایک ظرف ہو اور دوسرا مظروف یا کوئی دوسری نسبت ہو۔ گرمی سردی بو باس۔ اخلاق وغیرہ ہر طرح کا اثر ہمسایہ کی چیز ڈال دیتی ہے۔ بُرے عقیدے اور فاسد اخلاق کے لوگوں کی ہمسائیگی کچھ نہیں تو مذہبی حرارت اور صحیح عقیدہ و ایمان کو ضعیف اور سست کر دیتی ہے۔ اور اچھے اخلاق کو کھونٹا اور بُرے اخلاق میں بالیدگی پیدا کر دیتی ہے۔ اور دنائت اور پستی کیطرف کھینچ لے جاتی ہے۔ کم سے کم اراذل و اوباش اور کفار و مشرکین سے محبت و اُنس ہی دل میں پیدا کر دیتی ہے اور فساد دین و دنیا کا سبب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے شرع میں ہدایت کی گئی ہے کہ بُرا ہمسایہ اختیار نہ کیا جائے شاعر کہتا ہے کہ ؎

اے برادر میگریز از یار بد ٭ یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ترا بر جان زند ٭ یار بد بر جان و بر ایمان زند

یہی وجہ تھی کہ اکثر صحابہ جو تائید و ترویج دین اسلام کے لئے جہادوں میں جاتے تھے حضرت رسولؐ کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے جو بعوض رواج و تقویت کے دینِ اسلام کی کمزوری کا سبب ہوتا تھا۔ اور اکثر صحابہ کفار و مشرکین سے باطنی محبت رکھتے تھے (دیکھو صحیح بخاری ذکر جنگ بدر اور کتاب الاستتابہ باب جار فی المتاولین) حضرت ابوبکر کو جب کہ بارادہ ہجرتِ حبشہ نکلے تھے ابن دغنہ راہ سے واپس لایا اور یہ چلے بھی آئے اور اوس نے کفار قریش سے انکی سفارش کر دی (بخاری قصہ ہجرت) اوس کا سبب سوا اسی باطنی محبت کے اور کیا تھا۔ جنگ احد سے عثمان اپنے ایک یہودی دوست کے پاس بھاگ گئے تھے (تاریخ کامل ذکر جنگ احد و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱ و تاریخ مدارج النبوۃ ذکر جنگ احد) اور طلحہ و زبیر نصارے اور شام کے یہودیوں سے خط و کتابت کیا کرتے تھے (در منثور سیوطی) اوس کا سبب بھی یہی سستی عقیدہ اور فساد اخلاق تھا کہ مسلمان ہونے کا دعوے

کرتے ہوئے یہودی اور نصرانی کے پاس جاکر پناہ لی اور اون سے محبت رکھتے تھے پس اگر نور حضرت علی علیہ السلام کا ظرف صلب کافر اور رحم کافرہ قرار پایا ہوتا اور کافر اور کافرہ کی آغوش میں پرورش پائے ہوتے تو وہ بھی اسی طرح عقیدہ کے ضعیف اور ایمان کے ناقص اور قلب کے بودے اور کفار سے مانوس ہوتے اور اَشِدَّآءُ بے مصداق رہتا اور حضرت رسولؐ کی صحبت کے فیض سے محروم رہتے جیسے دوسرے صحابہ رہے۔ اور انھیں بداخلاقیوں میں مبتلا ہوتے جنمیں دوسرے مبتلا تھے۔ اور دین اسلام بعوض رواج اور غلبہ پانے کے فنا ہوجاتا اور آج دنیا کفر سے مملو ہوتی۔ اور خدا کی غرض مٹ جاتی۔ یہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی ایمانی ہی طاقت تھی کہ اون کے فرزند دلبند نے خلاف عادت و فطرت مولود بعد ولادت با سعادت خانہ کعبہ میں تین دن تک آنکھیں نہیں کھولیں تاکہ پہلی نگاہ بتوں کی نامسعود اور نامبارک صورتوں پر نہ پڑے اور بت شکنی کے وقت کوئی یطعن نہ کر سکے کہ اے علی کل تم نے انھیں کی پہلی زیارت کی تھی اور آج اس بے دردی سے توڑتے ہو۔ آنکھیں کھولیں تو آغوش نبی میں اور زیارت کی تو اپنے بھائی اور شفیق اور برگزیدہ خدا کی۔ اور یہ حضرت ابوطالب کی ایمانی ہی طاقت تھی کہ کسی معرکہ میں آپ کے فرزند کا قدم نہ ڈگا۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ علیؑ کا قدم اس طرح جما رہتا تھا جیسے سیسے کی دیوار ان کے سوا کسی میں اتنی طاقت نہ تھی اور نہ کلیجے میں اتنی تاب تھی کہ کفار قریش کے سامنے دلیرانہ کھڑا ہوکر سورۂ برائت کو بے جھجک پڑھ سنائے۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے فرمایا کہ اے رسول یا تم لے جاؤ یا وہ لے جائے جو تم میں سے ہے (یعنی علیؑ جسکے دل و دماغ تک کفر کی بو باس نہیں پہونچی ہے اور نہ ہمسائیگی کفر سے اثر لیا ہے اور نہ آغوش کفر میں پلا ہے) (ارجح المطالب صفحہ ۴۹۴ بحوالہ مسند احمد ونسائی) یا یہ وجہ ہو کہ خداوند عالم نے حضرت علیؑ کو آیت مباہلہ میں نفس رسولؐ قرار دیا ہے۔ اور حضرت سرور عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علی جس نے تم کو قتل کیا اوس نے مجھکو قتل کیا جس نے تم کو غضبناک کیا اوس نے مجھکو غضب ناک کیا جس نے تم کو برا کہا اوس نے مجھکو برا کہا کیونکہ تم میری جان کے برابر ہو تمہاری روح میری روح سے ہے۔ تمہاری طینت میری طینت سے ہے۔ خداوند تبارک وتعالے نے مجھکو اور تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور مجھکو اور تم کو چن لیا۔ مجھ کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور تم کو امامت کے لئے۔ جس نے تمہاری امامت سے انکار کیا اوس نے میری نبوت سے انکار کیا (ینابیع المودۃ باب صفحہ ۴۴ بحوالہ مسند[1] امام احمد بن حنبل بروایت عبداللہ بن حنظب۔ یہ روایت طویل اور بہت سے مفید مطالب پر مشتمل ہے ہم نے وسط سے بقدر حاجت نقل کیا ہے) اس

[1] شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میرے نزدیک امام احمد کی مسند صحاح ستہ میں داخل ہے (عجالہ نافعہ شاہ صاحب ص ۱۲ سنہ)

آیت اور روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت علیؑ نفس رسولؐ تھے دوسرے یہ کہ دونوں بزرگونکی روح اور طینت ایک تھی تیسرے یہ کہ ان دونوں بزرگوں کو خدانے اپنے برگزیدہ نور سے پیدا کیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت علی کی تکلیف بعینہ حضرت رسولؐ کی تکلیف ہے پس ایسی صورت میں نفس رسولؐ کے نور کو صلب کافر اور رحم کافرہ میں رکھنے سے وہی شناعت لازم آتی ہے جو شناعت نور رسول اللہؐ کو ایسی جگہ رکھنے سے لازم آتی ہے۔ خواہ وہ شناعت ظلم ہو یا توہین یا اذیت یا رسوائی وغیرہ۔ علاوہ اسکے یہ لازم آتا ہے کہ خداوند عالم اپنے عزیز اور برگزیدہ نور کو ملید مقام میں جگہ دے جو اوسکے لئے قبیح ہے۔ واضح ہو کہ ان آٹھ وجہوں میں سے پہلی وجہ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے لکھی ہے اور سات وجہیں ہم نے اضافہ کی ہیں۔ قبل بعثت حضرت سرورِ عالمؐ کے جناب ابوطالب اور اون کے آباء و اجداد مرد اور اجداد عورتیں اور جناب فاطمہ بنت اسد کے دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور بعد بعثت کے دین حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہ پر ہونے کی عقلی اور نقلی دلیلیں علاوہ مذکورہ دلیلوں کے کتب اسلامیہ میں بہت ہیں لیکن جنکی آنکھوں پر تعصب اور عداوتِ امیر المومنین کا پردہ پڑا ہوا ہے اوسکے لئے ہزار دلیلیں بھی کافی نہیں ہیں اور منصف مزاج کے لئے اسی قدر بہت ہے جو لکھ دی گئی۔ جناب فاطمہ بنت اسد کے حضرت سرورِ عالمؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے مومنہ اور دین حضرت ابراہیمؑ پر ہونے کے لئے خود اونھیں کا کلام کافی ہے۔ یزید بن قعنب نے بیان کیا کہ جب علیؑ کی ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو فاطمہ بنتِ اسد خانہ کعبہ کے پاس آئیں اور کہا کہ خدایا میں تیرے کل رسولوں اور کل کتابوں پر ایمان لاچکی ہوں اور اپنے جد ابراہیمؑ خلیل کے کلام کی تصدیق کرچکی ہوں (کشف الیقین بحث ۲ علامہ حلی علیہ الرحمہ بحوالہ کتاب بشائر المصطفے و علل الشرائع صدوق علیہ الرحمہ باب ۱۱۶) اب ہم اس بحث کو فرمائش حضرت سرورِ عالم اور عالم کامل و فاضل کامل جلیل مولوی محمد مبین صاحب حنفی فرنگی محلی کی تحریر پر ختم کرتے ہیں حضرت سرورِ عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب خدا نے مجھے رسول بنایا تو میں نے بنوامیہ کے پاس جا کر کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں اونھوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو رسول نہیں ہو پھر بنو ہاشم سے کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں تو علی بن ابیطالب مجھ پر ایمان لائے دل سے اور علانیہ اور حمایت کی میری ابوطالب نے علانیہ اور ایمان لائے دل سے پوشیدہ پس جبرئیل نے بنو ہاشم میں اپنا جھنڈا اگاڑا اور ابلیس نے بنو امیہ میں اپنا جھنڈا پس ہمارے دشمن اور اون کے پیرو ہمارے شیعوں کے قیامت تک دشمن رہیں گے (تفسیر برہان بذیل تفسیر سورہ والشمس صفحہ ۱۱۹۴ جلد ۲) اور مولوی مبین صاحب

لکھتے ہیں کہ وہ شخص جو سعادت مند ہو اور شرک کی چھوت اور بدبختی کے میل اور نجاست کی آلودگی سے پاک ہو اور ابتدا سے انتہا تک سوا طہارت کے کوئی دوسری حالت اوس پر نہ گذری ہو سوائے حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کے صحابہ میں کوئی دوسرا ایسا نہ تھا (وسیلۃ النجاۃ باب اول ذکر شمائل وغیرہ صفحہ ۶۹)

سلسلۂ آبائے کرام حضرت سرور عالم و حضرت امیر المومنین علیہما الصلوٰۃ والسلام

حضرت سرور عالمیان رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آبائہ الطاہرین و ابنائہ المعصومین بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوے بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن الیسع بن ہمیسع بن سلامان بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل بن تارخ بن ناخور بن شروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر علیہم السلام (حیات القلوب جلد ۲ فصل ۱ باب ۱ صفحہ ۳) حضرت عبد المطلب کے فرزندوں میں سے حضرت سرور عالم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی طرف نور نبوت منتقل ہوا اور حضرت امیر المومنین کے والد ماجد حضرت ابوطالب کیطرف نور امامت۔ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب ایک ماں اور ایک باپ سے تھے۔ اور حضرت عبد لمطلب کی دوسری اولاد دوسری بیبیوں سے۔

مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ متواتر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کے کل اجداد انبیاء اور اوصیاء اور حامل دین خدا تھے اور اولاد حضرت اسمٰعیل جو حضرت سرور عالم کے اجداد تھے وہ حضرت ابراہیم کے اوصیاء تھے اور مکہ کی بادشاہت اور خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجابت انھیں لوگوں کے متعلق تھی اور مرجع خلائق اور تابع دین حضرت ابراہیم تھے۔ اور حضرت موسےٰ اور عیسےٰ اور حضرت ابراہیم کی شریعت انکے درمیان میں منسوخ نہیں ہوئی تھی اور یہ لوگ ان شریعتوں کے محافظ تھے اور ایک سے دوسرے تک یہ شریعت بوصیت منتقل ہوتی رہی اور انبیاء کے آثار اور امانتیں ایک دوسرے کو سپرد کرتا رہا یہاں تک کہ نوبت حضرت عبد لمطلب علیہ السلام تک پہونچی۔ انھوں نے انبیاء سابقین کی امانتیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے سپرد کیں اور اونھوں نے حضرت سرور عالم کو سپرد کیں

(حیات القلوب جلد۲ باب۱ فصل ۳ صہ۱۶)

حضرت عبدالمطلب کے بعض معجزات

میرے خیال میں مسلمانوں میں زیادہ فردیں ایسی ہیں جو حضرت عبدالمطلبؑ کے حالات اور جلالت قدر سے ناواقف ہیں۔
اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالتیں اونکی بطور نمونہ کے لکھدی جائیں مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابرہہ ابن صباح بادشاہ حبشہ خانہ کعبہ کو خراب کرنے کی غرض سے مکہ میں پہونچا تو اہل مکہ کا مال لوٹ لیا جس میں حضرت عبدالمطلب کے اونٹ بھی داخل تھے۔ آپ اوسکے پاس تشریف لے گئے اور اوس سے فرمایا کہ تیری فوج نے میرے اونٹ گرفتار کر لئے ہیں اونکو واپس کر دے۔ رہا خانہ کعبہ تو وہ جس کا گھر ہے یعنی خداوند عالم وہ خود اوسکی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ آپ کے حسن وجمال اور ہیبت اور وقار سے متحیر ہوا اور کہا کہ آپ کے لئے سزاوار ہے کہ اپنی قوم میں سردار اور بزرگ رہیں اور آپ کو اپنے تخت پر بٹھلایا اور اپنے سفید ہاتھی کو جس کا نام محمود تھا اور جسکی وجہ سے وہ دوسرے سلاطین پر فخر کرتا تھا نہایت درجہ نفیس لباس اور زیورات سے آراستہ کرا کر آپ کے سامنے منگایا جب وہ ہاتھی سامنے آیا تو حضرت عبدالمطلب کے لئے سجدہ کیا حالانکہ اپنے بادشاہ کے لئے کبھی سجدہ نہ کیا تھا اور عربی فصیح زبان میں حضرت عبدالمطلب پر اس طرح سلام کیا کہ "آپ پر سلام ہو اے نور بہترین خلائق اور اے صاحب خانہ کعبہ وزمزم اور اے جد سردار پیغمبران اور سلام ہو اوس نور پر جو آپ کے صلب میں ہے۔ اے عبدالمطلب آپ ہی کے لئے عزت اور شرافت ہے آپ کبھی ذلیل اور مغلوب نہوں گے۔ یہ سنکر ابرہہ ڈرا اور گمان کیا کہ یہ جادو ہے اور ہاتھی کو واپس کیا۔ اور حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔ جب آپ اوسکے پاس سے واپس ہوئے تو اوس ہاتھی کے پاس تشریف لے گئے اور اوسکو محمود کہکر پکارا اوس نے اپنے سر کو حرکت دی۔ آپ نے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ تجھکو کیوں لائے ہیں اوس نے سر کو حرکت دیکر جواب دیا کہ نہیں فرمایا کہ تجھکو اس واسطے لائے ہیں کہ تو خانۂ پروردگار کو خراب کرے کیا تو ایسا کرے گا اوس نے سر کو حرکت دیکر جواب دیا کہ نہیں پس آپ اپنے دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ دوسرے دن ابرہہ اپنی فوج کے ساتھ خانہ کعبہ کیطرف خراب کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور ہاتھی کو حرم میں داخل کرنا چاہا لیکن وہ داخل نہ ہوا اور جب یہ سب اوس پر جبر کرتے تھے تو وہ سو رہتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے حکم دیا کہ میرے فرزند کو بلاؤ۔ لوگ عباس کو بلا لائے فرمایا میں اس کو

نہیں چاہتا ۔اسی طرح ایک ایک کرکے اون کے کل فرزندوں کو لائے اور آپ فرماتے رہے کہ اس کو نہیں چاہتا جب حضرت سرورِ عالم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کو لائے تو آپ نے اون سے فرمایا کہ اے فرزند کوہ ابو قبیس پر جاؤ اور دریا کی طرف نگاہ کرو جو چیز آتی ہوئی دیکھائی دے آکر ہم کو خبر دو ۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے دیکھا کہ ابابیل کی جھُنڈ مثل سیلاب کے اس قدر آرہی ہے جس سے زمین تاریک ہو رہی ہے یہ جھُنڈ آکر کوہ ابو قبیس پر ٹھہری پھر وہاں سے اُڑکر پہلے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان میں سات مرتبہ سعی کیا پس حضرت عبد اللہ فوراً واپس آئے اور حضرت عبد المطلب علیہ السلام کو ان واقعات سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند دیکھو کہ اسکے بعد یہ طیور کیا کرتے ہیں اور مجھ کو خبر دو ۔ پس حضرت عبد اللہ نے خبر دیا کہ ابابیل کل کی کل لشکر حبشہ کیطرف روانہ ہوئیں پس حضرت عبد المطلب نے اہل مکہ سے فرمایا کہ تم لوگ لشکر گاہ کیطرف جاؤ اور اپنا اپنا مال اوٹھالاؤ ۔ جب اہل مکہ گئے تو دیکھا کہ لشکر حبشہ سب کے سب مر کر خشک لکڑی کی طرح اکڑ گئے ہیں کیونکہ ان ابابیلوں میں سے ہر ایک نے تین تین کنکریاں ایک چونچ میں اور دو دونوں چنگلوں میں اٹھالیں اور ہر ابابیل نے لشکر میں سے تین تین سپاہیوں پر سنگریزے گراکر مار ڈالا تھا (حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۴ صفحہ ۱۹ و ۱۸ باختصار) علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جو کرامتیں (معجزات) خداوند عالم نے جناب عبد المطلب کو دیئے تھے سوا نبی مرسل کے کسی دوسرے کو نہیں دیا اور جو کلام اونھوں نے صاحب فیل یعنی ابرہہ سے کیا تھا اوسمیں عجیب و غریب و بلیغ اور عظیم الشان کرامتیں ہیں ۔ جیسے ابرہہ کو خدا کے عذاب کی دھمکی دینا اور خدا کا اوس دھمکی کو اس طرح پورا کر دینا کہ ہاتھی کو خانہ کعبہ گرانے سے روک دیا اور اوس پر اور اوسکی فوج پر ابابیل سے پتھر برسوا کر ہلاک کر دیا ۔ یہاں تک کہ وہ سب سوکھی گھاس کی طرح ہوگئے ۔ اور اون کے اونٹ کے سینہ اور قدموں کے نیچے زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے (شرح نہج البلاغۃ صفحہ ۲۴ جلد ۲)

بیسواں مقدمہ | (ذکر عصمت انبیاء و اوصیاء عموماً) خداوند عالم حدیث قدسی[۵] میں ارشاد فرماتا ہے :-

کُنتُ کَنزاً[۵۲] مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِکَی اُعرَفَ یعنی میں ایک خزانہ

۵ کلام اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ یا تو خداوند نے مثل آپکی اولاد امجاد کے آپکو بھی ایسی نبوت دی تھی کہ جیسے چلتے پھرتے علم حاصل کرلیتے یا یہ کہ آپ پر بھی وحی ہوا کرتی تھی ۱۲ منہ

سے سراج السعادہ مصنفہ ملا احمد نراقی اوستاد شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب رسائل علیہما الرحمہ والرضوان صفحہ ۵ ذکر علم و تعلیم و تعلم ۱۲

۵۲ کنز اوس مال کو کہتے ہیں جو کسی مہم کے لئے ذخیرہ کیا جائے لیکن اسمیں وسعت دیکر ہر اوس چیز پر بولنے لگے جو کسی سخت وقت میں کام آئے اور اسی بنا پر یہاں پر کنز سے مقصود ذخیرہ آخرت ہے مقصود بروزگار

پوشیدہ تھا پس مجھے یہ بات پسند آئی کہ پہچانا جاؤں پس میں نے دنیا کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں اور قران مجید میں ارشاد فرماتا ہے مَاخَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (سورہ ذاریات آیت ۵۶ پارہ ۲۷) یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا تاکہ میری عبادت کریں۔ اور اس آیت میں عبادت کی تفسیر معرفت اور اطاعت و فرماں برداری دونوں سے کی گئی ہے۔ حاصل یہ کہ خدا کو اپنی معرفت اور اطاعت و فرماں برداری محبوب اور پسند ہے (وجہ محبوبیت آیندہ کسی مناسب مقام میں انشاء اللہ تعالے بیان کی جائیگی) اور قواعد و احکامِ معرفت و اطاعت و عبادت کے مجموعہ کا نام دین و مذہب ہے۔ اور بندوں تک اس پسندیدہ مجموعہ کو پہونچانے اور تعلیم کرنے کے لئے اور جن لوگوں کو اپنے اور اون کے درمیان میں ذریعہ اور واسطہ قرار دیا اونھیں کو انبیا اور اونکے جانشینوں کو اوصیا کہتے ہیں اور چونکہ اولاد آدم میں خواہش پرستی اور مادہ تجاذب و تکالب اور تفویت حقوق اور ارتکاب مظالم کا بھی ہے اس لئے بغرض رفع نزاع و درستی نظم عالم اوسکو اون بندوں پر حاکم مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہوئی جو صاحب قوت جابرہ ہو پس خدا اور اوسکے بندوں کے درمیان میں نظم کی اصلاح و تعلیم قواعد احکام دو ضرورتوں کو پورا کرنے والوں کی ضرورت ہوئی اور یہ دونوں ضرورتیں چاہتی ہیں کہ ان کو پورا کرنے والے خود دوسرے معلم اور ناظم و مدبر کے محتاج نہ ہوں ورنہ وہ بھی مثل اپنی رعایا کے بنی اور وصی نہ ہوسکیں گے۔ اور خدا کی غرض پوری نہ ہوگی اور اوس کا پسندیدہ دین رواج نہ پائیگا۔ اس واسطے خداوند عالم نے ان دونوں حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اونھیں لوگوں کو تجویز کیا جو قواعد و احکام مذہب سے آگاہ ہوں اور ابتداء عمر سے آخر عمر تک بھول وچوک اور گناہ و خطا وغیرہ کل ایسے عیوب سے پاک تھے جو ان دونوں حاجتوں کے پورا ہونے میں خلل کا باعث ہوسکتے ہیں تاکہ ان کا وقار اور ان کے کلام کا اعتبار انکی ترویج میں معین اور موثر ہو اور انھیں لوگوں کو حجت خدا کہتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر اور اونکے بارہ اوصیاء کرام اور اکثر آبا، عظام کو خداوند عالم نے یہ دونوں ریاستیں عطا فرمائی تھیں۔ اور خطا و گناہ سے انکی پاکی ان کے اختیار سے باہر نہ تھی بلکہ انکی اختیاری چیز تھی جس طرح عام انسان کا فضلۂ انسان نہ کھانا اونکا اختیاری امر ہے۔ انکی مثال ہر خطا و گناہ صغیرہ و کبیرہ کی نسبت ویسی ہی ہے جیسی عام انسان کی نسبت فضلہ نہ کھانے کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ ہے کہ میں یعنی میری معرفت و اطاعت باعث سعادت و ذخیرہ آخرت تھی پس میں نے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ یہ سعادت حاصل کریں اور اس ذخیرہ سے فائدہ اوٹھائیں ۱۲ منہ

اور عام بے احتیاط انسان کی نسبت عام گناہوں کی طرف ویسی ہی ہے جیسی بعض جوگیوں کی نسبت بول و براز کھانے کی طرف ۔ یعنی جس طرح عام انسان فضلہ نہیں کھاتے باختیار اور اس کا کبھی خیال بھی نہیں پیدا ہوتا ۔ اوسیطرح یہ انوار مقدسہ کوئی گناہ نہیں کرتے باختیار اور اون گناہوں کیطرف اونکا خیال بھی نہیں جاتا ۔ اور جس طرح بعض جوگی بول و براز کھاتے ہیں باختیار ۔ اوسیطرح عام انسان گناہ کرتے ہیں باختیار ۔ غرض یہ کہ کل گناہوں کو چھوڑنا غیر اختیاری امر نہیں ہے تاکہ ان گناہوں سے اُن لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے خدا کو خاص توجہ کرنے اور قدرت کاملہ کو صرف کرنے کی ضرورت پڑے رہی آیت تطہیر تو اوسکے متعلق گفتگو اکیسویں مقدمہ میں کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اور علاوہ اسکے کہ ان لوگوں کا خطا کار اور گناہگار نہ ہونا کتب اخبار و احادیث و تواریخ فریقین سے ثابت ہے اس امر پر عقلی و نقلی دونوں طرح کی دلیلیں بھی بکثرت موجود ہیں کہ ان لوگوں کا ہر قسم کے خطاء و گناہ سے پاک ہونا ضروری ہے ۔ چند دلیلیں جو منصف مزاج کے لئے کافی ہوسکیں ذکر کی جاتی ہیں ۔

عقلی دلیلیں

پہلی دلیل انبیاء اور اوصیا اس واسطے تجویز کئے گئے کہ خطاکار بندوں کے خطا کی اصلاح کریں تاکہ دنیا کا انتظام خراب ہو اور فتنہ و فساد اور قتل نفوس وغیرہ سے بنی آدم محفوظ رہیں پس اگر مصلح خود بھی خطا کار ہوتے تو دنیا کا انتظام بگڑ جاتا اور خدا کی غرض حاصل نہ ہوتی اس واسطے ضرور ہوا کہ دنیا کے مدبر اور مصلح و منتظم خطا کاری سے محفوظ ہوں

دوسری دلیل خدا نے ان لوگوں کو اس واسطے بھیجا کہ اوسکے محبوب اور پسندیدہ دین کے قواعد و احکام لوگوں کو تعلیم کریں پس اگر وہ جھوٹے اور غلط گو ہوتے یا قواعد و احکام کو بھول سکتے ۔ یا غلطی و اشتباہ سے یا جانکر قواعد احکام کو بدل کر یا کمی یا زیادتی کر کے بیان کرتے تو لوگوں کی نگاہ میں اونکی وقعت باقی نہ رہتی اور لوگ اون سے نفرت کرنے لگتے ۔ اور دین خدا کو اون سے نہ لیتے اور دین خدا رواج نہ پاتا ۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ اپنے دین محبوب کا مروج ایسے لوگوں کو تجویز کرے جو ابتداء عمر سے آخر عمر تک بھول چوک دھوکہ اشتباہ اور گناہان صغیرہ و کبیرہ وغیرہ کل نقائص و عیوب سے پاک و مبرا ہوں تاکہ خود اپنی غرض کی تقویت کا الزام اوس پر لازم نہ آئے کہ جو ہر عاقل کے لئے قبیح ہے اور حکیم علی الاطلاق کے لئے قبیح تر اور ابتداء عمر کی قید اس واسطے بڑھائی گئی کہ عام طور سے دیکھا جا رہا ہے کہ جو لوگ کچھ دن بے اعتباری کے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اون کا وقار اور اعتبار جاتا رہتا ہے اور پھر اون کا ہر فعل اور قول مشکوک رہتا ہے اور اوسکی صحت اور سچائی پر اطمینان نہیں ہوتا پس اگر ایسا نبی مبعوث

ہوتا جس سے لوگ نبی ہونے سے پہلے عیب ناک فعل دیکھ چکے ہوتے تو نبی ہونے کے بعد بھی لوگ اوسکی طرف سے غیر مطمئن ہوتے اور اوسکے قول اور فعل کی صحت اور سچائی میں دغدغہ رہتا اور اوسکی پیروی نہ کرنے والوں پر خدا کی حجت تمام نہ ہوتی اور اوس کا دین رواج نہ پاتا اور غرض اوسکی حاصل نہ ہوتی

تیسری دلیل خداوند عالم نے آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورہ نساء آیت ۵۹ پ ۵) (پیروی کرو خدا کی اور پیروی کرو رسول کی اور صاحبان حکومت کی جو تم میں سے ہیں) میں اپنے عام بندوں کو حکم دیا ہے کہ انبیاء و اوصیاء کی اطاعت و فرماں برداری کریں اور آیت لَا تُطِیْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ (سورہ شعراء آیت ۱۵۱ پ ۱۹) میں خطا کاروں کی فرمانبرداری سے منع کر رہا ہے (پیروی نہ کرو حد سے گذر جانیوالوں کی) پس اگر خدا خود خطا کار اور گناہگار انبیاء اور اوصیاء تجویز کرتا۔ تو ایک خرابی یہ لازم آتی کہ رسول ہونے کی حیثیت سے انکی فرماں برداری کا حکم دے اور خطا کار ہونے کی حیثیت سے انکی فرماں برداری سے منع کرے۔ اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی فرماں برداری واجب بھی ہو اور حرام بھی۔ اور یہ محال اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ اوس نے خطا کار نبی تجویز کیا اور جسکی وجہ سے محال لازم آتا ہو وہ خود ہی محال اور ناجائز ہے۔ اسواسطے خدا کیلئے خطا کار نبی تجویز کرنا محال اور ناجائز ہے۔ دوسری خرابی یہ لازم آتی کہ اگر ایسے خطا کار انبیاء کی پیروی کیجائے تو لَا تُطِیْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ میں جو ممانعت ہے اوسکی مخالفت استحقاق سزا و عذاب کا سبب ہوگی اور اگر اونکی مخالفت کی جائے تو آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں جو حکم ہے اوسکی مخالفت سبب عذاب ہوگی **چوتھی دلیل** خطا کار انبیاء اگر کوئی جھوٹا حکم بندوں تک پہونچاتے تو دو حال سے خالی نہ تھا یا خداوند عالم اوس حکم کے بارے میں اس جھوٹے نبی کی تصدیق کرتا یا اوسکو جھٹلاتا اگر تصدیق کرتا تو علاوہ اسکے کہ جھوٹے کی تصدیق کرنا خدا پر جائز نہیں ہے اور آیت لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ (آل عمران آیت ۶۱ پارہ ۳) میں وہ خود جھوٹوں پر لعنت کر رہا ہے اور اون سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے۔ لازم آتا کہ اپنے دین محبوب اور اپنی مرضی کے مخالف حکم کی خود ترویج کرے۔ اور یہ امر عام عقلاء کے لئے جائز نہیں ہے چہ جائیکہ حکیم علی الاطلاق کے لئے جو کل عیوب اور نقائص سے منزہ اور پاک ہے۔ اور اگر اوس نبی کو جھٹلاتا تو لازم آتا کہ نبی کے کلام کو بے اعتبار اور بے وقعت قرار دے کر اپنے دین کی اشاعت اور ترویج کو روک دے جس کے لئے انبیاء اور اوصیاء کو بھیجا اور اپنی معرفت و اطاعت میں خود رکاوٹ پیدا کرے جسکے لئے دنیا کو پیدا کیا جس کو قرآن مجید اور حدیث قدسی میں بیان کیا ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ اور اگر وہ صحیح حکم بیان کرتے جب بھی دین خدا رواج نہ پاتا۔ کیونکہ فرض یہ ہے کہ بندوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی جھوٹا

بول سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے اوسکی وقعت جا چکی ہے پس خدا کی حجت بندوں پر تمام نہ ہوتی اور اپنے نافرمانوں پر عذاب نہ کر سکتا۔ اور نہ فرمانبرداروں کے مقابلہ میں نافرمانوں کو اجر و ثواب نہ دینے میں کوئی معقول عذر پیش کر سکتا خصوصاً اوس وقت جب کہ وہ کسی مخالف دین و مذہب امر کو اپنی جہالت اور نادانی سے جائز اور بے عیب یا راجح اور دینی اور مذہبی چیز سمجھکر بنظر ثواب بجالاتے۔ جیسے ایام جاہلیت میں بہت سے ناجائز اور فاسد طریقے نکاح کے مروج تھے یا اس غرض سے زنا کرنا کہ بندگان خدا کی تعداد بڑھے جو خدا کو مرغوب ہے۔

پانچویں دلیل خطاکار انبیاء سے اگر کوئی گناہ صادر ہوتا تو عام بندوں پر واجب ہوتا کہ اونکی ملامت اور سزا کریں کیونکہ امر بمعروف اور نہی از منکر کی ہدایت خود خدا کر رہا ہے فرماتا ہے وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) یعنی چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو کار خیر کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے اور انھیں لوگوں کے لئے رستگاری ہے۔ اور نبی کی ملامت اور سزا اونکی اذیت کا سبب ہے اور اونکو اذیت دینا حرام ہے کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور قرآن میں بھی خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورہ توبہ آیت ۶۱) یعنی جو لوگ خدا کے رسول کو تکلیف پہونچاتے ہیں اون کے لئے سخت عذاب مہیا کیا گیا ہے۔ پس ایک آیت انکی سزا کو تجویز کرتی ہے اور دوسری آیت سزا کو حرام ٹھہراتی ہے اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی سزا جائز بھی ہو اور حرام بھی اور یہ محال اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ خدا کے لئے خطاکار نبی کو مبعوث کرنا تجویز کیا گیا۔ اور جس وجہ سے محال لازم آتا ہو وہ خود ہی محال ہے اور وہ وجہ یہ تجویز کرنا ہے کہ خطاکار نبی یا وصی نبی کو مبعوث کرنا جائز ہے۔ اس واسطے یہ تجویز ہی محال اور غلط ہے

چھٹیں دلیل۔ اگر وہ لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے تو چاہیئے تھا کہ معاذ اللہ جہنمی ہوتے اور بہشت میں نہ جاتے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ (سورہ سجدہ آیت ۲۰ پ ۲۱)

یعنی فاسقوں کی جگہ جہنم ہے (اور چاہیئے تھا کہ ان کی گواہی قبول نہ کی جاتی۔ کیونکہ گناہ سبب فسق ہے اور فاسق کے حق میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا (سورہ حجرات آیت ۶ پارہ ۲۶) یعنی فاسق اگر تمہارے

پاس کوئی خبر لائے تو بغیر تحقیق کئے ہوئے اوسکے کلام کو نہ مانو اور اس امر پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہے پس ایسی صورت میں انبیاء و اوصیاء اپنی عام رعایا سے بھی بد تر ٹھہرتے ہیں کیونکہ عام رعایا میں سے جو لوگ عادل ہیں اونکی گواہی شرعاً اور عقلاً اور عرفاً مقبول سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ انبیاء اور اوصیاء عام رعایا سے شرعاً بہتر قرار دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے قیامت کے دن کے لئے اوصیاء کو امت کے اعمال پر گواہ قرار دیا ہے اور انبیاء کو اوصیاء کے اعمال پر چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ پ ۲) یعنی چاہیئے کہ تم لوگ لوگوں کے اعمال پر گواہ بنو اور رسول تمہارے اعمال پر گواہ بنیں۔ اور عقلاء کی عقلیں بھی اسی کو صحیح سمجھتی ہیں **ساتویں دلیل** اگر یہ لوگ گناہوں میں مبتلا ہوتے تو اپنی گناہگار رعایا سے بھی درجہ میں پست تر ٹھہرتے کیونکہ عام رعایا سے مرتبہ ان کا بہت بلند ہے۔ اور خدا نے ان کو بنی آدم کا سردار بنایا ہے اور اپنے دین کا حامی اور مروج اور محافظ اور روے زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جاہل اور قلیل المعرفہ شخص کا گناہ کرنا اوس قدر بدنما اور مبغوض اور مستبعد نہیں ہے جتنا با معرفت شخص کا مبتلا ہونا پس با معرفت شخص کا مبتلا ہونا اس امر پر قرینہ ہوگا کہ اس کا باطن جاہل اور قلیل المعرفتہ کے باطن سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور یہ اپنے پروردگار کے مقابل میں اوس سے بھی زیادہ جری ہے۔ اس لئے یہ جاہل رعایا سے زیادہ پست ہوگا **اور علاوہ اسکے** کہ جلیل القدر و عظیم المرتبت اور سردار قوم کا اپنی رعایا سے پست اور ذلیل ہو کر رہنا خود بھی بے حد برا ہے۔ دو خرابیاں دوسری بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ایک[۱] یہ کہ ذلیل اور پست شخص اپنے سے بہتر کا سردار نہیں ہو سکتا اس لئے بجائے اسکے کہ ایسے انبیاء رئیس و سردار بنیں ان کو پست ترین رعایا میں داخل ہو کر رہنا چاہیئے اور یہ نہایت درجہ قبیح ہے کہ علم و معرفت کے لحاظ سے جو بہترین خلق ہو وہ بدترین خلق میں داخل ہو کر زندگی بسر کرے جس کو دنیا کا کوئی عاقل گوارا نہیں کر سکتا۔ دوسرے[۲] یہ کہ ایسا ہی چاہیئے کہ بہ نسبت عام رعایا بہت زیادہ ملامتِ دنیا اور عذابِ آخرت کا مستحق ہو کیونکہ خداوند عالم ازواج نبی کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (سورہ احزاب آیت ۳۰ پ ۲۲) یعنی تم میں سے جو عورت ایسا گناہ کریگی جسکی بدی کھلی ہوئی ہے تو اوس پر

دوہرا عذاب کیا جائیگا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ دوہرا عذاب اس وجہ سے ہے کہ نبی کی زوجہ ہونے کی وجہ سے مرتبہ ان کا بلند اور معرفت انکی زیادہ ہے۔ اس توجیہ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر بلند مرتبہ شخص کی معصیت اوس پر دوہرا عذاب ہونے کا سبب ہے۔ **اسی بنا پر** زید بن علیؑ نے فرمایا کہ ہم اپنے (یعنی اولاد حضرت رسول میں سے) نیکوکاروں کے لئے دوہرے ثواب کے امیدوار ہیں اور اپنے گناہ گاروں پر دوہرا عذاب ہونے سے ڈرتے ہیں (مجمع البیان بذیل آیت مذکورہ) **اور اسی بنا پر** حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اوس عالم پر ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہ اوٹھائے یعنی اوس پر عمل نہ کرے اور حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب بداعمال عالم پر ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قبل اسکے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے جاہل کے ۷۰ گناہ بخشے جائیں گے اور حضرت سرورِ عالم ان سب کا سبب ارشاد فرماتے ہیں کہ بہ نسبت جاہل کے عالم پر حجت بہت اچھی طرح سے تمام ہو چکی ہے (یہ کل حدیثیں لئالی الاخبار صـ ۱۹۱ تا ۱۹۲ میں مذکور ہیں) **پس جبکہ** زوجیت نبی کی وجہ سے گناہگار ازواجِ نبی پر دوہرا عذاب ہو اور علم و معرفت کی وجہ سے عام اہل علم شدید عذاب کے مستحق ہوں اور جاہل اون سے بہتر رہیں تو گناہگار نبی کو بدرجہ اولےٰ دوہرے عذاب بلکہ اوس سے بھی زیادہ اور سخت ترین عذاب کا مستحق ہونا چاہیئے۔ اور یہ کل قباحتیں اس وجہ سے لازم آئینگی کہ انبیاء کو جائز الخطا تجویز کیا جائے۔ اور پھر خدا پر بھی بہت بڑا یہ الزام لازم آئے گا کہ اوس نے ایسے بدترین خلق کو اپنی بہتر مخلوقات کا سردار بنا دیا جس کو عقلاء ہرگز تجویز نہیں کر سکتے چہ جائیکہ عادل حقیقی اور حکیم علے الاطلاق **آٹھویں دلیل** خداوند عالم اپنے بندوں سے اس قدر محبت رکھتا ہے کہ اپنے نافرمان بلکہ سرکش اور متمرد بندوں سے بھی اپنی نعمتوں کو نہیں روکتا اسی محبت کا تقاضا تھا کہ اوس نے گناہگار بندوں کے حق میں بددعا کرنے سے حضرت ابراہیم علے نبینا و علیہ السلام کو روکا اور فرمایا کہ میرے بندوں کے حق میں بددعا نہ کرو اگر تمہاری دعا سے مار ہی ڈالنا چاہتے تو پیدا کیوں کرتے (تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان وغیرہ بذیل آیۃ کَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰاتِ سورہ انعام آیت ۷۶ پارہ ۷) اسی محبت کا اقتضاء تھا کہ اوس نے انبیاء اور اوصیاء کو اپنے بندوں کے لئے رحمت اور ہادی اور پیشوا بنایا تاکہ وہ انکو دنیا میں راہ ہدایت دکھائیں اور انسانی اخلاق سکھائیں اور خلعت عزت و شرافت سے آراستہ کریں۔

در آخرت میں بہشت کی طرف جانے کے وقت انکی پیشوائی کریں اور راہ نمابنیں۔ چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ (سورہ حدید آیت ۱۲ پ ۲۷) یعنی جس دن دیکھو گے مومن مرد اور مومنہ عورتوں کو کہ اون کے امام اونکے آگے آگے اور پہلوؤں میں چلیں گے اور اون سے کہا جائیگا کہ آج کے دن تم کو بشارت ہو بہشت میں جانے کی حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنوں کے پیشوا اونکے آگے آگے اور اون کے پہلوؤں میں چلیں گے اور بہشت میں اونکی جگہوں پر اونکو پہونچادینگے (تفسیر برہان بذیل آیت مذکورہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۵) اور یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱ پ ۱۵) بروایت قتادہ ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن خداوند عالم ائمہ ہدے ومصابیح الدجے واعلام التقے امیرالمومنین اور حسن اور حسین علیہم السلام کو بلائیگا اور حکم دے گا کہ اپنے شیعوں کو لیکر پل صراط سے گذر جاؤ اور بغیر حساب وکتاب کے داخل بہشت ہوجاؤ۔ اور ائمہ فسق کو بلائیگا اور حکم دیگا کہ اپنے ماننے والوں کو ساتھ لیکر بغیر حساب وکتاب کے دوزخ میں چلے جاؤ (تفسیر برہان بذیل آیہ مذکورہ جلد ا ص ۶۱۱) اور امام اہلسنت دارمی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ حبہ بن جوین نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لئے اوس کے اعمال ہونگے اور قیامت کے روز وہ اسکے ساتھ ہوگا جس کو دنیا میں دوست رکھتا تھا (ینابیع المودۃ ص ۴۰۲ باب ۹۱ بحوالہ سنن دارمی) **پس اگر** خداوندعالم گناہگار انبیاء اور اوصیاء کو پیشوائی خلق کے لئے بھیجتا تو کئی خرابیاں لازم آتیں ایک یہ کہ یہ لوگ چونکہ خود گناہگار ہوتے اپنے ماننے والوں کو بھی گناہ کرنے کی اجازت دیتے کم سے کم اسلئے کہ خود اون کا گناہ ڈھکارہے اور اونکو برے راستہ پر چلاتے اور بجائے رحمت ہونے کے نقمت اور عذاب بنتے اور بجائے ہادی بننے کے گمراہ کن ہوتے۔ دوسرے یہ کہ خدا اپنے بندوں کو عزیز صورت اور انسانی لباس میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن بندے ایسے گناہگاروں کی ہدایت سے ذلیل صورت اور شیطان سیرت اور حیوانی لباس میں ہوجاتے۔ تیسرے خدا کا ایسوں کو پیشوا بنانا اوسکی وسیع رحمت اور کامل محبت کے بالکل مخالف ہوتا۔ چوتھے یہ کہ اپنی غرض کو خود مٹانے اور برباد کرنے کا قبح اوسکی بے عیب اور منزہ ذات پر لازم آتا۔ پانچویں یہ کہ بندے اوسکے بعوض اسکے کہ اوسکی خواہش کے مطابق بہشت میں جائیں جسکی وہ آیت یسعیٰ نورھم میں بشارت دینا چاہتا ہے سب کے سب اپنے برے پیشوا کے ساتھ جہنم میں چلے جاتے کیونکہ ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ جائیگا جہاں وہ جائیں چھٹے

یہ کہ چونکہ وہ ذات مقدس فیاض مطلق ہے ارشاد فرماتا ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (سورہ ابراہیم آیت ۷، پ ۱۳) یعنی اگر میری فرمانبرداری کروگے تو تم پر اپنی نعمتیں زیادہ کروں گا اور اگر نافرمانی کروگے تو سخت عذاب میں مبتلا کروں گا پس اگر گنہگار انبیاء و اوصیاء بھیجتا تو لازم آتا کہ بندے نافرمان ہو کر بعوض استحقاق نعمت کثیر کے مستحق عذاب شدید ہو جائیں **نویں دلیل** اگر خداوند عالم گنہگاروں کو انبیاء اور اوصیاء تجویز کرتا تو گناہ کی وجہ سے وہ عذاب اور لعنت اور ملامت کے مستحق ہوتے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ (سورہ نساء آیت ۱۴ پ ۴) یعنی خدا اور رسول کی جو مخالفت کریگا اور خدا کے مقرر کردہ حد سے گذریگا اوسکو خدا جہنم میں داخل کرے گا جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور اوسکے لئے بہت برا عذاب ہے۔ پھر فرماتا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (سورہ ہود آیت ۱۸ پارہ ۱۲) یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ اور ظالم ہر وہ شخص ہے جو گناہ کرتا ہو۔ اور یہ امر دین اسلام کے قطعی اصول کے مطابق مان لیا گیا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء اور اوصیاء ایسے لوگ نہیں ہو سکتے جو عذاب اور لعنت اور ملامت کے مستحق ہوں۔

دسویں دلیل اگر انبیاء اور اوصیاء گنہگار ہوتے تو چاہیئے تھا کہ گروہ شیطان میں داخل ہو جاتے اور خسران و نقصان میں پڑجاتے۔ کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ مجادلہ آیت ۱۹ پ ۲۸) یعنی شیطان ان پر غالب گیا ہے پس خدا کی یاد کو ان (کے دلوں اور زبانوں) سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کے گروہ سے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کا گروہ گھاٹے اور نقصان میں ہے اور یہ امر دین اسلام کے مسلمات سے ہے کہ انبیاء اور اوصیاء شیطان کے تابع اور اوس کے گروہ سے نہیں ہو سکتے۔

نقلی دلیلیں آیتیں۔ پہلی آیت ۔ خداوند عالم حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السلام سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ پارہ ۱) یعنی (اے ابراہیم میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ میری ذریت میں سے بھی کچھ لوگ پیشوا ہوں گے۔ ارشاد ہوا کہ میرا یہ منصب اون لوگوں کو نہ مل سکیگا جو ظالم ہونگے۔

علماے شیعہ میں سے صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد پروردگار اس آیت میں یہ ہے کہ امامت کے لائق وہ شخص نہیں ہے جو کسی زمانہ میں بت پوج چکا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی مشرک رہ چکا ہو اگرچہ اوسکے بعد مسلمان ہو چکا ہو۔ اور کسی چیز کو بے موقع واقع کرنے کا نام ظلم ہے اور شرک ظلم کی بہت بڑی فرد ہے۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ یعنی یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور جس طرح بُت پوجنے والا امامت اور دینی پیشوائی کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی اسکے لائق نہیں ہے جو کسی زمانہ کبیرہ یا صغیرہ یعنی بڑے یا چھوٹے گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو اگرچہ اوسکے بعد توبہ کر چکا ہو۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی اسکے لائق نہیں ہے جس نے مستحق حد پر حد جاری نہ کی ہو پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ معصوم کے سوا کوئی دوسرا شخص امام اور دینی پیشوا نہیں ہو سکتا اور معصوم کی عصمت معلوم کرنے کا طریقہ صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ خداوند عالم اپنے نبی کی زبان سے خبر دیدے۔ کیونکہ عصمت پوشیدہ چیز ہے۔ ایسی کھلی ہوئی چیز نہیں ہے جو مثل سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے دیکھی جا سکے۔ اسلئے بغیر علام الغیوب کے آگاہ کئے ہوئے عصمت معلوم نہیں ہو سکتی (تفسیر برہان جلد ا صـــ۹۵ بذیل آیت مذکورہ) عبد اللہ بن مسعود صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ سے مراد پروردگار یہ ہے کہ جس نے بت کا سجدہ کیا ہے اوس کو میں کبھی پیشوا نہ بناؤں گا اور نہ اوسکو پیشوا بنانا صحیح ہے (بحار الانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ علیہم السلام صـــ۲۱۷ بقدر حاجت) **اور علماے اہلسنت** میں سے قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ انبیاء اپنے مبعوث ہونے سے پہلے بھی گناہان کبیرہ سے معصوم تھے اور اس امر پر دلیل ہے کہ فاسق امامت یعنی دینی پیشوائی کے لائق نہیں ہے (تفسیر بیضاوی صـــ۶۸ چھاپہ بمبئی بذیل آیت مذکورہ) اور فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ حضرت رسول اللہؐ کل گناہوں سے معصوم تھے کیونکہ اگر اون سے گناہ صادر ہوتا تو ہم لوگوں پر اونکی پیروی واجب ہوتی اور اس سے لازم آتا کہ ایک ہی فعل ممنوع بھی ہو اور اوس کا حکم بھی ہو اور یہ محال ہے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ خدا نے اپنے کلام لا ینال عھدی الظالمین سے اس امر کو صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ اس منصب جلیل کو ظالم نہیں پا سکتا (تفسیر غرائب القرآن جلد ا صـــ۱۴۷ بذیل آیت مذکورہ) اور امام اہلسنت فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عہد سے اگر عہد نبوت مقصود ہے تو آیت اس امر پر صاف دلیل ہے کہ انبیاء

گناہگار نہیں ہو سکتے اور اگر عہد امامت مقصود ہے جب بھی مطلب حاصل ہے ۔ کیونکہ ہر نبی چاہیے کہ امام ہو جسکی اقتدار کیجائے پس آیت ہر صورت میں اس امر پر دلیل ہے کہ انبیاء گناہگار نہیں ہو سکتے (تفسیر رازی جلد ا صفحہ ۱۱ بذیل آیت مذکورہ)

دوسری آیت ۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ہود آیت ۱۱۳ پ ۱۲) یعنی اون ظالموں سے محبت اور اونکی بہی خواہی اور فرماں برداری نہ کرو جو کسی زمانہ میں ظلم کر چکے ہیں ورنہ جہنم میں چلے جاؤ گے ۔ رکون کے معنی محبت اور بہی خواہی اور فرماں برداری کے ہیں (تفسیر علیؒ بن ابراہیمؒ) اور ظاہر ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کی جس طرح اتباع اور پیروی لازم ہے اوسی طرح اون سے محبت اور اونکی بہی خواہی بھی لازم ہے بلکہ فرمانبرداری کو یہ دونوں لازم ہیں اور اوسکے ساتھ ساتھ ہیں پس اگر انبیاء اور اوصیاء گناہگار ہوتے تو اونکی اطاعت و فرماں برداری حرام ہوتی کیونکہ یہ جہنم میں جانے کا سبب ہے ۔ حالانکہ بغیر اونکی اطاعت کے نہ کوئی اطاعت خدا کر سکے گا نہ خدا کی معرفت حاصل ہوگی نہ دین خدا رواج پائیگا اس لئے ضروری ہوا کہ وہ لوگ معصوم ہوں تاکہ خدا کی غرض حاصل ہو ۔ **علمائے اہلسنت میں سے علامہ نیشا پوری** اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رکون سے مقصود محبت اور پیروی کرنا ہے اور غرض پروردگار یہ ہے کہ ظالموں کے کسی ظلم پر راضی نہ ہو اور اون کے طریقہ (دین و مذہب اور بدعتوں) کو دوسروں کے سامنے زینت نہ دو اور اچھا نہ بتاؤ اور ان امور میں اون کے شریک نہ ہو پھر آگے چلکر لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق نے کہا ہے کہ رکون کے معنی میلان خفیف کے ہیں پس یہ آیت بتاتی ہے کہ جس ظالم سے ذرا سا ظلم بھی صادر ہوا ہے جب اوسکی طرف ذرا سا مائل ہونا سبب عذاب ہے تو خود ظلم کا مرتکب ہونا بدرجہ اولٰی سبب عذاب ہوگا (غرائب القران جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ بذیل آیت مذکورہ) اور **قاضی بیضاوی** اس مضمون کو لکھکر لکھتے ہیں کہ عدالت اور استقامت کو چھوڑکر افراط اور تفریط کو اختیار کرنا (یعنی باطل اور غیر حقدار پیشوا کو اختیار کرنا اور بڑھانا اور برحق پیشوا کو چھوڑنا اور اوسکی حق تلفی کرنا) اپنے نفس پر ظلم بھی کرنا ہے اور غیر پر بھی (یعنی غیر حقدار کو اختیار کرنے میں اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور برحق کو چھوڑنے میں اوس برحق پیشوا پر (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۹۸ بذیل آیت مذکورہ)

تیسری آیت خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (سورہ یونس آیت ۳۵ پارہ ۱۱)

یعنی جو شخص حق کیطرف ہدایت کرتا ہے وہ اس امر کا زیادہ حقدار ہے کہ اوسکی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو خود ہی ہدایت یافتہ نہیں ہے اور اوس کا محتاج ہے علمائے شیعہ میں سے علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ۔ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حق کیطرف ہدایت کرنے والے حضرت رسولخدا اور اونکے بعد اون کے اہلبیت ہیں اور راہ حق سے ہٹے ہوئے اور ہدایت کے محتاج اون کے مخالفین ہیں خواہ قریشی ہوں یا غیر (تفسیر برہان جلد اول صفحہ ۵۸ آخر بذیل آیت مذکورہ)۔ اس آیت میں خداوندعالم نے محتاج ہدایت شخص کی پیروی سے منع کیا ہے پس اگر انبیاء اور اوصیاء گناہگار ہوتے تو اونکی پیروی ممنوع ہوتی کیونکہ وہ خود گمراہ اور محتاج ہدایت ہوتے۔ اور وہی خرابیاں لازم آتیں جو اوپر ذکر کیگئیں۔ اس لئے ضرور ہوا کہ خداوندعالم معصوم کو انبیاء اور اوصیاء بنائے تاکہ اوسکی غرض فوت نہ ہو۔

حدیثیں بطریق شیعہ **پہلی حدیث** حضرت امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندعالم نے اُولُو الْاَمْر (ائمہ برحق) کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں اور گناہ کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ **دوسری حدیث** حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ سفیہ (یعنی بدکار) متقی اور پرہیزگار کا پیشوا نہیں ہوسکتا۔ **تیسری حدیث** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ پیغمبر اور اونکے اوصیاء گناہ نہیں کرتے کیونکہ وہ مطہر اور معصوم ہیں۔ **چوتھی حدیث** حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندعالم ایسے شخص کی فرماں برداری واجب نہیں کرتا جو لوگوں کو بہکائے اور گمراہ کرے۔ اور خدا اور اوسکے واجبات کے ساتھ کفران کرے اور شیطان کی اطاعت اور خدا کی نافرمانی کرے (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۸ و ۱۹ باب ۱ فصل ۳ ذکر عصمت انبیاء و ائمہ)

اور بطریق اہلسنت۔ **پہلی حدیث** فاضل نیشاپوری آیہ مبارکہ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۔ (سورہ اعراف آیت ۱۸۱ پ ۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ربیع نے (میری مخلوقات میں ایک جماعت ہے جو دین حق کیطرف لوگوں کو ہدایت کرتی ہے اور اوسیکے ساتھ حکم کرتی ہے) بیان کیا کہ حضرت سرور عالم جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ یہ اُمت (نبی اور اون کے اوصیاء) جو اس آیت میں مقصود ہیں اور دین حق کیطرف ہدایت کرتے ہیں تم لوگوں کے لئے ہیں اور تم سے پہلے جو لوگ گذر گئے اون لوگوں کو بھی ایسی ہی امت دی گئی تھی جو دین حق کیطرف ہدایت کرتی تھی (غرائب القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے احکام کی

تعلیم دینے والے انبیاء و اوصیاء جو دین حق کے مخالف ہوں دین حق کی طرف ہدایت کرنے والے نہیں کہے جا سکتے خواہ اون مخالف اور باطل احکام کو بھول کر تعلیم کریں یا جانکر بطور جرأت اور معصیت کے۔ پس یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ جو انبیاء اور اوصیاء بھیجے گئے وہ باطل کی ترویج کرنے والے نہ تھے اور ایسے فعل سے محفوظ تھے) **دوسری حدیث** فاضل مذکور اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جبائی نے بیان کیا کہ اس امت سے مقصود علماء ہیں اور وہ لوگ جو دین خدا کیطرف لوگوں کو ہدایت کریں ہر زمانہ میں (خواہ وہ عالم ہوں جنمیں انبیاء و اوصیاء بھی داخل ہیں۔ یا صرف انبیاء اور اوصیاء جو بدرجہ اولےٰ ہادی بحق کہے جانے اور مصداق آیت مذکورہ ہونے کے مستحق ہیں (غرائب القرآن جلد ۲ صـ ۱۹۴ چھاپہ ایران) یہ حدیث اس امر کو بتا رہی ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے ہادی کی ضرورت ہے جو دین حق کیطرف ہدایت کر سکتا ہو۔

تیسری حدیث فاضل مذکور آیۂ مبارکہ وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ وہ نیکو کاروں سے تھے) (سورہ انبیاء آیت ۷۵ پ ۱۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مقاتل نے بیان کیا کہ اس آیت میں رحمت سے مقصود نبوت ہے اور غرض پروردگار کی یہ ہے کہ چونکہ لوط صلحاء اور نیکو کاروں میں سے تھے اس لئے میں نے اونکو نبی بنایا تاکہ فرائض نبوت کو پوری طرح انجام دیں (غرائب القرآن جلد ۳ صـ ۱۶ آخر چھاپہ ایران) یہ حدیث اس امر کو بتا رہی ہے کہ اگر حضرت لوط نیکو کار نہ ہوتے تو نبی نہ بنائے جاتے جس سے یہ معلوم ہوا کہ بدکار اور گنہگار میں نبی بننے یا وصی بننے کی قابلیت نہیں ہے۔

پس ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حق کے ساتھ اور دین حق کیطرف ہدایت کرنے والے یعنی نیکوکار انبیاء اور اوصیاء ہر زمانہ میں پیدا کئے گئے تاکہ خدا کی حجت اہل دنیا پر تمام ہو جائے اور غیر صالح اور بدکار منصب نبوت و وصایت کا نہ تو مستحق ہے اور نہ پا سکتا ہے۔

عصمت کے بارے میں عام مسلمانوں کے عقائد

شیعوں کا عقیدہ علامہ حلیؒ باب حادیعشر میں۔ اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ شرح اربعین میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ اہلبیت حضرت سرور عالمؐ سے ابتداء عمر سے آخر عمر تک کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہو سکتا نہ صغیرہ نہ کبیرہ نہ جان کر نہ بھولے سے اور نہ تاویل میں خطاء کی وجہ سے اور نہ خدا اون پر بھول چوک کو مسلط کرتا ہے نہ شیطان۔ لیکن صرف صدوق علیہ الرحمہ اور اون کے اوستاد حسن بن ولید اسکے قائل ہوگئے ہیں کہ سواء تبلیغ رسالت و احکام خدا کے دوسری حالتوں

ہیں جیسے نماز میں یا دوسری عبادتوں میں خدا کسی مصلحت سے اون پر بھول چوک کو مسلط کر سکتا ہے جس کو اسہار کہتے ہیں لیکن سہو جو شیطان کیطرف سے ہوتا ہے وہ ان کے حق میں جائز نہیں ہے (لیکن ان دونوں بزرگوں کا یہ کلام متروک ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک لائق توجہ نہیں ہے کیونکہ اصولِ مذہب شیعہ کے مخالف ہے) (شرح اربعین صہ ۳۵ فصل اول بیان عصمت انبیاء) اور مولانائے موصوف اپنے رسالہ اعتقادیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ضرور ہے کہ ہم لوگ حضرت سرور عالم اور ائمہ اہلبیت اور کل انبیاء اور کل فرشتوں کے حق میں اس امر کا اعتقاد کریں کہ یہ لوگ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک چھوٹے اور بڑے کل گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ (رسالہ اعتقادیہ صہ ۱۷ چھاپہ لکھنؤ) **اہلسنت کا عقیدہ** علامہ قاضی عضد الدین مواقف میں اور علامہ سید شریف جرجانی اوسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ کل ملت اور مذہب والوں کا اس امر پر اجماع (یعنی اتفاق) ہے کہ انبیاء معصوم ہیں جان کر جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور بہت سے ائمہ اعلام اور اوستاد ابو اسحاق کہتے ہیں کہ بھول کر بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ رہے جھوٹ کے علاوہ دوسرے گناہ تو کفر سے اون کے معصوم ہونے پر امت محمدی کا اجماع ہے۔ خواہ نبی ہونے سے پہلے ہو یا اوسکے بعد۔ لیکن خوارج میں سے ازارقہ اسکو جائز جانتے ہیں۔ اور کل محققین اور ائمہ کہتے ہیں کہ انبیاء جان کر گناہ کبیرہ نہیں کر سکتے لیکن بھول کر گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کو اکثر نے جائز سمجھا ہے لیکن ہم لوگ اس کو بھی جائز نہیں جانتے۔ اور گناہ صغیرہ میں مبتلا ہونے کو اکثر لوگ جائز جانتے ہیں۔ لیکن ابو علی جبائی اس کو بھی جائز نہیں جانتے۔ لیکن ایسے گناہ صغیرہ جو سبب رذالت ہیں جیسے ایک لقمہ کھانا چرالینا تو ایسے صغیرہ میں انبیاء ہرگز مبتلا نہیں ہو سکتے نہ جان کر نہ بھولے سے (خلاصہ شرح مواقف موقف ۶ مرصد اول مقصد ۵ بیان عصمت انبیاء صہ ۵۶۷ چھاپہ استنبول) اور امام فرقہ حنفیہ **ابو حنیفہ صاحب فقہ اکبر** میں اور ملا علی قاری حنفی اوسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ کل انبیاء اور رسل خواہ مشہور ہوں یا غیر مشہور پاک اور معصوم ہیں کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ اور کفر اور کل برائیوں سے اور بعض انبیاء سے جو بعض لغزشیں ہو گئی ہیں تو یہ لغزش بلحاظ اون کے اعلے مرتبہ اور رفعت منزلت کے خطا سمجھی گئی ہے جو اون سے نسیاناً[۱] ہو گئی تھی یا رخصت سمجھکر کیا تھا۔ جیسے حضرت آدم

[۱] اکثر علمائے اہلسنت جو نسیاناً اور سہواً بعض گناہ صغیرہ کے انبیاء سے صادر ہونے کے قائل

نے ایک خاص درخت سے کھانے کو ممنوع سمجھکر اوس سے نہ کھایا بلکہ اوسی قسم کے دوسرے درخت سے کھایا اور یہ ایک غفلت تھی جو اون سے صادر ہوئی۔ اور یہ مذہب ہمارے اکثر علمار کا ہے۔ لیکن ایک جماعت صوفیوں کی اور ایک گروہ متکلموں کا اون سے سہواً اور نسیاناً اور غفلةً بھی گناہ صادر ہونے کو جائز نہیں جانتا (شرح فقہ اکبر بحث تنزیہ انبیار صٓ ۵۴ چھاپہ مصر) ویسے تو علامۂ حلی علیہ الرحمہ والرضوان نے عصمت انبیار واوصیار پر الفین میں ایک ہزار اڑتیس دلیلیں عقلی اور نقلی تحریر فرمائی ہیں لیکن ہم نے مذکورۂ بالا دلیلوں کے لکھنے کے بعد اوس کو دیکھا اور اوس سے کوئی دلیل اس کتاب میں نہ لی اور دیباچہ کو زیادہ طول دینا مناسب سمجھا۔ بایں ہمہ ہم امید کرتے ہیں کہ جس قدر دلیلیں عصمت انبیار واوصیار پر ہم نے ذکر کردی ہیں یہ منصف مزاج شخص کے لئے اطمینان بخش ہونگی۔ نتیجہ کلام ہم آئندہ لکھیں گے انشا تعالے اکہ لفظی دلیلوں کی دلالتیں زیادہ ترظنی ہوتی ہیں خواہ وہ قران کی آیت ہو یا حدیث یا کوئی دوسری چیز اور حکم عقل جو دلیل عصمت ہے قطعی اور یقینی ہوتا ہے اور گمان یقین کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ انبیار اور اوصیار کی عصمت قطعی اور یقینی دلیلوں سے ثابت ہے اس لئے اگر قران یا حدیث وغیرہ میں انکی عصمت کے خلاف کوئی مضمون پایا جائے تو ضرور ہے کہ اوسکی تاویل اور توجیہ کرکے عقلی دلیل اور عقلی حکم کے مطابق کیا جائے۔ جیسے حضرت آدمؑ کے حق میں لفظ عصےٰ اور غوی یا اس کا مثل اور وہم معنی جو قران اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے۔ ان دونوں کے معنی لغت میں متعدد لکھے ہوئے ہیں۔ جیسے عصےٰ کے معنی ایک ۱ فرمانبرداری سے نکل جانا ہے۔ دوسرے ۲ حکم کی مخالفت کرنا۔ تیسرے ۳ عناد کرنا۔ اسی طرح غوی کے معنی ایک ۱ گمراہ ہونا ہے۔ دوسرے ۲ محروم رہنا۔ تیسرے ۳ ہلاک ہونا۔ چوتھے ۴ جہالت میں منہمک ہونا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ عصمت سے اصل مقصود پروردگار اونکا اعتبار اور وقار ہے تاکہ اون کے مذہبی بیانوں پر اونکی امت کو اعتبار ہو اور غلط بیانی کا احتمال جو شک کا سبب ہوتا ہے اور حجت خدا کو ناقص اور کمزور کردیتا ہے پیدا نہ ہوسکے۔ اس لئے جس طرح جان کر غلط بیان کلام کو بے اعتبار کرتا ہے اوسیطرح وہ غلط بیان بھی جس کا سبب سہو اور نسیان ہے۔ پس جب کہ بے اعتباری میں دونوں شریک ہیں تو جس طرح عمداً غلطی ناجائز ہے اوسیطرح سہواً غلطی کو بھی ناجائز ہونا چاہئے جیسا کہ ہمارے علمار کرام کا مذہب اور مسلک ہے ۱۲ راحت حسین

پس چونکہ انبیاء کی عصمت عقلی اور نقلی دلیلوں سے یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ اس لئے اگر ان مذکورہ معانی میں سے کوئی معنی عصمت کے ساتھ جمع ہو سکیگا تو وہی اختیار کیا جائیگا ورنہ ان الفاظ کی ایسی تاویل اور توجیہ کی جائیگی جو عصمت سے منافات نہ رکھتی ہو۔ اور اگر کسی طرح حکم عقلی اور دلیل عقلی کے مطابق نہ ہوسکے تو اوس آیت یا حدیث کے معنی اور مطلب کو بشرط صحت سند حدیث ائمہ علیہم السلام پر محمول کرکے اس وقت حکم عقل ہی کو اختیار کرینگے

اکیسواں مقدمہ ۲۱

ذکر عصمت حضرت رسولخدا و ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً

جو دلیلیں انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کی اوپر ذکر کی گئیں اون کے علاوہ حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد میں سے بارہوں ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے متعلق قران اور حدیث میں خاص کرکے آیتیں اور حدیثیں مذکور ہیں جن کو ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پر تبرکاً ذکر کردیں۔

حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے طٰہٰ مَا اَنزَلنَا عَلَیکَ القُرآنَ لِتَشقٰی (سورہ طہٰ آیت ۱ پ ۱۶) بسند موثق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ بڑھے ہوئے اور جسم مبارک وزنی ہوا تو آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز نافلہ پڑھتے تھے تاکہ تکلیف بڑھ جائے (اس لئے کہ آپ ہی کی فرمائش ہے کہ اَفضَلُ الاَعمَالِ اَحمَزُھَا یعنی اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت اوس عمل کے لئے ہے جس سے نفس کو زیادہ تکلیف پہونچے) تو خداوند عالم نے اس آیت کو نازل فرماکر ارشاد فرمایا کہ اے طاہر اور طیب اور ہادی خلق تم پر قران اس لئے نازل نہیں کیا ہے تاکہ اس قدر تکلیف اوٹھاؤ۔ اس حکم کے بعد حضرت دونوں پاؤں پر کھڑے ہونے لگے (حیات القلوب جلد ۲ باب ذکر اخلاق حضرت سرور عالم صہ ۱۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طہٰ کے معنی پاک اور پاکیزہ اور ہادی خلق کے ہیں اور ہر قسم کی برائی سے حضرت سرور عالم اس طرح پاک و پاکیزہ تھے کہ خداوند عالم نے طہٰ آپ کا نام رکھ دیا تھا۔ چنانچہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ آپ نے

ا مجمع البحرین ذکر لغت حمز بروایت ابن عباس ۱۲

ارشاد فرمایا کہ حضرت سرور عالمؐ کے قرآن میں دس نام ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہؐ۔ طٰہٰؐ۔ یاسینؐ۔ نونؐ۔ مزملؐ۔ مدثرؐ۔ رسولؐ۔ ذکرؐ (حیات القلوب جلد ۲ باب ۶ فصل ۱ ذکر اسماء مبارکہ حضرت رسولخدا ص ۱۰۱) اور علمائے اہلسنت میں سے فاضل نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ طٰہٰ کے معنی میں مفسروں نے کئی چیزیں بیان کی ہیں منجملہ اون کے ایک معنی طاہر من الذنوب وہادی الی علام الغیوب ہے۔ یعنی گناہوں سے پاک اور خدا کی طرف ہدایت کرنے والے اور دوسرا کلام سعید بن جبیر کا ہے وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس سورہ کی ابتداء حضرت سرور عالمؐ کے نام طیب اور طاہر اور ہادی سے کی ہے (غرائب القرآن جلد ۲ ص ۵۱۹ سورہ طٰہٰ پ ۱۶) سعید بن جبیر کے بیان سے بھی معلوم ہوا کہ آپکا ایک نام طٰہٰ بھی ہے جس کا معنی دونوں مفسروں کے بیان کے مطابق طیب اور طاہر اور ہادی ہے

اور اہلبیت حضرت سرور عالمؐ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا (سورہ احزاب آیت ۳۳ پ ۲۲) یعنی خدا ہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول کہ تم سے ہر قسم کے گناہ[1] کو دور رکھے اور ہر طرح کی برائیوں سے تم کو پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ اہلبیت میں حضرت رسول اللہؐ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ باتفاق فریقین داخل ہیں اور حضرت علیؑ بھی بنا بر قول صحیح کے (غرائب القرآن جلد ۳) اور امام اہلسنت ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یہ آیت علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ص ۸۵ ذکر آیت بحکم ہٰس ابن حجر کے بیان کے مطابق حضرت علیؑ اس آیت میں یقیناً داخل ہیں۔ اور صحاح ستہ وغیرہ کی وہ حدیثیں[2] انہی بارے میں نص صریح ہیں جنہیں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت

---

[1] فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے رجس سے گناہوں کو مراد لیا ہے۔ اور طہر سے تقویٰ کو۔ اور تقویٰ ہر برائی سے اجتناب اور پرہیز کو چاہتا ہے۔ اسی لئے ہم نے رجس کا ترجمہ گناہ سے کیا ہے اور طہر کا ترجمہ ہر برائی سے پاکی کے ساتھ ۱۲ منہ

[2] ان حدیثوں کو مندرجہ ذیل لوگوں نے لکھا ہے مسلمؒ نے عائشہ سے ۲ حاکم نے عائشہ و ام سلمہ و سعد بن ابی وقاص و واثلہ بن اسقع سے ۳ ترمذی نے اپنی سنن میں عمر بن ابو سلمہ و ام سلمہ و معقل بن یسار و ابو الحمراء و انس سے ۴ بیہقی نے ام سلمہ و واثلہ سے ۵ طبرانی نے ام سلمہ و واثلہ سے ۶ ابن جریر نے ام سلمہ و واثلہ سے ۷ ابن منذر نے ام سلمہ و واثلہ سے ۸ احمد حنبل نے انس و واثلہ سے ۹ ابن ابی شیبہ نے واثلہ و انس سے ۱۰ ابن سعد نے حسنؑ بن علیؑ سے ۱۱ حافظ زرندی نے

سرورِ عالم کا اپنے اہلبیت کو چادر اوڑھا کر پاک رکھنے کی دعا کرنا کیونکہ اوسمیں حضرت سرورِ عالم نے حضرت علیؑ کو بھی داخل کیا تھا فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ گمان غالب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت سرورِ عالم کی بیبیاں بھی داخل ہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے اوس کے ارادوں کے پورا ہونے میں کوئی روک اور مزاحم نہیں اوس کا ارادہ اور مراد دونوں ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اور حضرت سرورِ عالم مستجاب الدعوۃ تھے پس حضرتؐ نے دعا کی اور خدا نے اہلبیتؑ کے حق میں اپنے ارادے کو پورا کر دیا۔ اور طہارت باطنی (یسی) چیز ہے جو پانچوں حواس ظاہری سے دریافت نہیں ہوسکتی۔ انکے سمجھنے کی صرف ایک راہ ہے وہ یہ کہ خداوند عالم عصمت کو بیان کرے اور ازواج کے حق میں یہ بات اب تک ثابت نہیں ہوئی بلکہ بعوض اسکے اہلسنت کی پیش نظر بیبیاں یعنی جناب عائشہ اور حفصہ کی قرآن میں مذمت اور اون پر عتاب پایا جاتا ہے۔ باقی رہے رفتار و گفتار اور حرکات و سکنات۔ تو اگر اونکا قول و فعل خدا اور رسولؐ کے حکم و مرضی کے مطابق پایا جاتا تو وہ اونکی عصمت کا پتہ دیتا اور یہ یقینی بات ہے کہ انکا کلام اور فعل دونوں ہی خدا اور رسولؐ کے حکم اور مرضی کے خلاف واقع ہوئے جیسے حضرت سرورِ عالم کے راز کو افشاء کر کے حضرت کو آزردہ کرنا جس پر خدا نے سورہ تحریم پ۲۸ میں ان دونوں بیبیوں کی مذمت اور سخت عتاب کیا ہے اور جنگ جمل میں خلیفہ برحق اور نفسِ رسولؐ اور زوجِ بتول سے حضرت رسولؐ کے منع کرنے کے بعد بھی جنگ کرنا حالانکہ حضرت فرما چکے تھے کہ علیؑ سے جنگ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے (ینابیع المودۃ صـ۲۴۶ باب بحوالہ مناقب) اور فرما چکے تھے کہ جو میرے اہلبیت کے بارے میں مجھکو اذیت دے اوس پر خدا کی لعنت ہے اور جو شخص میرے اہلبیت پر ظلم کرے یا اون سے لڑے یا ظلم اور جنگ میں مدد دے یا اونکو برا کہے بہشت اوس پر حرام ہے اور جو اون سے عداوت کرے وہ جہنم میں جائیگا (صواعق محرقہ باب تحذیر از بغض و سب اہلبیت صـ۱۴۳ چھاپہ مصر) اور فرما چکے تھے کہ ہم اہلبیت پر جو تلوار اوٹھائے وہ مسلمان نہیں ہے (جامع صغیر سیوطی حرف میم لفظ من صـ۱۶۹ جلد۲ بحوالہ مالک و صحیح بخاری و صحیح مسلم و نسائی و ابن ماجہ) پس باوجود اتنی تاکیدوں اور ممانعتوں کے جو شخص گناہ کبیرہ بلکہ ظلم عظیم کا مرتکب ہو وہ اہلبیت میں داخل ہونے کا کیونکر مستحق ہوسکتا ہے اور کیونکر اوسکی عصمت مانی جاسکتی ہے۔ عصمت تو درکنار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ام سلمہ سے ۱۱ قاضی عیاض نے ام سلمہ سے ینابیع المودۃ باب ۳۳ صـ۸۷ ذکر آیت تطہیر ۱۲ منہ

ایسے شخص کی عدالت بلکہ اسلام ہی محل کلام ہو جائیگا۔ غالباً اسی وجہ سے امام اہلسنت ابن حجر مکی جیسے متعصب شخص یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ معتمد یہی ہے کہ آیت تطہیر میں اہلبیت نسبی ہی داخل ہیں اور کیونکر نہ لکھتے درحالیکہ علاوہ ازکتاب مظالم کے متعدد حدیثیں اس مضمون کی منقول ہیں کہ جناب ام سلمہ نے بھی جو خدا و رسولؐ کی مطیع و فرمانبردار تھیں اہلبیت کے ساتھ کملی میں داخل ہونے کی خواہش کی لیکن حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا انجام بھی بخیر ہے لیکن تم کنارے رہو (ینابیع المودۃ باب ۳۳ ص ۱۰۷ و ۱۰۸ بحوالہ سنن ترمذی) اگر خدا کے نزدیک بیبیاں بھی اہلبیت عصمت و طہارت میں داخل ہوتیں تو حضرت رسولؐ نے جہاں علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسین علیہم السلام کو کملی میں داخل کیا تھا۔ بیبیوں کو بھی داخل کر لیتے اور خدا کی مرضی کے خلاف نہ کرتے لیکن اس وقت باوجود خواہش کرنے کے جناب ام سلمہ جیسی فرمان بردار بی بی کو بھی داخل نہ کیا اور نہ مباہلہ کے وقت کسی بی بی کو۔ حالانکہ آیت مباہلہ میں لفظ نساء جمع اور عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خدا کے نزدیک آیت تطہیر میں داخل نہ تھیں کیونکہ بعض گناہگار تھیں اور بعض نہ تو عصمت کی حد میں تھیں اور نہ اتنی قدر و منزلت رکھتی تھیں کہ مباہلہ جیسے مہم اور بزرگ امور کے لئے سامنے کھڑی کی جاتیں۔ خدا اور رسولؐ کی صحیح اور خالص اور سچی اطاعت و فرماں برداری کی کسوٹی پر سوا اہلبیت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے امت محمدی میں سے کوئی دوسرا نہ جچا اور خدا اور رسولؐ نے کسی دوسرے کی عصمت پر شہادت نہ دی۔ **چنانچہ** علامہ جاحظ لکھتے ہیں کہ اولاد علی علیہم السلام کے بارے میں مختصر کلام یہ ہے کہ یہ لوگ کل بنی آدمؑ کے نزدیک بغیر جبر و قہر کے بزرگ اور محترم ہیں اور کل ایمان والے انکی بزرگی اور جلالت قدر کا یقین رکھتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کی اصل اور نسب بزرگ ہے اور کمالات انکے بڑے ہیں اور خصلتیں انکی عجیب و غریب ہیں اور طینت انکی پاک ہے اور بزرگیاں انکی روشن ہیں اور وقار ان کا پائدار ہے اور اصل انکی کامل ہے اور شاخیں انکی باقی ہیں اور جڑ انکی ثابت اور برقرار ہے اور ڈالیاں انکی بڑھنے والی ہیں۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے اپنی بزرگی اور جلالت قدر پر اکتفاء نہ کی اور شدید تکلیفوں اور دشوار محنتوں اور بامشقت عبادتوں اور کامل نفسانی جہادوں میں مشغول ہوئے (ینابیع المودۃ باب ۵۳ ص ۱۲۸ بحوالہ رسالہ جاحظ) **اور** امام اہلسنت ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آیت اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاطمہ اور علی علیہما السلام کی نسل میں برکت دی گئی ہے اور ان سے بہت سے پاک نفوس پیدا ہوں گے اور خداوند عالم انکی نسل کو حکمت (علم

کی کنجیاں اور رحمت کی کان قرار دے گا کیونکہ حضرت سرورِ عالم نے (دعا کر کے) فاطمہؑ اور اونکی ذریت کو شیطان رجیم سے بچایا ہے (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۱۲ صفحہ ۹۶) پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ نسل علیؑ و فاطمہؑ میں حضرت رسولؐ کے دعا کی برکت ظاہر ہو گئی[۱] کچھ پاکیزہ نفوس (اونکی نسل میں) گذر گئے (یعنی دس امام علیہم السلام) اور بعض باقی ہیں (یعنی حضرت آخر الزمان علیہ السلام) (صواعق بحوالہ بالا صفحہ ۹۷) اور آیت تطہیر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایک قوم (اہلسنت) کا عقیدہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک قطب[۲] اہلبیت رسولؐ ہی سے ہوا کرتا ہے (صواعق بحوالہ بالا ذکر آیت ا صفحہ ۸۶) اور شاہد اس پر یہ ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہٖ نے ارشاد فرمایا کہ ستارے امان ہیں اہل آسمان کے لئے اور میرے اہلبیتؑ امان ہیں اہل زمین کے لئے۔ اگر میرے اہلبیتؑ باقی نہ رہیں تو اہل زمین پر وہ عذاب نازل ہونے لگیں جن کا خدا نے وعدہ کیا ہے (ینابیع المودۃ باب ۳۳ صفحہ ۱۷ بحوالہ احمد حنبل بروایت انس بن مالک) احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ کی وجہ سے خدا نے زمین کو ثابت اور برقرار رکھا کیونکہ اوس نے زمین کے دوام اور بقا کو حضرت رسولؐ کی ذریت اور اہلبیتؑ کے دوام اور بقا پر موقوف رکھا ہے (ینابیع بنشان بالا) پھر حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علیؑ لکھ لو کہ تمہاری اولاد کی وجہ سے جو مثل تمہارے امام ہوں گے خداوند عالم میری امت پر باران رحمت نازل کرتا ہے اور اونھیں کی وجہ سے اونکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور اونھیں کی وجہ سے اون پر سے بلائیں دفع کرتا ہے اور اونھیں کی وجہ سے آسمان سے اون پر رحمت

---

[۱] حضرت سرورِ عالم کے خادم انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ کے حق میں دعا کی کہ یہ شادی خدا تم لوگوں کو مبارک کرے اور تمہاری نسل میں برکت دے اور تمہاری کوششوں کو سعید کرے اور تم لوگوں سے بہت سے پاک نفوس پیدا کرے۔ اسکے بعد انس کہتے ہیں کہ خدا نے اون لوگوں کی نسل میں بہت سے پاک نفوس پیدا کر دیئے (ینابیع المودۃ باب ۵۵ ذکر فضائل فاطمہ صفحہ ۱۴۴ بحوالہ الجواہر العقدین و صفحہ ۱۴۶ بحوالہ کتاب ابوالحسن علی بن شاذان) ۱۲ منہ

[۲] قطب کا حقیقی معنی چکی کا میخ ہے جسکے گرد چکی گھومتی ہے اور مجازاً سردار قوم کو قطب کہتے ہیں جسکے حکم پر اوس قوم کے کل امور کی چکی چلتی ہے (اقرب الموارد ذکر لغت قطب) اور اصطلاح (اہلسنت) میں قطب اوس ولی خدا کو کہتے ہیں جسکے قبضۂ قدرت میں دنیا کا باطنی انتظام ہو اور خدا نے اوس کے سپرد کر دیا ہو (غیاث) ۱۲ منہ

نازل ہوتی ہے پہلے اونمیں سے حسنؑ ہیں اور دوسرے حسینؑ اور باقی ائمہ حسینؑ کی اولاد سے ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳ صہ ۱۷ بحوالہ حموینی) عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھ میں اور میرے اہلبیتؑ میں فضیلت اور شرافت اور سخاوت اور شجاعت اور علم اور حلم جمع کر دیا ہے ہم لوگوں کے لئے آخرت ہے تم لوگوں کے لئے دنیا (ینابیع صہ ۲۱۱)

حاصل کلام یہاں تک کے مضامین سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱ آیت تطہیر میں صرف حضرت رسولؐ اور اونکی ذریت طاہرہ میں سے حضرت فاطمہ زہراء اور بارہ ائمہ علیہم الصلوۃ والسلام داخل ہیں ۲ اس آیت میں حضرت سرور عالمؐ کی بیبیاں داخل نہیں ہیں ۳ اہلبیت علیہم السلام برگزیدۂ خدا اور جلیل القدر و عظیم الشان اور اوسکے سچے فرماں بردار تھے اور ہیں وَمَا یَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ یعنی بغیر خدا کی مرضی اور ارادہ کے نہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں نہ کوئی بات بولنا چاہتے ۔ ۴ یہی لوگ زمین پر قطب اور اہل زمین کی بقاء کا سبب ہیں ۵ یہ لوگ علم و حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کان اور باعث نزول رحمت و دفع بلاء ہیں ۔ اب ہم آیت تطہیر کی تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ **تفسیر شیعہ** ملا محسن فیضؒ بحوالہ کتاب اکمال صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیؑ نے خلافت عثمان کے زمانہ میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے یہ سوال کیا کہ تم لوگ یہ جانتے ہو کہ خداوند عالم نے جب آیہ کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا نازل فرمایا تو حضرت سرور عالم نے مجھکو اور فاطمہ اور میرے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کو جمع کیا اور کملی اوڑھائی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ پروردگارا یہی میرے اہلبیت اور میرے گوشت کے ٹکڑے ہیں جو چیز انکو تکلیف دیتی ہے وہ مجھکو تکلیف دیتی ہے اور جو چیز ان کو رنجیدہ کرتی ہے وہ مجھکو رنجیدہ کرتی ہے پس ان سے رجس کو دور رکھنا اور انکو ہر بدی سے پاک رکھنا جو حق پاک رکھنے کا ہے ۔ پس ام سلمہ نے کہا کہ "اور میں یا رسول اللہؐ" فرمایا تمہارا بھی انجام بخیر ہے لیکن یہ آیت صرف میرے اور میرے بھائی علیؑ اور میری بیٹی اور میرے دونوں فرزند اور میرے فرزند حسینؑ کی نو اولادوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اسمیں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے" ۔ پس کل مہاجرین و انصار نے جواب دیا کہ بے شک ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ ہم لوگوں سے ام سلمہ نے اس حدیث کو بیان کیا تھا اور ہم لوگوں نے

ف ۱۲ یعنی نو ائمہ علیہم السلام [illegible]

حضرت سرورِ عالمؐ سے پوچھا تو اونھوں نے بھی وہی فرمایا جو ام سلمہ نے بیان کیا تھا (تفسیر صافی سورہ احزاب شروع پارہ ۲۲ ص۴۳۳ چھاپہ ایران ذکر آیت تطہیر) محدث علامہ آقا سید ہاشم بحرینی علیہ الرحمہ والرضوان بحوالہ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آیت انما یرید اللہ الخ کے نازل ہونے کے بعد میں حضرت سرورِ عالمؐ کی خدمت میں جناب ام سلمہ کے دولت سرا میں گیا تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ یہ آیت تمہارے حق میں اور میرے دونوں فرزند (حسنؑ و حسینؑ) کے حق میں اور تمہاری اولاد میں سے جو امام ہونگے اون کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے فرمایا کہ تم[له] اے علیؑ اور تمہارے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کے بعد اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے جعفرؑ پھر اونکے بیٹے موسٰیؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اونکے بیٹے حسنؑ پھر اون کے بیٹے حجت۔ اسی طرح ان لوگوں کے نام ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں پس میں نے اپنے پروردگار سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے محمدؐ یہ ائمہ ہیں جو تمہارے بعد (امام) ہونگے یہ لوگ مطہر اور معصوم ہیں اور دشمن ان کے ملعون (تفسیر برہان جلد ۲ سورہ احزاب شروع پارہ ۲۲ ذکر آیت تطہیر ص۸۴۴ چھاپہ ایران) علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحوالہ معانی الاخبار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے امام معصوم ہی ہوتا ہے اور چونکہ عصمت ظاہر میں کوئی مخلوق نہیں ہے جو پہچانی جا سکے اس لئے ضرور ہے کہ معصوم کو خدا اور رسولؐ پہچنوائیں (بحارالانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ ص۳۱۵ بقدر حاجت) مجلسی علیہ الرحمہ بحوالہ کتاب اکمال و عیون اخبار الرضاؑ پھر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی نو اولاد میں مطہر اور معصوم ہیں (بحارالانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ

له اگرچہ یہ آیت حضرت سرورِ عالمؐ اور حضرت سیدہ صلوات اللہ علیہما کو بھی شامل ہے لیکن اس حدیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ چونکہ حضرتؐ کی غرض صرف ائمہؑ کی طہارت اور امامت کو بیان کرنا مقصود تھا اس لئے صرف اونھیں حضرات کو ذکر فرمایا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود حضرت سرور اور حضرت سیدہ اس میں داخل نہ ہوں کیونکہ ایک کے لئے بغیر حصر کے کسی امر کا ثبوت دوسرے سے نفی کا مقتضی نہیں ہوتا ۱۲ منہ

صٓ ۳۱۷ چھاپہ ایران)
تفسیر اہلسنت امام اہلسنت فخر الدین رازیؔ[۱] لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اہلبیتؑ کو پانچ چیزوں میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے برابر قرار دیا ہے اون پانچ میں سے ایک طہارت ہے۔ چنانچہ حضرت سرور عالم کے لئے فرمایا ہے طٰہٰ یعنی اے طاہر مَا اَنزَلنَا عَلَيكَ القُرآنَ لِتَشقٰى اِلَّا تَذكِرَةً لِمَن يَخشٰى اور حضرتؑ کے اہلبیتؑ کے لئے فرمایا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَ يُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا۔ شریف سمہودی کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے اہلبیت کو بہت سی چیزوں میں حضرت سرورؐ عالم کے برابر قرار دیا ہے۔ جن میں سے رازی صاحب نے پانچ کو ذکر کیا ہے (ینابیع المودۃ باب ۵ ذکر تطہیر اہلبیت صٓ ۳۵ چھاپہ بمبئی بحوالہ جواہر العقدین)
شریف سمہودی کہتے ہیں کہ کلمہ انما جو حصر کے لئے ہے اس امر کو بتا رہا ہے کہ ارادہ پروردگار منحصر ہے انکی تطہیر میں اور اسکے بعد مفعول مطلق (یعنی لفظ تطہیرا) جو تاکید کے لئے ہے اس امر کو بتا رہا ہے کہ طہارت ان لوگوں کی کامل ہے اور اعلےٰ درجہ تک پہونچی ہوئی ہے (ینابیع المودۃ باب ۳۳ صٓ ۸۹ ذکر آیت تطہیر) امام اہلسنت ابن حجر مکی باوجود اپنے کمال تعصب کے لکھ رہے ہیں کہ یہ آیت یعنی آیت تطہیر اہلبیت حضرت سرورؐ عالم کے فضائل کا سرچشمہ ہے کیونکہ یہ اونکی گراں قدر اور قیمتی اور شریف بزرگیوں پر مشتمل ہے اور خداوند عالم نے اس آیت میں اونکی شان کے ظاہر کرنے میں پوری توجہ کی ہے اس طرح سے کہ آیت کی ابتداء کلمہ انما سے کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے اپنے ارادہ کو ان کے امور میں منحصر کر دیا ہے اور چاہتا ہے کہ رجس یعنی گناہ کو یا ایسی چیزوں میں شک کو ان سے دور رکھے جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے اور کل بُرے اخلاق اور بُری حالتوں سے ان کو پاک رکھے۔ جہنم کا حرام ہونا اور توبہ کی توفیق اور نیک اعمال کو ہمیشہ کرتے رہنا اسی تطہیر کا اثر ہے

---

[۱] فخر الدین رازی نہایت درجہ متعصب تھے فضائل اہلبیتؑ کے اخفاء اور مذہب شیعہ کی رد میں بدیہیات سے بھی منکر ہو جایا کرتے تھے سیوطی نے اس بات کو انکی جلالت قدر اور کمال تسنن کی دلیل قرار دی (دیکھو ذکر آباء حضرت رسولؐ نویں مقدمہ میں) ۱۲ منہ

[۲] ان دونوں آیتوں کا معنی قبل اسکے ذکر کیا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ کریں ۱۲ منہ

پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس آیت کو جو خدا نے ذکر تطہیر پر ختم کیا ہے اوس سے طہارت میں مبالغہ کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور اس امر کو بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ لوگ طہارت اور پاکی میں اعلےٰ درجہ تک پہونچے ہوئے ہیں پھر جو اوس کے مفعول مطلق یعنی تطہیراً پر تنوین (یعنی دو زبر) ہے وہ تعظیم اور تکثیر اور اعجاب کا ہے (یعنی طہارت کی بڑائی اور زیادتی اور حیرت انگیز ہونے کو ظاہر کرتی ہے) یہ تنوین اس امر کو بتاتی ہے کہ یہ طہارت کوئی معمولی طہارت نہیں ہے۔ اور بعض روایتوں میں جو یہ مذکور ہے کہ اوس کملی میں حضرت جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بھی داخل ہوئے تو یہ فعل اہلبیتؑ کے بلندیٔ مرتبہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے تھا۔ اور باوجود اسکے کہ انکی تطہیر کو خداوند عالم خود ہی چاہتا تھا حضرتؐ نے دوبارہ تطہیر کی دعا کرکے اسکی تاکید کردی (یعنی اس امر کو ظاہر کردیا کہ تطہیر یقیناً ہوگی کیونکہ ایک تو خود خدا کا ارادہ قطعی تھا اوس پر حضرتؐ کی مقبول دعا بھی اوس سے مل گئی) اور حضرتؐ نے ایک اضافہ یہ کیا کہ خدا سے خواہش کی کہ ان پر رحمت اور برکت نازل فرما۔ دوسرا اضافہ یہ کیا کہ اسکے بعد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کریگا اوس سے میں جنگ کرونگا اور تیسرا اضافہ یہ کیا کہ فرمایا کہ جس نے انکو اذیت دی اوس نے مجھکو اذیت دی اور جس نے مجھکو اذیت دی اوس نے خدا کو اذیت دی پس انکو اپنے نفس کے برابر بتایا (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ آیت یکم صفحہ ۸۶ و ۸۷) عبداللہ بن عباس صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے قبیلوں کو خاندانوں پر تقسیم کیا پس مجھکو بہترین خاندان میں قرار دیا چنانچہ ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا پس میں اور میرے اہلبیتؑ گناہوں سے پاک ہیں (ینابیع المودۃ باب ۲ ذکر شرف آبا نبیؐ صفحہ ۱۳ آخر حدیث ابن عباس بحوالہ شرح کبریت احمر منقول از حکیم ترمذی وطبرانی و بیہقی وحافظ ابونعیم) ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ عترت رسولؐ ہیں جو اون سے قریب تر ہیں اور ہم لوگ اون کے اہلبیتؑ ہیں جو پاک ہیں (ینابیع المودۃ باب ۲ ذکر دوام دنیا بدوام اہلبیت صفحہ ۱۸ بحوالہ مناقب) ابوالطفیلؓ عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے وصی ہو تم سے جنگ مجھ سے جنگ ہے تم سے صلح مجھ سے صلح ہے تم خود امام ہو اور اون گیارہ اماموں کے باپ ہو جو مطہر اور معصوم ہوں گے (ینابیع المودۃ باب

ابوالطفیل صحابی کا انتقال سب صحابہ کے بعد سنہ ۱۰۲ھ

ذکر قاسم جنت و نار صث بحوالہ مناقب وسط روایت) جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سرور عالم کے ساتھ مدینہ کے بعض باغوں میں چل رہے تھے اور علیؑ کا ہاتھ حضرت رسولؐ کے ہاتھ میں تھا پس ہم لوگ ایک درخت خرما کے پاس پہونچے پس وہ بول اٹھا کہ یہ محمدؐ سردار انبیاء ہیں اور یہ علیؑ سردار اوصیاء اور ائمہ طاہرینؑ کے باپ ہیں ؎ (ینا بیع المودۃ باب ۶ ۴ ذکر نخل صیحانی ص ۱۱۱ بحوالہ فرائد السمطین حموینی) اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ میں نے حضرت سرور عالمؐ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی نو اولادیں مطہر اور معصوم ہیں (ینابیع المودۃ باب ۴۶ ص ۲۱۴ بحوالہ کتاب مودۃ القربیٰ) بروایت ابن عباس نعثل یہودی کے جواب میں اور بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری جنادہ بن جندل یہودی کے جواب میں حضرت سرور عالمؐ نے بارہوں ائمہ علیہم السلام کی تفصیل نام بنام ارشاد فرمائی ہے ۔ یہ دونوں حدیثیں بڑی بڑی ہیں۔ ان دونوں کے آخر میں دونوں یہودیوں نے حضرت سرور عالمؐ سے سوال کیا ہے کہ آپ کے وصی کون لوگ ہیں نام بنام ارشاد فرمائیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ پہلے علیؑ اون کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے جعفرؑ پھر اون کے بیٹے موسیٰؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے حسنؑ پھر اون کے بیٹے حجت جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے (ینا بیع المودۃ باب ۷۶ ذکر ائمہ اثنا عشر ص ۳۶۹ و ۳۷۰ بحوالہ فرائد السمطین بروایت ابن عباس و بحوالہ مناقب بروایت جابر بن عبد اللہ) **نتیجہ کلام** اس آیت تطہیر اور فریقین کی تفسیروں اور حدیثوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں **ایک** حضرت سرور عالمؐ اور اون کے اہلبیتؑ کا کل گناہان صغیرہ و کبیرہ و شرک و کفر اور شک اور شبہہ اور خطاء اور سہو و نسیان اور برے اخلاق اور برے حالات خلاصہ یہ کہ ہر عیب سے عمداً اور سہواً ہر حالت میں پاک اور معصوم ہونا **دوسرے** یہ کہ

؎ (حدیث مذکور کا باقی ماندہ حصہ) پھر ہم لوگ دوسرے درخت کے پاس پہونچے تو وہ بول اوٹھا کہ یہ مہدی اور یہ ہادی ہیں پھر تیسرے درخت کے پاس پہونچے تو وہ بول اوٹھا کہ یہ محمد رسول اللہ اور یہ علی سیف اللہ ہیں۔ پس حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ ان کا نام صیحانی رکھو اوس دن سے وہ درخت صیحانی مشہور ہوئے (کیونکہ صیحہ کا معنی پکارنا ہے) ۱۲ منہ

اہلبیتؑ سے مقصود حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ اور اونکی نو اولادیں ہیں جو ملل اسلامیہ اور امت محمدیہ کے پیشوا اور امام ہیں جن کے ناموں کی تفصیل حضرت سرورِ عالم نے نعثل اور جنادہ کے جواب میں ارشاد فرمائی ہے۔ **تیسرے** یہ کہ حضرت سرورِ عالم کے برحق خلیفہ اور وصی یہی بارہوں انوار مقدسہ ہیں کوئی نہ مانے یہ دوسری بات ہے نہ ماننے والوں نے تو خدا اور رسولؐ کو بھی نہ مانا۔ **اہلبیت عصمت وطہارت** یعنی حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور بارہوں ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے فضائل اور مکارم اور اونکی امامت و وصایت کے متعلق حدیثیں جس قدر کتب[1] اہلسنت صحاح ستہ اور غیر صحاح میں مذکور ہیں اگر سب جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ اس مختصر دیباچہ کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ دیباچہ میں اونکا احصار کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ **اب** ہم تین مہم اور نہایت ضروری باتوں کو یہیں پر طے کردینا لازم سمجھتے ہیں۔ **ایک** مقدار زمانہ عصمت اور اوس کا معنی **دوسرے** یہ کہ عصمت اختیاری چیز ہے اضطراری اور جبری نہیں ہے۔ **تیسرے** آیت تطہیر کا صحیح معنی جس کو دوسرے حضرات کی عبارتیں ادا نہیں کرتیں۔

(۱) مقدار زمانۂ عصمت اور اوس کا معنی

مقدار زمانہ عصمت میں درمیان فرقہائے اسلام کے اختلاف ہے۔ **شیعوں کا عقیدہ** مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ نے اس امر پر اجماع[2] کیا ہے کہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے اون سے کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوتا نہ جانکر نہ بھولے سے نہ تاویل[3]

---

[1] علماء اہلسنت میں سے اکثر صاحبوں نے ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جنمیں سے چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔
(۱) ینابیع المودۃ (۲) صواعق محرقہ (۳) فصل الخطاب (۴) فرائد السمطین (۵) ذخائر العقبیٰ (۶) مودۃ القربیٰ (۷) جواہر العقدین (۸) درمنظوم (۹) درمکنون (۱۰) شواہد النبوۃ (۱۱) وسیلۃ النجات (۱۲) ارجح المطالب وغیرہ یہ وہ کتابیں ہیں جو یا تو پوری کتاب اسی موضوع میں لکھی گئی ہے یا بہت کافی مقدار فضائل پر مشتمل ہے ۱۲ منہ

[2] اجماع دینی امر پر علماء کرام کے ایسے اتفاق کو کہتے ہیں جسمیں امام آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے شریک ہو ۱۲

[3] تاویل نام ہے کسی کلام کو اوسکے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیرنے کا۔ اور یہاں پر مقصود یہ ہے کہ انبیاء و اوصیاء و ائمہ کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا اور رسولؐ کے مبہم کلام کو اوسکے ظاہری معنی سے ایسے معنی کیطرف پھیریں جو خدا و رسولؐ کی مرضی اور مراد کے مخالف اور حق کے منافی ہو ۱۲

ہیں خطا کی وجہ سے نہ خدا اونکو بھول چوک میں مبتلا کرتا ہے نہ شیطان نہ پیغمبر ہونے سے پہلے
سہمیں مبتلا ہوئے نہ اوسکے بعد نہ بچپن میں نہ بلوغ کے بعد اور اس عقیدہ میں ہمارے علمار میں سے
کوئی مخالف نہیں ہے بجز ابن بابویہ یعنی شیخ صدوق اور اون کے اوستاد حسن بن ولید علیہما الرحمہ
کے ان دونوں صاحبوں کا خیال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تبلیغ رسالت اور بیان احکام شرعیہ
کے علاوہ دوسرے امور میں کسی مصلحت سے خداوند عالم ان لوگوں کو سہو میں مبتلا کر دے۔
اور تواتر[1] اور اجماع سے یہ معلوم ہے کہ ان لوگوں کا معصوم ہونا ائمہ علیہم السلام کا مذہب ہے بلکہ
انکی عصمت ضروریات[2] مذہب شیعہ سے ہے اور اس پر بہت سی عقلی اور نقلی دلیلیں قائم ہیں
(حیات القلوب جلد ا باب فصل ۳ ذکر عصمت ص ۱۷) اور اہلسنت کے عقائد اسمیں
مختلف ہیں۔ چنانچہ قاضی عضد الدین مواقف میں اور سید شریف جرجانی اوسکی شرح میں لکھتے کہ
کل مذہب اور ملت والوں کا اس امر پر اجماع[3] ہے کہ جس امر میں انبیار کی سچائی پر معجزات جو قطعی دلیل
ہیں موجود ہوں جیسے دعوائے رسالت اور وہ احکام جن کو خدا کی طرف سے خلائق تک وہ پہونچاتے
ہیں اون میں وہ جاکر جھوٹھ نہیں بول سکتے اس بارے میں وہ معصوم ہیں۔ لیکن اسمیں اختلاف ہے

---

[1] تواتر کا معنی یہ ہے کہ کسی امر کو اتنے لوگ بیان کریں جن کے بیان سے اوس امر کا یقین حاصل ہو جائے ۱۲ منہ

[2] ضروری مذہب یا ضروری دین اوس چیز کو کہتے ہیں جو اوس مذہب اور دین میں مان لی گئی ہو اور مسلمات سے ہو گئی ہو کہ بغیر کسی مذہبی اور دینی دلیل کے اوس کو نہ ماننے والا اوس دین و مذہب سے خارج سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی مجتہد کسی ایسی شرعی دلیل کی وجہ سے اوسکو نہیں مانتا جو اوسکے نزدیک معتبر ہے اگرچہ دوسرے علماء مذہب اوس دلیل کو بے اعتبار سمجھتے ہوں تو ایسا شخص خاص اوس مسئلہ میں خاطی اور غلطی پر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مذہبی مسئلوں میں رائے زنی کرنے کا حق خدا کی طرف سے اوسکو حاصل ہے اور اوسکی غلطی معفو ہے اور وہ خدا کے نزدیک معذور ہے۔ کیونکہ غلطی اختیاری چیز نہیں ہے اور غیر مجتہد کی صحیح رائے بھی شرعاً معتبر نہیں ہے کیونکہ شرعاً اوسکو رائے زنی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور یہ عقلی امر ہے۔ اور دنیا کے کل عقلار کا دستور العمل یہی ہے کہ جس کو لائق سمجھکر اپنے امور میں مداخلت کرنے کا حق دیتے ہیں اوس کے کل تصرفات جائز سمجھے جاتے ہیں اور غلطیاں قابل چشم پوشی اور جس کو تصرف کا حق نہیں دیتے اوس کے صحیح تصرفات بھی قبول نہیں کئے جاتے ۱۲ منہ

[3] اہلسنت کے نزدیک اجماع امت کے اکثر افراد کے اتفاق کو کہتے ہیں ان کے نزدیک امام زمانہ کے رائے کی شرکت معتبر نہیں ہے ۱۲ منہ

کہ ان چیزوں میں بھول کر جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں تو استاد ابو اسحاق (اسفرائنی) اور بہت سے ائمہ یعنی علماء اعلام نے اس کو بھی جائز نہیں سمجھا ہے لیکن قاضی ابو بکر باقلانی نے بھول کر جھوٹ بولنے کو اون کے لئے جائز سمجھا ہے۔ رہے جھوٹ کے علاوہ دوسرے گناہ جیسے کفر وغیرہ۔ پس امت محمدیہ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ انبیاء کفر سے معصوم ہیں نبوت سے پہلے بھی اور اوس کے بعد بھی اور اس میں کوئی مخالف نہیں ہے سوا ایک جماعت خوارج کے جن کو ازارقہ کہتے ہیں وہ اس کو جائز جانتے ہیں اور کفر کے علاوہ گناہ کبیرہ کے متعلق کل محققین اور ائمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء جان کر اس میں بھی مبتلا نہیں ہو سکتے اور اس میں کوئی مخالف نہیں ہے سوا حشویہ کے وہ جان کر گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کو انبیاء کے لئے جائز جانتے ہیں ہاں بھول کر مبتلا ہونے کو اکثر علماء نے جائز کہا ہے لیکن ہم لوگوں کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں ہے لیکن گناہ صغیرہ جان کر پس اس کو کل علماء نے جائز سمجھا ہے بجز ابو علی جبائی کے وہ کہتے ہیں کہ جان کر مبتلا نہیں ہو سکتے ہاں بھول کر ایسے گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں جو عام نگاہوں میں پست اور ذلیل نہ ہو جیسے ایک لقمہ کھانا چورا لینا اور ہمارے اکثر علماء یعنی اشاعرہ اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ بھی یہی ہے (خلاصہ شرح مواقف موقف ۶ مرصد اول مقصد ۵ بیان عصمت انبیاء ص۵۶۷ چھاپہ استنبول) لیکن ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ان لوگوں کا گناہ صغیرہ میں بھولے سے مبتلا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عصمت کی بہترین دلیل یہ ہے کہ ان سے ایسا کوئی فعل صادر نہ ہونا چاہئے جو لوگوں کے ان سے نفرت کا سبب ہو ورنہ انکی بعثت سے جو مقصود ہے یعنی ان کے قول و فعل کا اعتبار تاکہ خدا کی حجت خلق پر تمام ہو اور دین اسلام رواج پائے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی پیغمبر بھول کر نماز چھوڑ دے یا روزہ نہ رکھے یا شراب پی لے تو ظاہر ہے ان باتوں کو دیکھنے والوں کے نزدیک اوس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار باقی نہ رہے گا اور کوئی دیندار اوس کو لائق پیروی نہ سمجھیگا اور اسلامی امور معطل ہو جائینگے اور مٹ کر رہیں گے اور اسلام بے سردار اور مسلمان بے سر کی فوج بن جائیں گے (حیات القلوب

۵ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ شروع جزء ۷ جلد ۱ ص۳۶۷ تا ۳۷۰ میں عصمت انبیاء کے متعلق مفصل تحریر لکھی ہے اگر کسی کو اہلسنت کے خیالات معلوم کرنا مقصود ہو تو اوس کو دیکھے اور اگر شیعوں کے خیالات معلوم کرنا مقصود ہو تو بحار الانوار مجلسی رہ کی ۵ جلد دیکھے جسمیں حالات حضرت سرور عالم لکھے ہیں ۱۲ منہ

(جلد ا باب ا فصل ۳ ص ۱۹ توضیح بعض مطالب)

فائدہ اگرچہ غیر معصوم کی پیشوائی کے ماننے والوں نے اپنی مصلحتوں پر نظر رکھتے ہوئے عصمت کو صرف انبیاء کے ساتھ خاص کردیا ہے اور اس بحث میں اوصیاء کی حالت سے کوئی گفتگو نہیں کی ہے۔ لیکن عصمت کے ضروری ہونے کی دلیلیں چونکہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام سب سے عالم ہیں۔ کیونکہ ہر ہادی میں اس صفت کا ہونا لازم ہے۔ اس لئے چاہے وہ لوگ اوصیاء کا ذکر درمیان میں نہ آنے دیں لیکن ضرورت عصمت اس بحث کو اوصیاء وائمہ کرام سے بھی عام رکھیگی اور بحث اون لوگوں کو بھی شامل رہیگی۔

عصمت کے معنی وہ علماء جو معصوم کو گناہ کرنے پر قادر سمجھتے ہیں اونھوں نے عصمت کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عصمت نفسانی ملکہ[۱] ہے جسکی وجہ سے معصوم سے گناہ صادر نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں کہ عصمت خداوند عالم کا بندوں کے ساتھ لطف[۲] ہے۔ جسکی وجہ سے بندوں میں گناہ کرنے اور فرماں برداری کے چھوڑنے کا خیال ہی نہیں پیدا ہوتا اور چار چیزوں کے حاصل ہونے پر یہ لطف حاصل ہوتا ہے ایک نفسانی ملکہ جو بدکاری کو روکے دوسرے گناہ کی بُرائی اور اطاعت کی بھلائی کا علم تیسرے بذریعہ وحی اور الہام کے خدا کی طرف سے تاکید۔ چوتھے خدا کا مکروہات کے مرتکب ہونے اور اولے کو چھوڑنے پر سزا دینا جس سے وہ شخص سمجھے کہ جب مکروہ میں مبتلا ہونے اور اولئے کو چھوڑنے پر عذاب اور سختی ہورہی ہے۔ تو واجب اور حرام کے بارے میں وہ کب چشم پوشی کرے گا جس شخص میں یہ چار چیزیں جمع ہوجاتی ہیں وہی معصوم ہوتا ہے لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی قوت عقل اور پوری ذہانت اور سمجھ اور قابلیت اور کثرت عبادت اور نفسانی ریاضت اور خدا کی ہدایتوں

---

[۱] ملکہ اوس طاقت اور قدرت کو کہتے ہیں جسکی وجہ سے انسان خواہشات نفسانی سے اپنے نفس کو بہت آسانی سے روک سکے اور اون خواہشوں کو چھوڑنا جبر نہ ہو[۲] لطف اوسکو کہتے ہیں جو اطاعت اور فرمانبرداری سے نزدیک اور نافرمانی سے دور کردے اور جبر کی حد تک نہ پہونچے۔ جیسے خداوند عالم کا بندوں کو عبادتوں کے انجام دینے پر قدرت دینا اور سمجھدار بنانا اور اچھا برا راستہ بتانا اور اطاعت اور فرمانبرداری کے اسباب فراہم کردینا۔ جیسے وضو اور غسل کے لئے پانی اور تیمم کے لئے مٹی پیدا کردینا وغیرہ

(مجمع البحرین لغت ملک و لطف با دنے تصرف) ۱۲ منہ

اور توفیقوں کی وجہ سے ایسے مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ خدا ہمیشہ اوس کے پیش نظر رہتا ہے (معصوم دعاے شب جمعہ میں فرماتے ہیں کہ اللھم اجعلنی اخشاک کانی اراک یعنی پروردگارا میرے دل میں اپنا خوف اتنا ڈال دے کہ میری حالت اس حد پر پہونچ جائے کہ گویا میں تجھکو دیکھ رہا ہوں) اور اپنے ارادوں اور خواہشوں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور مایشاؤن الا ان یشاء اللہ (نہیں چاہتے جب تک خدا نہ چاہے) کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے اور بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی (مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھ سے چلتا ہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔ پس جب اس حالت تک پہونچ جاتا ہے تو اطاعت کو چھوڑنا اور معصیت میں مبتلا ہونا اوس کے لئے محال ہو جاتا ہے لیکن قدرت اور اختیار کے باقی رہتے ہوئے **مثل اوس شخص** کے جس سے بادشاہ بے حد محبت رکھتا ہو اور اوس پر احسان اور بھلائی بھی کرتا رہتا ہو اور وہ شخص بادشاہ کے انتہاے زور اور قدرت اور طاقت اور قہر و غضب کو بھی جانتا ہو اور اپنے ساتھ محبت اور احسان و بھلائی کو بھی دیکھتا ہو اور خود بھی بادشاہ سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہو **پس** تین وجہوں سے ایسے شخص سے اوس بادشاہ کے حکم اور مرضی کی مخالفت محال ہوگی ۱۔ خود اوسکی شدید محبت بادشاہ کے ساتھ کیونکہ محبوب کی مخالفت کوئی نہیں کرتا ۲۔ شرم اور حیاء کیونکہ حیادار شخص محسن کی مخالفت کو اوس کے پیٹھ پیچھے گوارا نہیں کرتا تو سامنے کب گوارا کرے گا اور خدا ہر وقت سامنے ہی ۳۔ خوف کیونکہ اتنی خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے باوجود اوسکی قدرت اور سطوت کے اگر اوسکی مرضی کے خلاف کرے گا تو یقیناً انتہاے عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس عزت و منزلت سے گرا دیا جائیگا۔ اس لئے ایسے شخص سے ارتکاب معصیت محال ہے لیکن نہ اس طرح کہ جبر لازم آئے بلکہ یہ پرہیز اختیاری ہوگا (حیات القلوب جلد ۳ باب ۱ فصل ۲)

۲۔ **عصمت اختیاری ہے جبری نہیں**۔ جو لوگ عصمت کے قائل ہیں اونمیں اختلاف اس میں ہے کہ آیا معصوم مجبور ہیں یعنی گناہ کرنے پر قادر نہیں ہیں یا گناہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ اونکو مجبور سمجھتے ہیں اور زیادہ علماء اونکو قادر سمجھتے ہیں اور حق یہی ہے کہ عصمت سے گناہ کرنے کی قدرت اون سے برطرف نہیں ہوتی ورنہ گناہ نہ کرنے پر نہ تو وہ کسی تعریف کے مستحق ہوں گے اور نہ ثواب پائیں گے۔ اور نہ معصوم ہونا اون کے لئے کمال ہوگا اور نہ اون میں اوس سے کوئی فضیلت حاصل ہوگی۔ بلکہ درحقیقت جبری عصمت عصمت ہی

نہ ہوگی کیونکہ مجبور کرکے ہر فاسق گناہ سے روکا جاسکتا ہے اور اطاعت کرائی جاسکتی ہے۔ اور نہ حلال وحرام وغیرہ کی تکلیف اون پر باقی رہیگی کیونکہ ظاہر ہے کہ مجبور شخص کو کسی امر کا حکم دینا یا کسی چیز سے منع کرنا غلط ہے اس لئے کہ اوس کا ہر فعل اور ترک درحقیقت جبر کرنے والے کا فعل اور ترک ہے۔ اور اوسکے ثواب یا عذاب اور تعریف یا مذمت کا وہی[۱] سزاوار ہے۔ اور اون کا مستحق مدح وثواب اور مکلف نہ ہونا اجماع اور متواتر حدیثوں کی رو سے باطل ہے۔

۳ آیت تطہیر کا صحیح معنی ہم ۲ یعنی بیان مقدار زمانۂ عصمت میں لکھ آئے ہیں کہ علمائے شیعہ کل برائیوں سے اور علمائے سنی جن برائیوں کو معصوم کے لئے تجویز نہیں کرتے اون سے اونکو ابتدائے عمر سے آخر عمر تک پاک اور معصوم جانتے ہیں اگرچہ شرح مواقف کی منقولہ عبارت میں قبل بعثت اور

---

[۱] ابوحنیفہ اور عبد اللہ بن مسلم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے در دولت پر اجازت کے منتظر تھے اور کچھ شیعے بھی ملاقات ہی کی غرض سے حاضر تھے کہ یکایک حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اوس زمانہ میں آپ کمسن تھے۔ ابوحنیفہ نے پوچھا یہ صاحب زادے کون ہیں۔ عبد اللہ نے کہا کہ موسے بن جعفر صادقؑ ہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ دیکھو اس لڑکے کو اسکے شیعوں کے سامنے شرمندہ کرتے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا شرمندہ نہیں کرسکتے۔ لیکن اونھوں نے کہا واللہ ہم شرمندہ کردینگے۔ اور حضرتؑ سے کہا کہ اے صاحب زادے تمہارے اس شہر میں مسافر پاخانہ کہاں پھرے۔ فرمایا کہ دیوار کے پیچھے چھپ جائے اور دیکھنے والوں کی نگاہ اور نہروں کے گھاٹ اور پھلدار درختوں کو بچائے اور قبلہ کو نہ آگے کرے نہ پیچھے۔ ان کل باتوں کو برتتے ہوئے جہاں چاہے پھرے۔ پھر پوچھا کہ اے صاحب زادے گناہ کس کی طرف سے ہے۔ فرمایا اے شیخ تین حال سے خالی نہیں یا تو گناہ خدا کراتا ہے اور بندے بالکل بے اختیار رہیں تو خدا و ند حکیم کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنے فعل پر بندوں کو سزا دے۔ یا بندہ اور خدا دونوں ملکر کرتے ہیں پس جب کہ خدا بندہ سے قوی تر ہے یعنی اسکے فعل کو اوس گناہ میں زیادہ دخل ہے تو اس صورت میں بھی اوسکے لئے زیبا نہیں ہے کہ اپنے فعل پر بندہ کو سزا دے۔ اور اگر بندہ ہی کرتا ہے خدا کو اوسمیں کوئی دخل نہیں ہے تو اوسکو اختیار ہے چاہے بندہ کو بخشنے چاہے سزا دے۔ عبد اللہ بن مسلم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کو ایسا سکتہ ہوگیا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے منہ میں پتھر ٹھوس دیا تو میں نے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اولاد رسول اللہؐ کو نہ چھیڑو (احتجاج طبرسی صفحہ ۱۹۸) ہماری غرض یہ ہے کہ جس طرح مجبور معصیت میں مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ہے اوسی طرح اطاعت وفرماں برداری میں بھی مدح وتعریف اور ثواب کا مستحق نہیں ہوتا ۱۲ منہ

اور بعد بعثت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن مقصود صاحب کتاب کا غالباً وہی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا کیونکہ قبل کا لفظ بعثت سے کل اگلے زمانوں کو شامل ہے اور بعد کا لفظ بعثت سے آخر عمر تک کو پس جب کہ یہ حضرات معصومین زمانہ ولادت سے معصوم ہیں تو ضرور ہے کہ اذہاب رجس سے برائیوں کو روکنا مراد لیا جائے اور تطہیر سے پاک رکھنا نہ یہ کہ اذہاب سے برطرف کرنا مقصود ہو اور تطہیر سے پاک کرنا جیسا کہ اکثر ترجموں اور تفسیروں میں پایا جاتا ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ اذہاب اور تطہیر دفع[ل] کے معنی میں لیا جائے نہ رفع کے معنی میں۔ اسی بنا پر ہم نے اذہاب رجس کا معنی برائیوں کو روکنا لکھا ہے اور تطہیر کا معنی برائیوں سے پاک رکھنا[۲]

رفع شبہہ اس مقام پر شبہہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ عصمت کا معنی خواہ ملکہ نفسانی لیا جائے

[ل] آنے اور موجود ہونے سے روک دینے کو دفع کہتے ہیں اور موجود کو برطرف کر دینے کو رفع (تحفہ نظامیہ مصنفہ علامہ شیخ علی اکبر صاحب حرف را ذ حیاپہ دکن) ۱۲ [۲] اس مضمون کو لکھنے کے مہینوں بعد مواعظ ماہ صیام میں بذیل صفات انبیاء و اوصیاء اس مضمون کو ہم نے بیان کیا تو بعض اہل علم نے مشہور معنی پر اصرار کیا اور شاید اوس کا اخفاق الحق کی عبارت کو قرار دیا بالآخر ہم کو اوس کتاب کیطرف رجوع کرنی پڑی تو ذکر عصمت انبیاء کے مقام میں ایک عبارت ملی جو ہمارے بیان کی بالکل مؤید ہے۔ فرماتے ہیں کہ انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ الآیۃ المراد (فیہا) المماثلۃ فی القدرۃ علی الذنوب یستحقوا المدح والثواب علی ذالک و یثبتہم اللہ علی العصمۃ بلطفہ و رحمتہ اور ظاہر ہے کہ تثبیت علی العصمت کا معنی عصمت کو باقی رکھنا ہے جس کو ہم نے دوسرے الفاظ میں برائیوں کو روکنا اور برائیوں سے پاک رکھنا لکھا ہے لیکن اون مرحوم نے عصمۃ ائمہ کے بیان میں بذیل آیت تطہیر اذہاب کا معنی چونکہ رفع اور ازالہ لیا ہے۔ اس وجہ سے معنی کی درستی کے لئے چند لفظوں کے پوشیدہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اذہاب ثبوت کو چاہتا ہے۔ اس وجہ سے آیت تطہیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت میں رجس تھا جس کو خدا نے دفع کیا۔ کیونکہ اذہاب سے ازالۂ خیالِ رجس مقصود ہے۔ جس کا تصور ذہن میں ہوتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک تو یہ آیت مقام مدحِ اہلبیت و امتنانِ خدا میں نازل ہوئی ہے جسکی خود مرحوم نے منقولہ عبارت میں تصریح کی ہے۔ اور امتنان کی چیز حاصل نہ ہوئی۔ کیونکہ اگر خیال سے خیالِ غیر مقصود ہے تو اوس کا ازالہ بالہدایت نہ ہوا نہ خدا نے جبراً زائل کیا نہ غیروں سے باختیار خود یہ خیال فاسد دفع ہوا۔ اور اگر خود اہلبیت کا خیال اور رجس میں مبتلا ہو جانے کا خوف اور دغدغہ مقصود ہے تو غم میں مبتلا ہو جانے کے بعد اوس کو دفع کرنا ایسا باوقعت احسان نہیں ہے جیسا کہ مبتلا ہونے سے پہلے دفع

یا لطف پروردگار۔ یا وہ تحقیقی معنی جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ ہر معنی حصول عصمت کے لئے کچھ مدت اور امتداد زمانہ چاہتا ہے۔ کیونکہ تینوں معنی کے لحاظ سے عصمت تدریجی چیز ٹھہرتی ہے اس لئے پیدائش ہی کے وقت عصمت کا حاصل ہو جانا غیر معقول ہے جواب یہ امر مسلم ہے کہ مشاہدہ اور تجربہ بہترین ادلّہ ہے۔ اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں۔ اور پیدائش ہی کے وقت ان لوگوں کے سجدۂ خالق میں جھک جانے اور تلاوت کلام مجید کرنے اور کم سنی میں احکام خدا بیان کرنے اور سائل کے دل کے سوالات اور ان کے جوابات بیان کرنے اور غیب کی خبر دینے اور عبادات میں کوشش بلیغ کرنے اور نفسانی ریاضتوں میں اعلائی درجہ حاصل کرنے اور روحانی کمالات میں متفرد اور بے نظیر ہونے اور کسی بُری بات کے مرتکب نہ ہونے کو سوائے نواصب اور خوارج نہروان کے علمائے فریقین نے بدون اختلاف اون لوگوں کی زبانی نقل کیا ہے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا جس سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ان لوگوں کے لئے عصمت اور علم اور جملہ کمالات پیدائش ہی کے وقت حاصل تھے۔ اور عقلی اور نقلی دونوں طرح سے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ عصمت اور علم اور دوسرے کمالات کسبی اور اختیاری ہیں جبری نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یا تو یہ کہنا پڑے گا کہ چونکہ ان کا معصوم ہونا معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ عصمت جبری نہیں ہو سکتی پس اگر عصمت کے مذکورہ معانی موافقت نہ کرتے ہوں تو ماننا پڑیگا کہ وہ عبارتیں قاصر ہیں اور بیان معنی میں علماء کا اختلاف اس قصور پر شاہد ہے اس لئے دوسری عبارت تجویز کرنی چاہیئے جو پیدائشی و اختیاری عصمت کو بے خرخشہ ادا کر سکے یا یہ کہنا پڑے گا کہ جو امتداد زمانہ ضروری ہے وہ ان انوار مقدسہ کے لئے پیدائش سے پہلے اور یوم الست کے بعد حاصل ہو چکا کیونکہ عصمت نفسانی کمالات سے ہے اور نفسانی کمالات روح کے عوارض سے ہیں اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنا اور مقام امتنان میں ذکر کے قابل دوسرا ہی ہے نہ پہلا۔ دوسرے یہ کہ تقدیر خلاف اصل ہے جو شاہد کا محتاج ہے اور یہاں پر کوئی شاہد نہیں ہے۔ تیسرے ازالۂ خیال بغیر دفع رجس کے کروہ فعل ہے اور ازالۂ خیال سے دفع رجس نہیں ہوتا اور اظہار دفع رجس سے ازالۂ خیال خود بخود ہو جاتا ہے اس لئے مقتضائے عقل و فصاحت و بلاغت دفع رجس ہی کو بیان کرنا ہے نہ ازالۂ خیال کو۔ چوتھے یہ کہ باب افعال، مفاعلت وغیرہ الفاظ کے معنی میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے جیسے اصلحک اللہ خدا تمہاری صلاحیت کو باقی رکھے اور دعائے قنوت میں عافنا میری عافیت باقی رکھ وغیرہ اسلئے اس خلاف اصل تقدیر کی حاجت نہیں ہے اور اذہب کا معنی باقی رکھنا ہے ۱۲ منہ

حضرات کی روحیں بصورت انوار پیدائش کے پہلے سے موجود تھیں جس پر کتب فریقین کی متعدد حدیثیں[۵] شاہد ہیں یا یہ کہنا پڑے گا کہ چونکہ انکی عقلیں اور ان کا صفائے ذہن اور نورانیت باطن اور کمال سمجھ۔ عام بنی آدم کی عقل و ذہن وغیرہ سے بہت زیادہ اور اعلےٰ مرتبہ پر تھیں اس لئے انکو امتداد زمانہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ علیؑ کی اور اونکی اولاد کی جو ائمہ ہوں گے پیروی کرو کیونکہ یہ لوگ میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انکو سمجھ اور علم دیا گیا ہے (ینابیع المودۃ باب ۴۲ صفحہ ۱۰۳) باوجودیکہ دنیا میں سمجھدار بہت ہوئے حضرتؐ کا انکی سمجھ کو خصوصیت سے ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انکی سمجھ اور ذہن اعلےٰ درجہ کے ہیں اور فہماً و علماً کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ **ماحصل** یہ کہ ہماری عبارت کی کوتاہی اور تنگی نہ تو مشاہدہ کو زائل کرسکتی ہے جو متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور نہ عصمت کو مقدور اور اختیاری ہونے سے نکال سکتی ہے جو عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہے۔ یہ قصور عصمت کی تعریف میں ہے اور علمائے عقلیات کو اس امر کا اقرار ہے کہ اکثر چیزوں کی حقیقی تعریفیں معلوم نہ ہو سکیں جو تعریفیں چیزوں کی لکھتے ہیں وہ زیادہ تر تعریفات لفظیہ اور الفاظ کی شرحیں ہیں اسی وجہ سے کتابوں میں زیادہ تر تعریفوں پر اعتراضات دیکھے جاتے ہیں۔ یہ قصور عصمت کے ثبوت یا اوسکے مقدوریت کی دلیلوں میں نہیں ہے تاکہ اصل مدعا میں کوئی خلل واقع ہو۔ **نتیجہ کلام** ثبوت عصمت حضرت سرور عالم اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس بات کو ماننا پڑے گا کہ بعض آیتیں قرآن کی جو حضرت سرور عالم

---

۵ جناب ابوذر بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہٖ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا نور حضرت آدمؑ کی پیدائش کے چودہ ہزار برس پہلے سے عرش کے داہنے تسبیح اور تقدیس خدا کرتا تھا (ینابیع المودۃ باب ۱ صفحہ ۷ چھاپہ بمبئی) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بسلسلہ اپنے آبائے کرام کے حضرت سرور عالم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمؑ نے ہم لوگوں کے نورانی ڈھانچوں کو عرش کی چوٹی پر دیکھا تو پروردگار عالم سے سوال کیا کہ یہ نورانی صورتیں کن لوگوں کی ہیں تو خداوند عالم نے بیان کیا کہ یہ محمدؐ ہیں اور یہ علیؑ اور یہ فاطمہؑ اور یہ حسنؑ اور یہ حسینؑ اور یہ میری بزرگ مخلوقات ہیں یعنی باقی ائمہ اطہار (ینابیع المودۃ باب ۲ صفحہ ۷۹ بحوالہ تفسیر امام حسن عسکری ۲)

۱۲ منہ

سے متعلق بتائی جاتی ہیں جیسے لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ فتح پ ۲۶) یا عَبَسَ وَتَوَلّٰی (سورہ عبس پ ۳۰) وغیرہ اور بعض دعاؤں میں ائمہؑ کا اقرار گناہ کرنا اور طلب مغفرت کرنا وغیرہ۔ یہ چیزیں درحقیقت ان سے متعلق نہیں ہیں بلکہ آیتیں دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت امام محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قران میں مثالیں لوگوں کے لئے ہیں اور خطاب رسول اللہ اور اہلبیت سے ہے (برہان) اور دعاؤں کے مضامین ایک تو اپنے عجز و انکسار اور خدا کی عظمت و جلالت کے لحاظ سے اپنی کثیر اطاعتوں کو قلیل سمجھنے پر محمول ہیں۔ دوسرے امت کی تعلیم پر یعنی چاہیئے کہ وہ باوجود عبادت گذار ہونے کے اپنے آپکو مثل گنا ہگاروں ہی کے سمجھتے رہیں۔ اپنی عبادتوں پر نازاں نہ ہوں۔

بائیسواں مقدمہ

بیان علوم ائمہ اطہار علیہم السلام میں

۱؎ اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت سرور عالم کی ریاست عامہ بھی یعنی حضرت اپنے زمانہ بعثت سے لیکر آخر دنیا تک کے کل موجود ہونے والوں کے سردار بنائے گئے ۲؎ اس مجموعہ کے اندر بے شمار ہنر اور کمالات اور علوم اور صنعتوں کے لوگ پیدا ہوئے اور اسی طرح بے انتہاء طرح طرح کے واقعات اور باہمی اختلافات اور سوالات پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے جو جوابات اور قضایا و رفع خصومات کے محتاج تھے اور ہونگے ۳؎ یہ امر عقلی ہے اور شرعی دلیلیں بھی بہت سی اسکی تائید کرتی ہیں کہ بغیر کسی ترجیح اور فضیلت کے برابر کے دو شخصوں میں سے ایک کو دوسرے پر حاکم اور اوس کا سردار بنا دینا ناانصافی اور قبیح اور ظلم ہے جو عام بنی آدم کے لئے زیبا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خداوند منزہ کے لئے اور جب کہ ترجیح بلا مرجح یعنی بدون فضیلت کے برابر کی قابلیت رکھنے والے کو اوسکے ہم چشم اور مساوی پر ریاست اور حکومت دینا قبیح ہے تو ترجیح مرجوح یعنی پست کو افضل پر حکومت دینا اور اوسکا حاکم بنانا بدرجہ اولےٰ قبیح اور معیوب اور ظلم اور ناانصافی ہوگا **اسلئے ضرور ہوا** کہ کسی امت کا سردار اوس امت کے کل اہل کمال پر اون کے کمالات میں فضیلت اور فوقیت رکھتا ہو تاکہ سرداری اوسکی موزوں اور مناسب ہو اور عقلاء دنیا کے نزدیک محل اور موقع کی سمجھی جائے اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں نجومیوں کا زور تھا

تو انکو علم نجوم میں اون پر فضیلت دیگئی - حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں لوہے کی صنعتوں کا رواج تھا تو ان کو اسی صنعت میں اس طرح فوقیت دی گئی کہ لوہار لوہے کی صنعت میں آگ اور ہتھیاروں کے محتاج تھے لیکن داؤدؑ بغیر آگ کی مدد کے ہاتھوں سے لوہا نرم کرکے زرہ بنا لیتے تھے - حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں کیمیاوی ترکیبوں کا رواج تھا اور رعایا تجربہ سے خواص کو سمجھتی تھی تو ان سے بوٹیاں خود اپنے خواص اور آثار بیان کرتی تھیں اور یہ تجربہ کے محتاج نہ تھے - حضرت موسےٰؑ کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ید بیضاء عطا ہوا اور اونکا عصا بغیر افسوں کی مدد کے رعایا کے جادوؤں پر غالب آتا تھا - حضرت عیسےٰؑ کے زمانہ میں طب کی شہرت تھی اور اطباء زمانہ ازالۂ مرض میں دوا کے محتاج تھے تو ان کے ہاتھ اور دعا میں یہ اثر دیا گیا کہ مرض کو دفع کریں اور مُردوں کو زندہ کریں اور چونکہ حضرت سرورِ عالمؐ کی امت میں ہر کمال کے لوگ پیدا ہوئے اس لئے ان کو ہر کمال میں انکی امت کے کل اہل کمال پر فوقیت ہونی چاہیے تھی - اس واسطے حضرت مجسم اور سراپا کمال بناکر بھیجے گئے - تار برقی کے مقابل میں ان کا ارادہ کافی ہوتا تھا اور مہینوں اور برسوں کی راہ سے بلکہ غیب کی باتوں سے ذرا سی توجہ کے بعد خبر دے دیتے تھے - بالون یعنی ہوائی جہاز اور ریل کے مقابل میں طے الارض عطا کیا گیا کہ چشم زدن میں دور دراز کے ممالک میں پہونچ جاتے تھے - مریضوں کے لئے ہاتھ پھیرنا اور لعاب دہن کافی ہوتا تھا مختصر یہ کتب اسلامیہ بلکہ اکثر کتب غیر اسلامیہ میں بھی جو حضرتؐ کے حالات اور واقعات اور معجزات لکھے ہوئے ہیں اونکو پڑھنے اور اونمیں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ آپکی بعثت کے بعد جتنے اہل کمال پیدا ہوئے ایک تو اسکے حاصل کرنے میں مدتوں عمر اور مال کثیرہ صرف کیا - اور دوسرے اون کمالات کو ظاہر کرنے میں آلات و اسباب اور اوزار کے محتاج تھے اور ہیں لیکن حضرت سرورِ عالمؐ نے بدون سیکھے ہوئے اونھیں کمالات کو بغیر اوزار و آلات کی مدد کے اہل کمال سے بہتر کر دکھایا - فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا تو آپکو قران جیسی کتاب مرحمت ہوئی کہ فصحاء زمانہ میں سے بعض کو ویسا ہی فصیح و بلیغ کلام بنانے سے عاجز ہوکر ہتھیار اوٹھانا اور جنگ کرنا اور بعض کو سرجھکانا پڑا - اسی طرح علوم میں حضرتؐ کو اس طرح فضیلت دیگئی کہ علوم اولین و آخرین کے عالم بنائے گئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رئیس عام و مطلق کا قائم مقام بھی رئیس عام ہی ہوگا یعنی جس طرح حضرتؐ سب کے سردار تھے وہ بھی سب کا سردار ہوگا کیونکہ حضرتؐ

کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔ اور جس طرح دنیا کے کل اہل کمال پر آپ کو فوقیت دیگئی آپ کے قائم مقام کو بھی فوقیت ہونی چاہیئے تاکہ مقابلہ کے وقت سر نیچا نہ ہو بلکہ اسلام کا بول بالا رہے۔ جنگ سے فراری نہ بنے اور یہودی کے سر کی کھوپری کی سردی و ماغ کو مخبوط اور ششدر نہ کردے۔ تفسیر قران میں اپنی رائے کو شیطان کی رائے کا مقارن نہ بنائے بلکہ برسرِ منبر دعوے سے یوں پکار کر کہے کہ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی جو کچھ پوچھنا ہو میری موجودگی میں مجھ سے پوچھ لو۔ اگر مجھ کو مسند قضاوت پر بٹھا دیا جائے تو قران والوں کے درمیان قران سے اور توریت والوں کے درمیان توریت سے۔ انجیل والوں کے درمیان انجیل سے اس طرح فیصلہ کروں کہ خود یہ کتابیں شہادت دیں کہ وہی حکم کیا جو ہم میں تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ یقیناً لازم ہے کہ آپ کا قائم مقام کل کمالات کا جامع ہو اور اگر آپ کا مثل نہ ہو تو کم سے کم لگ بھگ میں ہو اور اتنا نزدیک ہو کہ آنکھیں اور عقلیں اس قائم مقامی کو پسند کریں ایسا نامربوط نہ ہو کہ زربفت میں ٹاٹ کا پیوند یا بلبل کے اڈے پر کرگس کی مثال بن جائے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام امام کی شان بیان فرما رہے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ امام مطہر ہوتا ہے گناہوں سے بری ہوتا ہے۔ عیبوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ علم کے ساتھ متصف ہوتا ہے حلم کے ساتھ درست کرنے والا ہوتا ہے دین کا اور سبب عزت ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے اور باعث غیظ ہوتا ہے منافقوں کے لئے اور موجب ہلاکت ہوتا ہے کفار کے لئے امام یکتا ہوتا ہے اپنے زمانہ میں نہ کوئی اوس کے لگ بھگ میں ہوتا ہے نہ برابر نہ کوئی اوس کا مثل ہوتا ہے نہ نظیر مخصوص ہوتا ہے کل فضیلتوں کے ساتھ جو اوسکے لئے بغیر حاصل کئے ہوئے خدا کی طرف سے وہبی ہوتی ہیں (فصول مہمہ ص ۲۷) ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلامی کتابوں کی سیر کرنے والے خواہ وہ مورخ کی حیثیت رکھتے ہوں یا محدث کی یا مفسر کی حضرت سرورِ عالم کا صحیح قائم مقام اور جامع کمالاتِ انسانیہ اگر پائیں گے تو صرف آپکی عترت طاہرہ اور اہلبیت اطہار کو جنہوں نے ہر اہل کمال کے کمال پر اپنی فضیلت اور فوقیت کو عیاناً کر دیکھایا۔ علماء علم ہیئت دوربینوں کے ذریعہ سے دور کے ایسے ستاروں کو دیکھاتے ہیں جو ایسی نورانی جسمیت رکھتے ہیں جس کو تیز نگاہ والے بغیر دوربین کے بھی دیکھ سکتے ہیں اور ہمارے امام ہمام حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے متوکل عباسی کو سامرا کے ٹیلہ پر اپنے دو لبوں کو حرکت دیکر درمیان مشرق اور مغرب کے فرشتوں کی فوج دیکھائی جو زمین سے آسمان تک آتشی حربے لئے ہوئے کھڑے تھے۔ اور فرمایا کہ میری فوج یہی ہے۔ کیونکہ متوکل نے اپنی نوے ہزار فوج کو

خوب آراستہ کرکے ٹیلہ کے نیچے سامرا کے میدان میں دور دیہ کھڑا کرکے حضرتؑ کو اس غرض سے دکھایا تھا تاکہ حضرتؑ مرعوب ہوجائیں ہم اس مقام کو طول دینا نہیں چاہتے۔ مختصر طور پر صرف اتنا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ بعد حضرت سرور عالمؐ کے دنیا کے ہر کمال کی جامع خدا کی خدائی میں اگر کچھ ہستیاں ہیں (اور ضرور ہونا چاہیئے تاکہ قائم مقام ہوسکیں) تو یہی انوار مقدسہ ہیں جو ائمہ اثنا عشر کہے جاتے ہیں اور ان کے کمالات کے تذکرے اور واقعات کتب فریقین میں تفصیل تمام مذکور ہیں شائقین دیکھ لیں۔ ہم کو اس وقت ائمہ علیہم السلام کے صرف علوم دینیہ کی مہارت اور کمال و تمامیت کو ذکر کرنا مقصود ہے جو ہماری تفسیر سے متعلق ہے۔ اور اُس کے متعلق بھی اگرچہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کے علوم کی مسلمانوں میں شہرت اور اسلامی کتابوں میں بیشمار تذکرے ہم کو اس کے بیان سے سبکدوش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک تو تبرکاً دوسرے بلحاظ تنبیہ غافل بطور نمونہ کے یکے از ہزار و مشتے از خروار ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

آیتیں ۱؎ خداوند عالم حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورہ رعد آیت ۴۳ پ ۱۳) یعنی اے رسولؐ کافروں سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص جسکے پاس پوری کتاب یعنی قرآن کا علم ہے۔

تفسیر شیعہ ۱؎ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ اپنی بہترین فضیلت کو آپ ارشاد فرمائیں تو آپ نے اسی آیت کو تلاوت فرماکر ارشاد فرمایا کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے خدا نے مجھکو مراد لیا ہے ۲؎ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالم سے اَلَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی سلیمانؑ بن داؤدؑ کے وصی (آصف بن برخیا) ہیں پھر میں نے مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی علی بن ابیطالبؑ ہیں ۳؎ عبداللہ بن عطار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ عبداللہ بن سلام کے لڑکے کا گمان یہ ہے کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے اوس کا باپ مقصود ہے۔ فرمایا وہ جھوٹا ہے اس سے مقصود حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں ۴؎ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ قسم خدا کی اس آیت سے سوا علی بن ابی طالبؑ کے

۱؎ وہ شخص جسکے پاس کتاب کے بعض حصہ کا علم ہے ۱۲ ۲؎ وہ شخص جسکے پاس پوری کتاب یعنی قرآن کا علم ہے ۱۲ منہ

کوئی دوسرا (جو اہلبیتؑ سے نہ ہو) مقصود نہیں ہے، وہ یقیناً تفسیر اور تاویل اور ناسخ اور منسوخ اور حلال وحرام کے عالم تھے ۵۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے خدا نے حضرت سرور عالمؐ کے بعد ہم اہلبیت کو مراد لیا ہے۔ اور علی علیہ السلام ہم لوگوں میں پہلے اور افضل اور بہتر ہیں ۶۔ حضرت امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ جو علم لے کر حضرت آدمؑ زمین پر آئے اور جن علوم سے کل انبیاء، حضرت سرور عالمؐ تک سرفراز کئے گئے وہ کل علوم حضرت سرور عالمؐ کی عترت کے سینوں میں موجود ہیں ۷۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آصف بن برخیا کا علم بمقابل حضرت علیؑ کے علم کے ویسا تھا جیسے ایک قطرہ بمقابل ایک دریا کے (منتخب از تفسیر برہان جلد ۱ ص ۵۳۱ تا ۵۳۳)

تفسیر سنی: ۱۔ موسیٰ بن جعفرؑ اور زید بن علیؑ اور محمد بن حنفیہ اور سلمان فارسی اور ابو سعید خدری اور اسمٰعیل سدی ان کل حضرات نے بیان کیا کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ علی بن ابی طالبؑ ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳۰ ص ۱۰۴ بحوالہ احمد بن محمد جلبی وارجح المطالب ص ۸۹ نمبر ۷ بحوالہ حافظ ابو نعیم و ثعلبی و نطنزی) ۲۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالم سے اَلَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بھائی علی بن ابی طالب ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳۰ ص ۱۰۴ بحوالہ عطیہ عوفی) ۳۔ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ کیا مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے عبد اللہ بن سلام مقصود ہیں کہا نہیں۔ یہ کیونکر مقصود ہو سکتے ہیں اس لئے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا اور عبد اللہ بن سلام ہجرت کے بعد مدینہ میں ایمان لائے (ینابیع باب ۳۰ ص ۱۰۵ بدون حوالہ) ۴۔ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے حضرت علیؑ ہی مقصود ہیں وہ یقیناً تفسیر اور تاویل اور ناسخ اور منسوخ کے عالم تھے (ینابیع المودۃ بہ نشان بالا بدون حوالہ) ۵۔ فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے خداوند عالم نے ہم اہلبیت کو مراد لیا ہے اور حضرت سرور عالمؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہم لوگوں میں سب سے افضل اور بہتر ہیں ۶۔ عمر بن اذینہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو علم حضرت آدمؑ لے کر زمین پر آئے اور کل وہ علوم جن سے کل انبیاء حضرت سرور عالم تک سرفراز کئے گئے اور ان کو ان سے فضیلت دی گئی وہ کل علوم حضرت سرور عالمؐ کی عترت کے سینوں میں موجود ہیں ۷۔ حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی پورا قرآن کا

علم ہم لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت سلیمان کے وزیر (آصف بن برخیا) کو اسم اعظم میں سے صرف ایک حرف معلوم تھا اور کتاب کے بعض حصہ کا علم جانتے تھے جسکے ذریعہ سے چشم زدن میں بلقیس کا تخت منگا لیا۔ اور حضرت موسےٰ کے لئے خدا نے کَتَبْنَا لَهُ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً (لکھا میں نے اون کے لئے توریت کی تختیوں پر ہر چیز سے بعض کو موعظہ کے طور پر) من تبعیضیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کے لئے خدا نے لِیُبَیِّنَ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ (چاہیئے کہ بیان کرے تمہارے لئے بعض اوس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے ہو) کلمہ بعض کے ساتھ فرمایا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے متعلق مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ یعنی کُلِّ الْکِتَابِ (وہ شخص جسکے پاس علم پوری کتاب یعنی قران کا ہے) فرمایا ہے اور کتاب کے متعلق فرمایا ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب مبین یعنی قران میں نہ ہو) اور اس کتاب کا علم علی کے پاس ہے (ینابیع المودۃ بہ نشان بالا بدون حوالۂ کتاب)

۲ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۹ - پ ۲) یعنی یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ گھروں میں پس پشت سے داخل ہو لیکن اچھی بات یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات پاؤ۔

تفسیر شیعہ (منتخب از برہان) کلینی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اوصیاء علیہم السلام ہی وہ دروازے ہیں جن کی طرف سے داخل ہونا چاہئے اگر وہ نہ ہوتے تو خدا پہچانا نہ جاتا اور انھیں کے ذریعہ سے خدا نے اپنی مخلوقات پر حجت تمام کی ہے۔ طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا کہ میں حضرت امیر المومنین ع کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن الکوا آیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین کلام پروردگار لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الخ سے مراد کون شخص ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ وہ گھر ہیں جن کے دروازوں کی طرف سے اون میں داخل ہونے کا حکم ہوا ہے۔ ہم لوگ (علم و معرفت) خدا کے دروازے اور اسکے گھر ہیں جن میں داخل ہونا چاہیئے پس جو شخص ہم لوگوں سے بیعت کرے اور ہماری ولایت یعنی امامت کا اقرار کرے وہ تو گھروں میں دروازوں سے آیا اور جس نے ہم لوگوں سے مخالفت کی اور غیروں کو ہم لوگوں پر فضیلت دی وہ گھروں میں پس پشت سے داخل ہوا (جو خا

ب یعنی حضرت سرور عالم اور ائمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام ۱۲

حکمِ خدا اور گناہ ہے)۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ آلِ محمدؐ (معرفت) پروردگار کے دروازے اور جنت کی طرف بلانے والے اور اوسکی طرف لے جانے والے اور اوسکی طرف ہدایت کرنے والے ہیں قیامت تک۔ علیؒ بن ابراہیم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت سرورِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَلَا تُوا الْمَدِیْنَۃَ اِلَّا مِنْ بَابِھَا یعنی شہر علم میں ہوں اور علیؑ اوس کے دروازہ ہیں پس تم لوگ شہر علم میں داخل نہ ہو لیکن اوس کے دروازہ سے۔ یعنی علیؑ کے واسطہ سے علم حاصل کرو (تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۱۱۹)

تفسیری (منتخب از ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۵۳ تا ۷۴ باحوالہ کتب) ۱؎ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم چاہیں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کا بوجھ تیار کر سکتے ہیں۔ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اوسکے دروازہ ہیں اور خداوند عالم نے ارشاد فرمایا وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا (داخل ہو گھروں میں اونکے دروازوں سے) پس جو شخص علم چاہتا ہو اوس پر لازم ہے کہ دروازۂ علم کو اختیار کرے (ینابیع صفحہ ۵۳ بحوالہ درمنظوم ابن طلحہ حلبی) ۲؎ حکیم ترمذی نے لکھا ہے کہ امام مفسرین یعنی عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ علم کے دس حصے ہیں نو حصے خاص علیؑ کو معلوم ہیں اور دسواں حصہ کل مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے اور علیؑ اوس دسویں حصہ کو بھی اون لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ ابن عباس نے پھر بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے مجھ سے بائے بسم اللہ کے نقطہ کی تفسیر شب بھر بیان کی یہاں تک کہ صبح

۵۱؎ واضح ہو کہ تفسیر نام ہے بیانِ مرادِ متکلم کا۔ پس جو حدیثیں بیانِ مرادِ پروردگار کے موقع پر ارشاد ہوئی ہیں وہ مفسر کہی جاتی ہیں اور کسی آیت سے مرادِ خدا بیان کرنے کی غرض سے اون حدیثوں کو نقل کرنا تفسیر کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ آیاتِ قرآن کے ذیل میں ذکر او نقل کی جائیں یا فن حدیث کی کتابوں میں بغرض خاص ذکر کی جائیں۔ اسی لئے ینابیع المودۃ سے منتخب کی ہوئی حدیثوں کو تفسیر کہنے سے متوحش نہ ہونا چاہیئے یہ حدیثیں بے شبہ تفسیری حدیثیں ہیں ۱۲ منہ

۵۲؎ اگر خود حضرتؑ کی اور آپ کے علوم کی قدر کی جاتی تو ضرور بیان فرماتے۔ ناقدروں کے سامنے بیان کرنا حکمِ خدا کو بے وقعت اور ضائع کرنا ہے۔ ابن عباس نے کسی قدر توجہ کی اور بہت کچھ علمی فائدہ اوٹھالیا دیکھو

۳؎ ۱۲ منہ

ہو گئی لیکن تفسیر ختم نہ ہوئی پس میں نے اپنے آپ کو اون کے مقابلہ میں ویسا پایا جیسے ایک قطرہ دریاے زخار کے مقابل میں (ینابیع المودۃ ص۷۵ بحوالہ شرح رسالہ موسوم بہ فتح مبین) اگرچہ یہ حدیث آیت مذکورہ سے تعلق نہیں رکھتی لیکن پہلی حدیث کی مناسبت سے ہم نے اوس کو نقل کر دیا ہے ۳ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سرورعالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ میں شہر علم ہوں اور تم اوسکے دروازہ ہو جھوٹا ہے وہ شخص جو گمان کرتا ہے کہ بغیر دروازے کے شہر میں داخل ہو سکتا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (داخل ہو گھروں میں اون کے دروازوں سے) حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ تعلیم کیا حضرت سرورعالمؐ نے مجھکو ہزار باب علم کے پس کھلے مجھ پر ہر باب سے ہزار باب (ینابیع ص۶۰ بحوالہ ابن مغازلی وکنز العمال جلد ۶ ص۳۹۲ نمبر حدیث ۶۰۰۹ بحوالہ ابواحمد فرضی) ۴ صفین میں شامیوں نے جب چاہا کہ قران کو حکم بنائیں تو حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ یعنی میں بولنے والا قران ہوں (حق اور ناحق کو بغیر کسی بیان کرنے والے کے خود بیان نہیں کر سکتا اور میں بیان کر سکتا ہوں۔ میرے کلام پر عمل کرو) (ینابیع المودۃ ص۷۵ بحوالہ مناقب)

علوم اہلبیت علیہم السلام کے متعلق حدیثیں

شیعی حدیثیں (منتخب از فصول مہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ) ۱ سماعہ بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حضرت سرورعالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے اپنی موجودگی میں اس قدر احکام بیان کر دیئے تھے جو لوگوں کے لئے کافی ہوں۔ فرمایا ہاں بلکہ قیامت تک جتنے احکام کی حاجت ہوگی رہیگی سب کو بیان فرما دیا ہے۔ میں نے عرض کیا تو کیا کچھ احکام ضائع ہو گئے ہیں (کیونکہ جو پائے جاتے ہیں وہ کم ہیں) فرمایا نہیں بلکہ وہ سب اپنے اہل (اہلبیت سرورؐ عالم) کے پاس ہیں ۲ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے قران میں کل چیزوں کو بیان کر دیا ہے واللہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر فلاں چیز قران میں ہوتی تو خوب ہوتا کیونکہ خدا نے سب چیز نازل کر دی ہے ۳ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں دو آدمی اختلاف

کریں اور اوس کے لئے کوئی قاعدہ اور اصل قران میں نہ ہو لیکن (عام) لوگوں کی عقلیں اوس تک پہونچ نہیں سکتیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت رسول اللہ نے مجھکو تعلیم کیا اور کتاب خدا کے (احکام اور مطالب کو) میں جانتا ہوں اوس میں ابتدائے خلقت دنیا سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کے احکام اور کل واقعات اور آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبریں مذکور ہیں اور میں اون سب کو اس طرح جانتا ہوں۔ جیسے اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی قران میں بیان ہر چیز کا ہے ہے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کل علم خدا کے پاس ہے لیکن وہ مقدار جس کی بندوں کو ضرورت ہے وہ اوصیاء (یعنی ائمہ اہلبیتِ رسول اللہ) کے پاس ہے ہے۔ حضرت امام محمد باقر

ہے مقصود حضرت کا یہ ہے کہ قران میرے گھر میں نازل ہوا اور میرے جد پر نازل ہوا اور اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ یعنی گھر کی چیز کو گھر والے دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس کو جب خوارج سے مباحثہ کے لئے بھیجنا چاہا اور یہ فرمایش کی کہ حدیثوں کو ثبوت میں پیش کرنا۔ تو ابن عباس نے اسی بنا پر کہا کہ یا امیر المومنین قران ہمارے گھر میں نازل ہوا ہے۔ ہم لوگ اوس کے علم کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو لیکن قران کئی معنوں پر محمول ہوتا ہے تم کوئی معنی لوگے۔ اور طرف مقابل کوئی معنی لیگا اور بحث ختم نہ ہوگی (اتقان جلد اول نوع ۳۹ صفحہ ۱۴۴) پس جب کہ ابن عباس جو حضرت سرور عالم کے چچا زاد بھائی تھے دعوائے علم قران کا حق رکھتے تھے تو اولاد بدرجہ اولی اس کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والی ہے۔ سن سنا کر بھی بہت کچھ علم حاصل کر لیتی ہے چہ جائیکہ وہ اولاد جس کو خدا نے برگزیدہ کیا ہو اور خلق کی پیشوائی کے لئے انتخاب کیا ہو جسکی تعلیم خدا اور رسول پر عقلاً و شرعاً و عرفاً بھی ضروری تھی ۱۲

ہے صاحب ینابیع المودۃ نے اس حدیث کو باب ۳ صفحہ ۲ میں بحوالہ مناقب نقل کیا ہے جس کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (یعنی پس ہم نے وارث بنایا کتاب یعنی قران کا اپنے بندوں میں سے اون لوگوں کو جن کو ہم نے برگزیدہ کیا یعنی پیشوائی خلق کے لئے چن لیا) پس اوس کے برگزیدہ بندے ہم لوگ ہیں اور ہم کو اوس نے اپنی کتاب کا وارث بنایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے ۱۲

نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی صاحب زادی جناب فاطمہ کو ایک کتاب سپرد کی - اونھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو سپرد کیا پھر یہ کتاب ہم تک پہونچی راوی نے سوال کیا کہ اس کتاب میں کیا ہے - ارشاد فرمایا کہ واللہ اس میں کل وہ چیزیں ہیں جن کی اولاد آدمؑ کو آدمؑ کی پیدائش سے لے کر فنا دنیا تک حاجت ہے - واللہ اس میں کل حدود ہیں یہاں تک کہ بدن میں خراش ڈال دینے کی تاوان بھی مذکور ہے ۷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ کسی دوسرے کی طرف محتاج نہیں ہیں بلکہ دوسرے ہم لوگوں کی طرف محتاج ہیں اوس کتاب کے مضامین کو حضرت رسول اللہ نے بتایا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اوس میں کل حلال اور حرام مذکور ہے ۸ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا کہ زمین کسی ایسے عالم سے خالی نہیں ہو سکتی جس کی طرف لوگ محتاج ہوں اور وہ کسی کی طرف محتاج نہ ہو اور کل حلال وحرام کو جانتا ہو ۹ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جفر ابیض ہے جس میں زبور داؤدؑ اور توریت موسیٰؑ اور انجیل عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے اور مصحف فاطمہ ہے ۱۰ حضرت امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہلبیت یہ کہتے ہیں کہ ائمہ ہم ہی میں سے ہوں گے اور علم ہم ہی لوگوں میں ہے اور ہم ہی لوگ اوس کے اہل ہیں اور کل علم ہم لوگوں کے پاس ہے اور نہیں حادث ہوگی قیامت تک کوئی چیز یہاں تک کہ خراش ڈالنے کی تاوان مگر یہ کہ اوس کا حکم ہم لوگوں کے پاس موجود ہے جس کو حضرت رسول اللہؐ نے بتایا تھا اور علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا

حدیثیں بطریق اہل سنت

۱ صحابی جلیل ومقبول یعنی جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید کائنات صلوات اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں (جس میں بدون استثنا کل امتی خلفاء اور غیر خلفاء سب داخل ہیں) سب سے پہلے مسلمان اور سب سے زیادہ صاحب علم اور سب سے زیادہ صحیح اور درست دیندار اور سب سے بڑھے ہوئے یقین میں (خدا اور رسول اور دینی امور کے ساتھ) اور سب سے زیادہ کامل بردباری میں اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر اور قوی القلب علی علیہ السلام ہیں اور وہی پیشوا ہیں میری امت کے ۱ ۲ حضرت امام حسن علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار حضرت سرور کائنات نے ایک دن خطبہ پڑھا جس میں خدا کی حمد ونعت

۱ ینابیع المودۃ باب ۱۳ ص ۵۳ بحوالہ مناقب ۱۲ منہ

کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس (اس خطاب میں بدون استثناء کل امتی خلفاء اور غیر خلفاء سب داخل ہیں) میں بلایا جاؤں گا پس چلا جاؤں گا (اپنے پروردگار کے پاس) میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا دوسری اپنی عترت اہلبیت اگر تم لوگ ان دونوں کو اختیار کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں آپس سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں۔ پس تم لوگ ان سے علم حاصل کرو اور ان کو نہ سیکھاؤ۔ کیونکہ یہ لوگ تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے زمین خالی نہ ہوگی۔ اگر زمین ان لوگوں سے خالی ہو جائے تو کل مخلوقات کے ساتھ دھنس جائیگی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ پروردگار تو اون لوگوں سے زمین کو خالی نہ کرنا جو تیری مخلوقات پر تیری حجت ہیں اور اپنے دوستوں کو ہدایت پانے کے بعد (بغیر رہبر کے) چھوڑ دینا کہ گمراہ ہو جائیں۔ وہ لوگ عدد میں بہت کم ہیں اور خدا کے نزدیک قدر و منزلت میں بہت بزرگ ہیں اور بتحقیق کہ میں نے خداوند تبارک وتعالٰے سے دعا (یعنی خدا کے دوست) کی ہے کہ علم اور حکمت کو میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد میں اور میری نسل اور میری نسل کی نسل میں قیامت تک قرار دے پس خدا نے میری دعا کو قبول فرمایا [۱] اس حدیث شریف سے آٹھ باتیں بہت ضروری اور عظیم القدر معلوم ہوئیں **ایک** یہ کہ ہدایت پانے اور گمراہی سے بچنے کے لئے دو شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک بھی چھوڑ دی جائے تو گمراہی سے نجات نہ ہوگی ایک کتاب خدا دوسرے اہلبیت رسول دونوں کی پیروی کرنا۔ **دوسرے** یہ کہ نہ کتاب خدا اہلبیت سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ اہلبیت کتاب خدا سے جدا ہو سکتے ہیں۔ اس مضمون کی بے شمار حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ کتب اہلسنت میں موجود ہیں جن کو حدیث ثقلین لکھتے ہیں اور سند اس کی متواتر ہے کیونکہ اس کو بیس صحابیوں سے زیادہ نے بیان کیا ہے [۳] اور متواتر حدیث سے انکار کرنے والا کافر ہے [۴] **تیسرے** یہ کہ اہلبیت سرورِ عالم امت محمدی میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔ علم میں دوسروں کے محتاج نہ تھے بلکہ دوسروں کو ان سے سیکھنے کا حکم دیا گیا

---

[۱] اس روایت کے ابتدائی تین جملوں کو امام اہلسنت ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۴ صفحہ ۸۹ میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور بیس صحابی سے زیادہ نے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ [۲] ینابیع المودۃ باب ۳ صفحہ ۱۷ بحوالہ مناقب ۱۲ منہ [۳] صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۴ صفحہ ۸۹ ۱۲ منہ [۴] اصول فخر الاسلام بزدوی جلد ۲ صفحہ ۶۸۷ برحاشیہ کشف الاسرار علامہ عبدالعزیز بزدوی ۱۲ منہ

اور وہ سیکھتے بھی تھے اور علم میں اہلبیت کے افضل ہونے کا اقرار بھی کرتے تھے۔ چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور ہماری غرض اس مقام پر اسی تیسرے جملہ سے متعلق ہے کیونکہ ہم اہلبیت کے زیادتی علم کو بیان کرنا چاہتے ہیں چوتھے یہ کہ زمین ان سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ایک[۱] اس وجہ سے کہ ہادی خلق اور حجت خدا ہیں اگر نہ رہیں تو بنی آدم میں اسلام باقی نہ رہے جیسا کہ خود اس حدیث میں بصراحت مذکور ہے۔ دوسرے[۲] اس وجہ سے کہ یہ لوگ سبب بقاء زمین و اہل زمین ہیں جیسا کہ اس حدیث میں بھی مذکور ہے اور اکیسویں مقدمہ کے شروع میں آیت تطہیر کے بیان میں اس مضمون کی حدیثیں اور بعض علماء اہلسنت کا بیان بھی ذکر کیا گیا۔ پانچویں یہ کہ حضرت نے دعا کی کہ زمین کو ان سے خالی نہ رکھنا ورنہ ہدایت یافتہ بندے گمراہ ہو جائیں گے جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح غیر ہدایت یافتہ ہدایت پانے میں اہلبیت سرور عالم کے محتاج ہیں اوسی طرح ہدایت یافتہ بھی ہدایت پر باقی رہنے اور اپنے عقائد کی تقویت اور اپنے علوم کی ترقی میں ان کے ہمیشہ محتاج ہیں چھٹیں یہ کہ ہدایت یافتہ بندے (یعنی ثقلین کے پیرو) عدد میں بہت کم ہیں لیکن خدا کے نزدیک قدر و منزلت میں بہت بزرگ ہیں (خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورہ سبا آیت ۱۴ پ ۲۲) یعنی میرے فرماں بردار بندے کم ہیں) ساتویں یہ کہ حضرت سرور عالم نے اپنی اولاد اور اولاد الاولاد میں قیامت تک علم اور حکمت کو باقی رکھنے کے لئے دعا کی آٹھویں یہ کہ خدا نے اس دعا کو قبول کیا اور حضرت رسول کے زمانہ ہی سے اس جلیل گھرانے میں علم و حکمت بھر دی گئی اور اس وقت عالم علوم الہیہ ربانیہ حضرت آخر الزمان علیہ السلام ہیں جن کے تعلیمی فیوضات کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا انشاء اللہ تعالیٰ[۱] ۵۳ روایت صحیحہ میں حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر دونوں کی پیروی کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ دونوں کتاب خدا اور میرے اہلبیت یعنی ذریت ہیں۔ اور طبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کا خدا سے ان دونوں کے لئے سوال کیا ہے پس اون کے آگے قدم نہ بڑھاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور اون سے جدا نہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اونکو تعلیم نہ کرو کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں ۵۲ اگرچہ

---

۵۱ عالم جلیل اہلسنت یعنی اعمش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ امام غائب سے غیبت کے زمانہ میں لوگ کیونکر فائدہ اوٹھا سکتے ہیں فرمایا جیسے ابر کے اندر ڈھکے ہوئے آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں (ینابیع باب ۸۰ ص ۱۵) ۱۲ منہ

۵۲ صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اذکر آیت ۴ متعلق فضائل اہلبیت ص ۹۰ چھاپہ مصر) ۱۲ منہ

یہ وہی حدیث ثقلین ہے جو نمبر۲ میں ذکر کی گئی لیکن ہم کو اسکے نقل سے صرف آخری جملہ کی تائید مقصود تھی جسمیں ان حضرات کے کثیر العلم اور اعلم امت ہونے کو حضرت نے بیان فرمایا ہے۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں[۱] سب کو ذکر کرنا باعث طوالت ہے اس لیئے اسی کے ذکر پر ہم اکتفا کرتے ہیں ۴ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اوس وقت جب کہ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی ارشاد فرمایا کہ میری عترت کے ابرار اور میری نسل کے پاک بچپن میں بہت بُردبار اور بڑے ہونے پر بہت زیادہ صاحب علم ہوتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ ہم اہلبیت رسول ہیں ہم لوگوں کا علم خدا کے علم سے ہے اور خدا کے حکم کے مطابق ہم لوگوں کا حکم ہوتا ہے اور سچے (یعنی حضرت رسول اللہ سے احکام خدا کو) ہم لوگوں نے سُنا ہے پس اگر ہم لوگوں کی پیروی کروگے تو ہم لوگوں کی بصیرت کی بدولت ہدایت پاؤگے اور اگر ایسا نہ کروگے تو تم کو خدا (بروز قیامت) ہلاک کرے گا (یعنی جہنم میں بھیج دے گا) حق کا جھنڈا ہم لوگوں کے ساتھ ہے جو اوس جھنڈے کی پیروی کرے گا ہم سے مل جائیگا اور جو پیچھے رہ جائیگا وہ غرق ہوگا۔ ہماری بدولت ہر مومن اپنے عمل کا ثواب پائیگا اور ہماری ہی وجہ سے تم لوگوں کے گلوں سے ذلت کی رسی نکالی جائیگی (رحمت کا دروازہ) خدا نے ہماری وجہ سے کھولا ہے اور ہماری ہی وجہ سے بند کرے گا[۲] ۵ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے صفین سے واپس آکر خطبہ میں ارشاد فرمایا

---

[۱] اس مضمون کی حدیثیں صاحب ینابیع المودة نے بہت سی نقل کی ہیں جن میں سے چند مقامات کے حوالے ذیل میں لکھے جاتے ہیں باب۳ ص۱۸ میں بروایت امام حسنؑ ایک حدیث باب ۴ ص۲۹ میں بروایت سلیم بن قیس وحذیفہ یمانی ۲ حدیثیں اور ص۳۱ میں بروایت زید بن ارقم احدیث اور ص۳۲ میں بروایت حذیفہ احدیث اور ص۳۶ میں بروایت ریان بن صلت احدیث اور ص۳۸ میں بروایت جابر انصاری احدیث اسکے علاوہ بھی ہیں جن کو ذکر کرنا ضروری نہ سمجھا بطور نمونہ کے چند مقام کے ذکر کردیئے گئے ۔ کنز العمال جلد۶ ص۴۸و۴۰

[۲] ینابیع المودة باب۳ ص۲۰ چھاپہ بمبئی بحوالہ کتاب علامہ جاحظ عمرو بن بحر البصری (جو متعصب ترین علماء اہلسنت سے تھے) ۱۲ ع۵ حدیث میں اصل عبارت بنا فتح اللّٰہ و بنا یختم ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ خلقت کی ابتدا ہم سے ہوئی اور پھر دنیا ہم ہی پر ختم ہوگی یعنی ہماری سلطنت کے زمانہ میں قیامت آئیگی یا سب کے بعد ہم لوگ دنیا سے اٹھائے جائیں گے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے مخلوقات پر رحمت اور نعمت کا دروازہ ہمارے طفیل میں کھولا اور ہماری وجہ سے یعنی ہمارے ساتھ بدسلوکی کرنے کی وجہ سے بہترین نعمات یعنی بہشت کے دروازے کو دشمنوں پر بند کریگا۔ اس مضمون کی حدیثیں متعدد ہیں بعض آئندہ بھی مذکور ہونگی ۱۲ منہ

کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین خدا کے راز دار ہیں اور اوس کے دین کیلئے جاے پناہ ہیں اور اوس کے حکم کیلئے قرار گاہ ہیں اور اس کی کتابوں کیلئے جاے امن ہیں اور اس کے دین کیلئے پہاڑ ہیں ان کے ذریعہ سے خدا نے دین اسلام کی کوبڑ پیٹھ کو سیدھا کیا اور اوس کے اعضا کے رعشہ کو دفع کیا۔ اس امت میں سے کوئی شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقابل نہیں کیا جاسکتا اور نہ وہ لوگ (یعنی مسلمان) ان کے برابر سمجھے جاسکتے ہیں جن پر ان کی نعمتیں (تعلیمی وتلقینی وغیرہ) برابر جاری رہیں یہی لوگ دین کی بیخ وبنیاد ہیں اور یقین (یعنی دینی معرفتوں کے) ستون ہیں ان کی طرف غالی (یعنی حد سے گذرا ہوا) واپس آتا ہے اور پیچھے چھوٹا ہوا ان سے ملتا ہے ولایت خاص انھیں کیلئے ہے اور وصیت حضرت رسولؐ کی انھیں کے بارے میں ہے۔ اب حق اپنے حقدار کی طرف پلٹ آیا اور اپنی جگہ پہونچ گیا ہے۔[۴]

۶۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس بہشت سے ایک مخملی فرش لائے پس میں اوس پر بیٹھا جب اپنے پروردگار کے سامنے پہونچا تو اس نے مجھ سے کلام کیا اور راز کی باتیں کہیں پس جسقدر مجھکو تعلیم کیا گیا میں نے سب علیؑ کو تعلیم کردیا پس وہ میرے علم کے دروازہ ہیں۔[۵]

۷۔ ابن عباس اور جابر انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے علیؑ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ یہ نیکوکاروں کے پیشوا اور کافروں کے قاتل ہیں جو ان کی مدد کرے خدا اوس کی مدد کرے گا جو ان کا ساتھ چھوڑے خدا اوس کا ساتھ چھوڑیگا۔ اس کو حضرت نے بلند آواز سے فرمایا پھر فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اوسکے دروازہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اسکو چاہیے کہ دروازہ سے آئے۔[۶] اس حدیث کو حدیث مدینہ علم کہتے ہیں اور اسکی سندیں بھی معتبر ہیں اور تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ ملا سلیمان بلخی حنفی نے ینابیع المودہ میں اسکو بہت سی سندوں سے بحوالہ کتب معتبرہ نقل کیا ہے۔

۸۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے خاص دیئے گئے اور دسویں حصے کو بھی وہ دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔[۷]

[۴] ینابیع المودہ باب ۳ صفحہ ۲۲ بحوالہ نہج البلاغہ ۱۲ منہ [۵] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۸ چھاپہ بمبئی بحوالہ موفق ابن احمد خوارزمی ۱۲ منہ [۶] ینابیع المودہ باب ۱۴ ذکر غزارت علم علیؑ صفحہ ۵۹ بحوالہ ابن مغازلی وصواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ ذکر فضائل علی صفحہ ۷۳ صرف حدیث مدینہ علم ۱۲ منہ [۷] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۷ بحوالہ در منظوم ۱۲ منہ

۹۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھکو معلوم ہے کہ کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی تحقیق کہ خداوند عالم نے مجھکو سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے لہ

۱۰۔ ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب خدا کے مطالب مجھ سے پوچھو کیونکہ ہر آیت کو میں جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر ٢ه

۱۱۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ کا علم خدا کے علم سے حاصل ہوا ہے اور حضرت علیؑ کا علم حضرت رسول اللہ کے علم سے اور میرا علم علیؑ کے علم سے اور میرا علم اور صحابہ کا علم حضرت علیؑ کے علم کے مقابل میں ویسا ہی ہے جیسے ایک قطرہ سات دریاؤں کے مقابل میں سے۔ ابن عباس بحر العلوم کہے جاتے ہیں اور خلیفہ دوم ان کو بدری صحابہ پر ترجیح دیتے تھے اور ان سے احکام پوچھا کرتے تھے اور یہ اہلسنت کے یہاں رئیس مفسرین ہیں۔

۱۲۔ خلیفہ دوم بیان کرتے ہیں کہ احکام قضاوت کو ہم لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور میں پناہ مانگتا ہوں ایسے مشکل مسئلہ سے جس کو حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں ٥ه ہر قاضی مفتی ہوتا ہے لیکن ہر مفتی قاضی نہیں ہو سکتا کیونکہ قاضی کا پایہ بلند تر ہے اور اوسکا علم وسیع تر۔ اسلئے جو قضاوت میں افضل ہوتا ہے وہ ہر علم میں افضل ہوتا ہے پس حضرت علی علیہ السلام کل صحابہ سے باقرار خلیفہ دوم کے ہر علم میں افضل تھے۔

۱۳۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غیب کے اسرار مجھ سے پوچھو کیونکہ انبیا اور مرسلین کے علوم کا میں وارث ہوں ٥ه

۱۴۔ عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات لغتوں یعنی سات زبانوں میں نازل ہوا ہے اور اس کے لئے ظاہر ہے اور باطن اور علی علیہ السلام اوسکے ظاہری معنی کو بھی جانتے ہیں اور باطنی معنی کو بھی ٦ه

سہ ۱۱ محرقہ ۵ صواعق نمبر ۲۵

لہ صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ذکر ثناء صحابہ وسلف درحق علی و ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۵۷ بحوالہ موفق بن احمد بروایت اعمش و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ نمبر حدیث ۶۰۴۱ بروایت ابن سعد ۱۲۔
٢ه صواعق محرقہ بہ نشان نمبر ۳ و ینابیع المودہ بہ نشان نمبر ۳ بحوالہ موفق بن احمد ۱۲۔ ٣ه ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵ بحوالہ کلبی یعنی محمد بن سائب مفسر ۱۲ ٤ه صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۷۶ چھاپہ مصر ۱۲۔
٥ه ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ بحوالہ درمنظوم مصنفہ ابن طلحہ حلبی شافعی ۱۲ منہ

اور فصل الخطاب میں ہے کہ اوس کے ساتوں لغتوں کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی اور علیؑ دونوں کو جانتے ہیں [۱]

علم قرآن اور جملۂ کمالات کے متعلق اہلبیت کا دعویٰ اور جلیل القدر علماء اہلسنت کی تصدیق اور اقرار

دعوائے اہلبیت ۱۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسوقت جبکہ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی (اوس کے دینی امور اور علوم اور کمالات میں) غالب گروہ ہم لوگ ہیں اور اس کے رسول کی عترت جو ان سے نزدیک تر ہیں ہم لوگ ہیں اور اون کے پاک اہلبیت ہم لوگ ہیں اور جن دو گرانقدر چیزوں کو میرے جد امجد نے اپنی امت میں چھوڑا ہے اُن میں سے ایک ہم لوگ ہیں اور ثانی کتاب خدا ہم لوگ ہیں جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور نہ تو باطل اوس کے آگے سے اوس کے پاس پھٹک سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے پس کتاب خدا کی تفسیر کا دار و مدار ہم لوگوں پر ہے اور ہم لوگ اوس کی تفسیر پر گمان [۲] نہیں رکھتے بلکہ اوس کے حقایق کا یقین رکھتے ہیں (ینابیع باب ۳ ص ۱۸ بقدر حاجت)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنب اللہ یعنی مقرب بارگاہ پروردگار اور اس کے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندے ہیں اور ہم لوگ مواریث انبیا اور علوم ربانیہ کے امین ہیں اور ہم لوگ حجت خدا اور ارکان ایمان اور ستون اسلام ہیں اور ہم لوگ رحمت خدا ہیں

---

[۱] ینابیع باب ۱۴ ص ۶۵ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ منہ۔ [۲] اہلبیت اور غیر اہلبیت کے علم میں یہی فرق ہے کہ حضرت حسنؑ علم القرآن کے متعلق گمان کی نفی فرمارہے ہیں اور یقین کا قطعی دعوی کررہے ہیں اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے کیونکہ آپ ہی زندگی تھے جن کے گھر میں قرآن اور علم قرآن اوتارا گیا اور جناب ابو بکر علم قرآن اور اسکی تفسیر کی صحت کا گمان بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ شک رکھتے تھے چنانچہ ان سے کلالہ کی تفسیر پوچھی گئی تو کہا کہ میں اپنی رائے سے ایک بات کہتا ہوں اگر صحیح ہو تو سمجھو کہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو سمجھو کہ میری طرف سے اور شیطان کیطرف سے ہے (تاریخ الخلفا فصل فیما ورد عن الصدیق من تفسیر القرآن ص ۶۹ چھاپہ مطبع مجیدی کانپور) تعجب ہے کہ ایک تو آپ نے صحیح و غلط کی تشخیص کو جاہل سائل پر محول کیا اور دوسرے شیطان کی رائے کو اپنی رائے کا متعارض اور ہم پلہ قرار دیا اور باوجود اس کے اوسکا صحیح معنی نہ بتایا بلکہ غیر والد و ولد کہکر چھوڑ دیا ۱۲ منہ

اوس کی مخلوقات پر اور خدا نے ہماری بدولت رحمت کا دروازہ کھولا اور ہماری وجہ سے اسکو ختم کریگا خلق کو ہدایت کرنے والے اور خدا کی طرف بلانے والے ائمہ ہم لوگ ہیں اور ہم لوگ شب تاریک کے لئے نور و ہدایت کے جھنڈے ہیں اور وہ بیرق ہیں جو حق کی پہچان کیلئے بلند کیا گیا ہے۔ جو شخص ہم لوگوں کا دامن پکڑے وہ حق تک پہونچ جائے گا اور جو جدا ہوا وہ دریائے ضلالت میں غرق ہوگا۔ ہم لوگ مبارک بندوں کو بہشت میں پہونچانے والے ہیں ہم لوگ خدا کی طرف جانے کے لئے راہ روشن اور صراط مستقیم ہیں اور ہم لوگ خدا کی نعمت ہیں جو اوس کی مخلوقات پر نازل کیگئی ہے اور ہم لوگ نبوت کی کان اور رسالت کی جگہہ اور ملائکہ کے آنے کے مقام ہیں اور ہم لوگ منہاج اور سراج ہیں اوس شخص کیلئے جو نورانی بننا چاہے اور ہم لوگ راہ (رستہ) اوس شخص کے لئے جو اوس پر روش کرنا چاہے اور ہم لوگ بہشت کی طرف ہدایت کرنے والے ائمہ اور اسلام میں محل اعتماد ہیں ہم لوگ وہ قنطرہ (یعنی پل) ہیں کہ جو اوس پر سے گذرے بہشت میں پہونچ جائے گا اور جو اس سے ہٹا وہ رٹ کر رہے گا اور ہم لوگ سنام اعظم (یعنی کوہ اسلام کی بہت اونچی چوٹی) ہیں۔ یا ہم لوگوں کا پایہ بہت اونچا ہے ہماری وجہ سے خدا اپنے بندوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور ہماری وجہ سے بارانِ رحمت سے لوگ سیراب کئے جاتے ہیں اور ہماری بدولت ان سے عذاب دفع کیا جاتا ہے پس جو شخص ہم لوگوں کو پہچانے اور ہمارے عدد کرے اور ہمارے حق کو پہچانے اور ہماری امامت کا اعتقاد کرے وہ ہم میں سے ہے اور ہماری طرف اسکی بازگشت ہے۔[1]

۳۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شجرۂ نبوت اور مقام نزول رسالت اور محلِ آمد و رفت ملائکہ اور معدنِ علم اور چشمۂ حکمت ہیں ناصر اور دوست ہم لوگوں کا رحمت خدا کا امیدوار ہے اور دشمن ہم لوگوں کا قہر خدا کا منتظر۔ (ینابیع المودہ باب ۳ آخر ص ۲۱ بحوالہ نہج البلاغہ)

علماء اہلسنت کی اجمالی تصدیق ثقلین اور اقرار

امام اہلسنت ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے قرآن اور اپنے اہلبیت کا نام ثقلین اس وجہ سے رکھا کہ ثقل ہر اوس نفیس اور قیمتی چیز کو کہتے ہیں جسکی حفاظت کیجاتی ہو اور یہ دونوں یعنی قرآن اور ذریت رسول ایسے ہی ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک

[1] ینابیع المودہ باب ۳ صفحہ ۱۹ بحوالہ فرائد السمطین حموینی بروایت جعفر صادق ع ۱۲ منہ

علوم لدنیہ اور اسرار و حکم عظیم القدر اور احکام شرعیہ کے معدن ہیں اسی وجہ سے حضرت نے ان کو اختیار کرنے اور ان کی پیروی کرنے اور ان سے علم حاصل کرنے پر لوگوں کو ترغیب اور تحریص کی ہے اور مقام شکر میں فرمایا ہے کہ شکر ہے اوس خدا کا جس نے ہم اہلبیت میں حکمت (علم و عمل) کو قرار دیا۔ **اور بعض علماء** کہتے ہیں کہ ان کا نام ثقلین اسوجہ سے رکھا کہ ان کے حقوق کی رعایت کا وجوب بہت ثقیل یعنی گراں اور تاکیدی ہے اور انمیں سے جن لوگوں کے حقوق کی رعایت کے متعلق ترغیب و تحریص کی گئی ہے وہی لوگ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے جاننے والے ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو حوضِ کوثر تک کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے اور موید اس کی وہ گذشتہ حدیث ہے جس میں حضرت نے فرمایا ہے لا تعلموھم فانھم اعلم منکم یعنی ان کو نہ سکھاؤ اسلئے کہ وہ تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں ؎ انتھی بقدر حاجت۔

امام اہلسنت محمد بن طلحہ لکھتے ہیں کہ کل آسمانی کتابوں کے کل اسرار قران میں ہیں اور جو کچھ قران میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بار بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بار بسم اللہ میں ہے وہ بار کے نقطہ میں ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بار بسم اللہ کا نقطہ ہوں ؎

شیخ علاء الدولہ سمنانی لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے لئے مسندِ قضاوت بچھا دیا جائے اور میں اوس پر بیٹھوں تو ہر آئینہ حکم کرونگا اہل توریت کے درمیان توریت سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہل قران کے درمیان قرآن سے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام خاتم رسل یعنی حضرت سرور عالم کے علوم میں اور انبیاء سابقین کی شریعتوں کے علوم میں کیسی جامعیت رکھتے تھے اور یہ جامعیت ان کتابوں کے پڑھنے سے نہ تھی بلکہ حضرت سرور عالم سے بوراثت پہونچی تھی اور یہ علوم خدا داد اور الہامات الٰہیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسانِ کامل ہی کیلئے حاصل ہوا کرتا ہے ؎

۱؎ حیات الحیوان لغت صقر ۱۲۔ ۲؎ صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اول آیت ۱۴ صفحہ ۹۰ چھاپہ مصر ۱۲۔
۳؎ ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۷ بحوالہ درمنظوم ابن طلحہ ۱۲۔ ۴؎ ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۸ بحوالہ شرح کبریت احمر ۱۲۔

محدث کامل محمد پارسائی بخاری فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبد الرحمن سلمی نے تاریخ مشائخ صوفیہ میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام اپنے کل اہلبیت میں اپنے کل اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور شیخ جنید نے کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو اگر لڑائیوں سے فرصت رہتی تو اون سے علوم ہم تک اس قدر پہونچتے جن کو قلوب اوٹھا نہ سکتے اور یہ حقائق اور علوم جو ہمارے دلوں کے اندر ہیں ان کے مالک حضرت سرور عالم کے بعد علی ہی ہیں۔ اور شرح تعرف میں ہے کہ باتفاق امت محمدی کل عارفوں کے سردار حضرت علی ہیں اور آپ نے ایک بات ایسی فرمائی ہے جس کو نہ آپ کے قبل کسی نے کہا نہ آپ کے بعد وہ یہ کہ آپ نے ممبر پر فرمایا کہ سَلُوْنِیْ فَاِنَّ مَا بَیْنَ جَنْبَیَّ عِلْماً جَمّاً ھٰذَا مَا زَقَّنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ زَقّاً زَقّاً یعنی مجھ سے پوچھو کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بہت زیادہ علم ہے جسکو مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھرایا ہے (جیسے طیور اپنے بچوں کو دانہ بھراتے ہیں) [۱] **بعض محققین** نے کہا ہے کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے مراد ابن سلام نہیں ہو سکتے کیونکہ نہ تو ان میں چاروں گذشتہ شرطیں موجود تھیں اور نہ ان سے وہ حقائق اور اسرار صادر ہوئے جو علی علیہ السلام سے ان کے خطبوں میں صادر ہوئے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنَّ بَیْنَ جَنْبَیَّ عُلُوْماً کَالْبِحَارِ الزَّوَاخِرِ یعنی قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ مجھ سے پوچھ لو کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان مثل زخار دریاؤں کے علوم موجزن ہیں۔ اور نہ ابن سلام سے وہ معارف اور تاویلات اور اسرار کتاب خدا ظاہر ہوئے جو حضرت علی علیہ السلام کی اولاد و ائمہ ہداۃ سلام اللہ علیہم سے صادر ہوئے ہیں۔

[۲] یہ بعض محققین اپنے ابتدائے بیان میں ذکر کر آئے ہیں کہ خدا نے حضرت سرور عالم کو مبعوث کیا اور انبیا اور اپنے بندوں سے ان پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کے لئے عہد و پیمان لیا پس جبکہ اس نے اپنے حبیب کی رسالت سے سعادت کبری اور ہدایت عظمی کا دروازہ عرب و قریش پر عموماً اور بنو ہاشم پر خصوصاً کھولا تو عقل یہ حکم کر رہی ہے کہ کتاب خدا کے کل اسرار کا عالم وہی ہو سکتا ہے جس میں چار باتیں پائی جاتی ہوں۔ ایک یہ کہ وہ بنو ہاشم سے ہو کیونکہ رسول اللہ سے نزدیک تر وہی ہیں دوسرے یہ کہ ہر وقت رسول ؐ کے پاس رہتا ہو اور ان کا پورا پیرو ہو تاکہ ان کے کل اعمال و اقوال سے آگاہ ہو تیسرے یہ کہ سب سے پہلے ایمان لا چکا ہو تاکہ ابتدائے وحی کے حالات اور اسرار رسالت سے پوری آگاہی رکھتا ہو۔ چوتھے یہ کہ اعمال جاہلیت (یعنی اخلاقی اور شرعی اور عقلی برائیوں) سے بچپن ہی سے منزہ اور پاک ہو [۳]

[۱] ینابیع باب ۱۴ صفحہ ۷۰ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ - [۲] تاکہ حضرت رسول کے اخلاق اور آداب سے آراستہ ہو اور حضرت کے رشید اولاد کے مثل ہو اور یہ چاروں شرطیں سوا علیؑ کے کسی دوسرے میں پائی نہیں جاتیں انتہی بقدر حاجت ۱۲
[۳] ینابیع باب ۱۴ صفحہ ۷۰ آخر بیان بعض محققین ۱۲-

اور علامہ جاحظ جیسے متعصب شخص نے لکھا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ علیؑ کیسے تھے بیٹھنے کی حالت میں کھڑے رہنے کی حالت میں مجمع میں تنہائی میں شرائع اور احکام میں حلال اور حرام میں دنیا کے اخبار میں قران کی تفسیر میں گذشتہ اور آئندہ واقعات کی خبروں میں اور یہ کل علوم یا تو حضرت رسول سے سیکھا تھا یا کشف جلی سے یا جفر سے یا خداوند عالم کے فیوضات اور عطایا سے۔ اور ابن عباس[للعہ] کیسے تھے جن کو لوگ کامل اور دریائے علوم کہتے ہیں اور عمر بن خطاب اون سے کہا کرتے تھے کہ غص یا غواص یعنی اے غوطہ لگانے والے دریائے علوم میں غوطہ لگاؤ۔ اور کہا کرتے تھے کہ ابن عباس کا دل سمجھنے والا اور زبان بولنے والی ہے۔ اور ابن عباس مسعود کہتے ہیں کہ قران کے اچھے مفسر ابن عباس ہیں۔ اور زید بن علی بن الحسین زبانِ بنی ہاشم تھے بلغاء ان کے در دولت پر حاضر ہوتے تھے اور علوم عربیت حاصل کیا کرتے تھے اور ان کی شاگردی کی وجہ سے کل خطیبوں سے فصاحت اور بلاغت میں بڑھ گئے تھے۔ اسی طرح لوگوں نے کہا ہے کہ بنو ہاشم (سب کے سب) سخی اور بزرگ اور بلند پایہ اور کامل اور صاحب زبان گویا تھے۔ میں نے یہ ایک مختصر بیان آل رسولؐ کے بارے میں تمھارے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ تم اس تھوڑے بیان کو بہت زیادہ کا نمونہ اور ایک قطرہ کو ایک تالاب کی دلیل سمجھو اور بعض سے کل کا پتہ لگاؤ اور جبکہ تم نے خود اون کی قدر و منزلت کو سمجھ لیا اور ان کے اعمال و طاعات کا مرتبہ معلوم کرلیا اور ان کے افعال اور مکارم اخلاق کی مقدار کا اندازہ کرلیا اور ان کے اصل کی خوبیوں اور نفیس انعامات اور بزرگ احسانات اور عبادات میں شدید محنتوں اور ابدی سعادتوں اور سرمدی برکتوں کے حاصل کرنے میں بلند ہمتوں کا پتہ لگالیا تو تم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تم پر خود ان کے

للعہ ابن عباس حضرت علی کے چچازاد بھائی اور شاگرد تھے جو کچھ علم حاصل کیا تھا حضرت ہی سے حاصل کیا تھا حضرت عمر پر جب مشکل وقت پڑتا تھا تو ابن عباس سے احکام پوچھا کرتے تھے۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم کا علم خدا سے ہے اور حضرت علی کا علم حضرت رسول کی علم سے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے اور میرے اور صحابہ کے علم کی نسبت بمقابل علی کے علم کے ویسی ہے جیسے ایک قطرہ کی نسبت سات دریاؤں کے مقابل میں

ینابیع المودۃ [illegible]

ذاتی حقوق کیا ہیں؟ سنو! بہت چھوٹی سی بات جو ہم پر اور تم پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ان کے فضائل کو بیان کریں اور جو باتیں ان کی شان کے منافی ان کی طرف نسبت دی گئی ہیں ان کو رد کریں (ینابیع باب ۵۳ صـ۱۳۵ بحوالہ رسالہ جاحظ ابصری)

علماء اعلام کی تفصیلی تصدیقیں

یہاں تک تو ائمہ معصومین اہلبیت حضرت سرور عالم کے فضائل اور کمالات کے متعلق اجمالی بیانات ذکر کئے گئے اب صرف دو جلیل القدر علماء اہلسنت کے مختصر بیانات ہر امام علیہ السلام کے متعلق جدا جدا ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اجمالی بیانوں کی مزید تاکید اور تقویت ہو جاے۔ امام اہلسنت ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور خواجہ محمد پارسا بخاری فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ ائمہ اہلبیت سے چوتھے صہ امام حضرت زین العابدین تھے آپ علم اور زہد اور عبادت میں اپنے آباء کرام کے وارث تھے۔ جب نماز کے لئے وضو کرتے تھے تو چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ جب کوئی سبب پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں اور ہر شب و روز میں ایک ہزار رکعت مستحبی نمازیں پڑھا کرتے تھے ؎ (امام اہلسنت زہری کہتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو علی بن الحسین علیہ السلام سے افضل نہ پایا ہر شب و روز میں ایک ہزار نمازیں پڑھا کرتے تھے اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو زین العابدین کہتے ہیں۔ جب نماز کے لئے وضو کرتے تھے تو صورت مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا جب کوئی سبب پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا نہیں جانتے کہ کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں۔ اور جب احرام باندھتے تھے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جسم مبارک لرزنے لگتا تھا اور لبیک کہنے پر قدرت

؎ اور وہ حقوق [illegible] صواعق محرقہ صـ۱۱۹ ۔ ۱۲

صہ تین امام یعنی حضرت علی علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک کے فضائل چونکہ ان لوگوں نے مفصل اور بہت زیادہ لکھے ہیں اس لئے بنظر اختصار ہم نے ان حضرات کے حالات کو نقل کرنا ترک کیا اور چوتھے امام سے ابتدا کی ہے ۱۲۔

باقی نہ رہتی تھی اور جب لبیک کہتے تھے تو غش کھا کر سواری سے گر پڑتے تھے[1]

ائمہ اہلبیت سے (پانچویں امام) حضرت محمد باقرؑ

عبادت اور علم اور زہد میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے دینی معرفتوں اور مذہبی احکام اور حکمتوں اور باریک مضامین کی حقیقتوں کے مخفی خزانوں کو اس قدر ظاہر فرمایا ہے جن سے انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو کور باطن اور بد طینت اور خبیث فطرت ہو۔ انھیں علمی خزانوں کو ظاہر کرنے کی وجہ سے آپ کو باقر العلم اور جامع العلم اور شاہر العلم اور رافع العلم کہتے ہیں۔ قلب آپ کا نورانی تھا علم اور عمل آپ کا پاک تھا نفس آپ کا طاہر تھا۔ اخلاق آپ کے شریف تھے۔ آپ اپنے اوقات کو عبادت خدا میں مشغول رکھتے تھے۔ اور مقامات عارفین میں آپ کے آثار اس قدر ہیں جن کو بیان کرنے سے بیان کرنے والوں کی زبانیں قاصر ہیں۔ اور سلوک اور معارف پروردگار کے متعلق آپ کی فرمائشیں اس قدر ہیں جن کے بیان کرنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے اور آپ کی شرافت اور بزرگی کو سمجھنے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے جابر انصاری کی زبانی آپ کو سلام کہلا بھیجا تھا۔[2] آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو شگافتہ کیا یعنی اوس کی بیخ و بنیاد کو سمجھا اور اوس کے مخفی مطالب کو معلوم کیا۔ آپ تابعی جلیل القدر اور امام بےنظیر تھے۔ آپ کے کمال اور جلالت قدر پر کل مسلمانوں کا اجماع ہے[3]

ائمہ اہلبیت سے (چھٹیں امام) حضرت جعفر صادق علیہ السلام

آپ سے علوم لوگوں نے اس قدر نقل کئے ہیں کہ دور دور کے لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے اور اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور آپ کے علم کا ڈنکا کل شہروں میں پٹا ہوا ہے۔ ائمہ اکابر (اہلسنت) نے آپ سے حدیثیں لی ہیں[4]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی

---

[1] ینابیع المودہ باب ۶۵ ص ۳۱۶ بحوالہ فصل الخطاب باختصار ۱۲ منہ [2] صواعق محرقہ ص ۱۲۰ بقدر حاجت ۱۲ منہ [3] ینابیع باب ۶۵ ص ۳۱۹ بحوالہ فصل الخطاب باختصار ۱۲ منہ [4] صواعق محرقہ ص ۱۲۰ بقدر حاجت ۱۲ منہ [5] لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ جناب صحیح بخاری نے خوارج نہروان کے سرغنہ عمران بن الحطان اور حریز جیسے مشہور ناصبی سے حدیثیں لی ہیں لیکن حضرت صادق آل محمد سے حدیثیں لینا انکو گوارا نہ ہوا ۱۲ منہ

جلالت قدر اور سیادت پر کل مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے۔ آپ اپنے کل قرآن پر فضیلت رکھتے تھے۔ دین میں بھرپور علم اور دنیا میں بہت زیادہ زہد اور خواہشات نفسانیہ سے کامل پرہیز اور حکمت میں کامل ملکہ رکھتے تھے۔ [۱]

ائمہ اہلبیت سے (ساتویں امام) حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ علم اور معرفت اور فضل و کمال میں اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے۔ آپ چونکہ بہت حلیم اور بردبار تھے اور لوگوں کے گناہوں کو زیادہ تر بخشدیا کرتے تھے اس وجہ سے آپ کو کاظم کہتے ہیں (کیونکہ لغت میں کظم کا معنی غصہ رو کنا ہے) آپ عراق میں باب الحوائج مشہور ہیں (اس لئے کہ آپ کی بارگاہ میں لوگوں کی حاجتیں بہت زیادہ پوری ہوتی ہیں) آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار اور صاحب علم اور سخی تھے [۲] آپ صالح عبادت گذار سخی۔ بُردبار جلیل القدر کثیر العلم تھے۔ آپ کو لوگ عبد صالح [ع] کہا کرتے تھے اور طلوع آفتاب سے دوپہر تک سجدہ میں رہا کرتے تھے [۳]

ائمہ اہلبیت سے (آٹھویں امام) حضرت علی رضا علیہ السلام

شرافت اور بزرگی آپ کی مشہور اور قدر و منزلت آپ کی بہت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے مامون رشید نے آپ کو اپنے قلب کی جگہہ پر قرار دیا اور اپنی لڑکی سے آپ کی شادی کردی۔ اور اپنی سلطنت میں آپ کو شریک کرلیا۔ اور امور خلافت آپ کے سپرد کردیئے۔ ابو حبیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت کے سامنے صیحانی [ع] خرمے رکھے ہوئے ہیں اون میں سے حضرت نے مجھے

---

[۱] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۱۹ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ [۲] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱ بقدر حاجت ۱۲ منہ [۳] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۲۱ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ [ع] حضرت امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت سرور عالم کے ساتھ ایک باغ کے پاس پہونچا تو خرمے کے ایک درخت نے دوسرے سے کہا کہ یہ نبی مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ ہیں پھر اوس دوسرے نے تیسرے سے کہا کہ یہ موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون ہیں پھر چوتھے نے پانچویں سے کہا کہ یہ نوح اور ابراہیم ہیں پھر پانچویں نے چھٹیں سے کہا یہ محمد سید المرسلین اور علی سید الوصیین ہیں حضرت سرور عالم یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ اسکا نام صیحانی ہے کیونکہ میری اور تمھاری فضیلت کو ایک نے دوسرے پکار کر بیان کیا ہے (صیحہ کا معنی پکارنا ہے) (مجمع البحرین) یہ حدیث بروایت جابر بطریق اہلسنت باختلاف قلیل بیان عصمت اہلبیت علیہم السلام صفحہ ۱۳۰ میں گذرچکی ہے ۱۲ منہ [ع] ۵ یکو کار بندہ

ایک مٹھی خرمے دیئے جو گنتی میں اٹھارہ تھے۔ میں نے اوس خواب کی یہ تعبیر کی کہ میں اٹھارہ سال زندہ رہوں گا۔ اوس کے بیس دن بعد حضرت امام رضا علیہ السلام جب مدینہ سے تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت اوسی مسجد میں اوسی جگہہ تشریف رکھتے ہیں جہاں حضرت سرورِ عالم تشریف رکھتے تھے۔ اور اُن کے سامنے صیحانی خرمے رکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے سلام عرض کیا تو حضرت نے جواب سلام کے بعد مجھ کو نزدیک بُلا کر ایک مُٹھی خرمے عطا کئے میں نے جو گنا تو پورے اٹھارہ عدد تھے میں نے عرض کیا کہ حضور کچھ اور مرحمت فرمائیں تو ارشاد فرمایا کہ اگر میرے جدّ بزرگوا زائد عطا فرمائے ہوتے تو میں بھی زائد دیتا۔[۱]

آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان کیا کہ زمانۂ حمل میں آپ کے حمل کی گرانی مجھے مطلق معلوم نہ ہوتی تھی اور میں جب سوتی تھی تو اپنے شکم سے تسبیح اور تحمید اور تہلیل کی آواز سُنا کرتی تھی۔ جب آپ متولد ہوئے تو ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور لبوں کو حرکت دینے لگے گویا کہ اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سرورِ عالم اور حضرت امیر المومنین علیہما السلام کو خواب میں دیکھا تو حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تمہارا یہ فرزند نور خدا سے دیکھے گا اور حکمت کے ساتھ گویا ہوگا۔ قول و فعل اس کا حق کے مطابق ہوا کریگا اور یہ کبھی خطا نہ کریگا۔ صاحب علم ہوگا جاہل نہ ہوگا۔ خدا نے اس میں علم اور حکمت کو بھر دیا ہے۔[۲]

ائمہ اہلبیت سے (نویں امام) حضرت محمد تقی علیہ السلام

(آپ کے علم اور فضل و کمال کے متعلق) ایک واقعہ یہ درپیش ہوا کہ حضرت امام رضا کی تہا دت کے ایک سال بعد جبکہ آپ نو سال کے تھے بغداد کی ایک گلی میں لڑکے کھیل رہے تھے اور آپ وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک مامون رشید بغرض شکا

---

[۱] صواعق محرقہ صـ ۱۲۳ بقدر حاجت ۱۲ منہ [۲] ینابیع باب ۶۵ صـ ۳۲۳ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ

[۳] اس واقعہ کو ملا مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے بھی وسیلۃ النجات میں لکھا ہے ۱۲ منہ

ہاتھ میں شکرا لیئے ہوئے وہاں پہونچ گیا۔ لڑکے سب بھاگ گئے لیکن آپ اپنی جگہہ پر ٹھہرے رہے۔ مامون نے پوچھا کہ اے بچے تم کیوں نہ بھاگے؟ آپ نے برجستہ فرمایا کہ راہ تنگ نہ تھی تاکہ میں کشادہ کر دیتا۔ میں نے کوئی قصور نہیں کیا تھا کہ ڈرتا۔ اور تیری طرف سے میں مطمئن تھا کہ بے قصور کو تکلیف نہ دیگا۔ یہ بات اوس کو پسند آئی اور پوچھا کہ تمھارا اور تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا میں محمد ہوں فرزند امام علی رضاؑ کا۔ اوس نے کہا کہ خدا رحمت نازل کرے تمھارے باپ پر اور چلا گیا۔ میدان میں پہونچکر شکرے کو تیتر پر چھوڑا وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور چونچ میں چھوٹی سی مچھلی زندہ لئے ہوئے واپس آیا جس سے مامون رشید کو بہت تعجب ہوا۔ اور واپس آیا دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کھڑے ہوئے ہیں اوس کو دیکھ کر بچے بھاگ گئے اور حضرت مثل پہلے کے کھڑے رہ گئے مامون مچھلی کو مٹھی میں لئے ہوئے تھا۔ حضرت سے پوچھا کہ اے صاحبزادے بتاؤ کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ (آپ نے بعلم غیب خداداد) ارشاد فرمایا کہ خدا نے اپنی قدرت سے دریاؤں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو سلاطین اور خلفاء کے شکرے شکار کرتے ہیں اور وہ اوس کے ذریعہ سے برگزیدگانِ اہلبیت مصطفیٰؐ کا امتحان کرتے ہیں۔ یہ سُن کر مامون نے کہا کہ حق ہے کہ تم امام رضاؑ کے فرزند ہو۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور نہایت درجہ عزت اور احترام اور بھلائی کرنے لگا۔ کیونکہ اس کم سنی ہی میں آپ کا فضل اور علم اور انتہاسے بزرگی اور آثار امامت اوس پر اچھی طرح ظاہر ہو گئے۔ اور اوس نے ارادہ کیا کہ اپنی لڑکی سے آپ کا عقد کر دے تو بنو عباسیہ نے مخالفت کی اور رائے یہ قرار پائی کہ علمائے وقت سے آپ کے علم کا پھر امتحان کرایا جائے تاکہ آپ اگر مغلوب ہو جائیں تو یہ نکاح نہ ہو سکے۔ چنانچہ قاضی یحییٰ بن اکثم جو اوس وقت بڑے علماء سے اور قاضی بغداد تھا اوس نے سوالات کئے اور حضرت نے جوابات معقول دیئے۔ پھر حضرت نے ایک سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکا۔ مامون نے کہا کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ باوجود اپنی کم سنی کے کل اہل فضل سے آپ علم اور حلم اور معرفت میں افضل ہیں تب آپ کو اختیار کیا ہے[1]

[1] صواعق محرقہ باختصار صفحہ ۱۲۳ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

ائمہ اہلبیت سے (دسویں امام) حضرت علی نقی علیہ السلام

علم اور سخاوت میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے ایک عورت نے اپنے سیدانی ہونے کا دعوےٰ کیا۔ متوکل عباسی نے اس کی تحقیق چاہی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی تحقیق امام علی نقی سے ہو سکتی ہے۔ اوس نے آپ کو بلایا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اس کو درندوں کے پاس چھوڑ دیا جائے اگر سیدانی ہوگی تو وہ ضرر نہ پہونچائیں گے۔ کیونکہ اولاد حسنینؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے یہ سُنکر اوس عورت نے اپنے جھوٹھ کا اقرار کیا۔ متوکل کے حاشیہ نشینوں نے اوس سے کہا کہ جو بات علی نقی نے کہی ہے اوس کا تجربہ خود انھیں پر کیا جائے۔ چنانچہ اوس نے تین درندے اپنے قصر کے صحن میں چھوڑ وا دیئے۔ اور حضرت کو درندوں کے پاس بھیجکر دروازہ بند کرا دیا۔ اور خود چھت پر چڑھکر تماشا دیکھنے لگا۔ درندے ڈکار رہے تھے لیکن جب حضرت اُن کے پاس تشریف لے گئے تو وہ چپ ہو گئے اور آپ کے قدموں پر منہ ملنے اور آپ کے گرد پھرنے لگے۔ اور حضرت اپنی آستین حائل کر کے اون پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر وہ درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے[۱]۔ آپ عبادت گذار اور فقیہہ اور امام تھے۔ آپ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار کے چچا جناب علی بن جعفر[۲] کے پاس تشریف لائے۔ وہ بغرض تعظیم و احترام کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ اُن کے باپ کے چچا ہو کر اون کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑکر فرمایا کہ جب خدا نے اس سفید داڑھی کو امامت کیلئے تجویز نہ کیا تو اگر یہ اُن کی امامت کا اقرار نہ کرے تو ہم اوس کو جہنم کا مستحق سمجھتے ہیں۔

---

۱ صواعق محرقہ باختصار صفحہ ۱۲۴ اور اس واقعہ کو مولوی عبداللہ صاحب امرتسری نے بھی ارجح المطالب میں حضرت کے حال میں لکھا ہے ۱۲ منہ ۲ ینابیع صفحہ ۳۲۴ باب ۶۵ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ منہ للعفہ جناب علی بن جعفر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے جلیل القدر صاحبزادے اور عالم عظیم المنزلت اور فقیہہ اور محدث تھے۔ کتب حدیث میں آپ سے حدیثیں بہت زیادہ نقل کی گئی ہیں۔ جن کو آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

ائمہ اہلبیت سے گیارہویں امام حسن عسکری[۱] علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد میں آپ سب سے زیادہ جلیل القدر تھے۔ ایک مرتبہ بہلول دانا نے آپ کی کم سنی کے زمانہ میں دیکھا کہ کچھ بچے (اخروٹ اور بادام سے) کھیل رہے ہیں اور آپ وہاں کھڑے رو رہے ہیں[۲] (بہلول آپ کو پہچانتے نہ تھے) سمجھے کہ (اخروٹ اور بادام) جو بچوں کے ہاتھوں میں ہیں آپ کے پاس چونکہ نہیں ہیں اسی وجہ سے آپ رو رہے ہیں۔ کہا کہ اے صاحبزادے تمھارے کھیلنے کے لئے بھی اخروٹ اور بادام خرید دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے کم عقل ہم لوگ کھیلنے کیلئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔ بہلول نے پوچھا کہ پھر کس لئے پیدا کئے گئے؟ فرمایا کہ علم اور عبادت کیلئے۔ کہا کہ یہ کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا کہ کلام پروردگار سے۔ ارشاد فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ یعنی کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں نے تم لوگوں کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم میرے پاس پلٹ کر نہ آؤ گے۔ بہلول نے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں تو آپ نے چند شعر نصیحت آمیز[۳] پڑھے اور غش کھا کر گر گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو بہلول نے کہا کہ اے صاحبزادے آپ کیوں اس قدر متاثر ہوتے ہیں آپ تو بچے ہیں آپ کیلئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا چپ رہو اے بہلول۔ میں نے اپنی مادر گرامی کو دیکھا ہے کہ جب بڑی لکڑیاں آگ نہیں پکڑتیں تو پہلے چھوٹی لکڑیوں کو جلاتی ہیں۔

---

[۱] آپ کو عسکری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ سامرہ میں تشریف رکھتے تھے اور سامرا کو لشکر گاہ ہونے کی وجہ سے عسکریہ کہتے تھے ۱۲ منہ [۲] بعد کے مضامین سے معلوم ہوگا کہ رونا آپ کا بچوں کے کھیلنے پر بنظر عبرت و افسوس تھا نہ اس وجہ سے کہ آپکے پاس کھیلنے کی چیزیں نہ تھیں اور آپ کھیل میں شرکت کرنے تھے ۱۲ منہ [۳] وہ اشعار یہ ہیں

اَرَی الدُّنْیَا تُجَهِّزُ بِانْطِلَاقٍ مُشَمِّرَةً عَلٰی قَدَمٍ وَّسَاقٍ فَلَا الدُّنْیَا بِبَاقِیَةٍ لِّحَیٍّ وَّلَا حَیٌّ عَلَی الدُّنْیَا بِبَاقٍ
کَاَنَّ الْمَوْتَ وَالْحِدْثَانَ فِیْهَا اِلٰی نَفْسِ الْفَتٰی فَرَسَا سِبَاقٍ فَیَا مَغْرُوْرُ بِالدُّنْیَا رُوَیْدًا وَّمِنْهَا خُذْ لِنَفْسِكَ بِالْوَثَاقِ

دیکھ رہا ہوں دنیا کوچ کر چلنے پر آمادہ ہے۔ دامن اپنا قدم اور پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لیا ہے۔ پس نہ دنیا کسی زندہ کیلئے باقی رہنے والی ہے اور نہ کوئی زندہ دنیا میں باقی رہنے والا ہے۔ گویا کہ موت اور آفتیں اس دنیا میں گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں جو جوانوں کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں پس اے دھوکا کھانیوالو دنیا سے دنیا کو چھوڑ دو اور اس دنیا سے بھروسے کی کوئی چیز آخرت کیلئے لیلو

میں ڈرتا ہوں کہ جہنم کی چھوٹی لکڑی کہیں میں نہ قرار دیا جاؤں۔ (بہلول نے) کہا کہ اے صاحبزادے میں آپ کو عاقل پاتا ہوں کچھ اور موعظہ کیجئے۔ آپ نے پھر کچھ اشعار پڑھے۔ یہاں تک کہ بہلول غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ کو نہ پایا۔ لڑکوں سے پوچھا کہ یہ صاحبزادے کون تھے۔ بچوں نے کہا کہ تم نے نہ پہچانا یہ حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد سے ہیں۔ بہلول نے کہا کہ البتہ ایسی معرفت کسی دوسرے گھرانے میں نہیں ہوسکتی[1]

ائمہ اہلبیت سے (بارہویں امام) حضرت حجت آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ

آپ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے۔ لیکن اوسی زمانہ میں خداوند عالم نے آپ کو دز یور حکمت یعنی علم سے آپ کو آراستہ کر دیا تھا۔ اور آپ کو قائم منتظر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نظروں سے غائب ہیں[2]۔ لوگوں نے کہا ہے کہ خدا نے بچپن ہی میں آپ کو حکمت اور علم قضاوت عطا کیا تھا۔ اور اہل عالم کیلئے اپنی نشانی قرار دی تھی۔ جس طرح حضرت یحیٰی کیلئے فرمایا ہے کہ یا یحیٰی خذ الکتاب بقوۃ وآتیناہ الحکم صبیاً یعنی اے یحیٰی کتاب کو پوری طرح سے اختیار کرو اور دیا میں نے علم قضاوت یحیٰی کو بچپن ہی میں۔ اور حضرت عیسیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے قالو کیف نکلم من کان فی المھد صبیاً یعنی یہودیوں نے کہا کہ ہم لوگ گود کے بچے سے کیا گفتگو کریں۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے گود ہی میں اون سے گفتگو کی۔ (مقصود یہ ہے کہ جو حالت بچپن میں حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تھی وہی حالت حضرت حجت صلوات اللہ علیہ کی تھی) اور خدا نے آپ کی عمر کو اوسی طرح طویل کیا جیسے حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام کی عمر کو[3]۔ واضح ہو کہ ہم نے ان حضرات کی فضیلتوں کو دونوں کتابوں سے تھوڑا تھوڑا بقدر حاجت نقل کیا ہے۔ جو صاحب تفصیلی فضائل و کمالات ملاحظہ کرنا چاہیں وہ صواعق محرقہ

---

[1] صواعق محرقہ ص ۱۲۴ باضافۂ قلیل۔ ہم نے اس واقعہ کو مرشد امت جلد اول میں ازحج المطالب و روضۃ الراجین سے مع اشعار کے مفصل لکھا ہے ۱۲ راحت حسین [2] صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ۱۲ منہ

[3] ینابیع باب ۶۵ ص ۳۲۵ بحوالہ فصل الخطاب باختصار ۱۲ منہ

ینابیع المودہ۔ وسیلۃ النجات وغیرہ کو یا ہماری کتاب مرشد امت جلد اول کو ملاحظہ کریں جس میں ہم نے اہل سنت کی چند کتابوں سے بہت کچھ تذکرے آنحضرت کے فضائل و مکارم و معجزات کے جمع کر دئیے ہیں نتائج گیارہویں اور بارہویں دونوں مقدموں یعنی عصمت اور علوم و کمالات و مکارم اہلبیت علیہم السلام کے گذشتہ تفصیلی بیان سے چند نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ جو تفسیر قران مقدس میں بہت زیادہ دخل رکھتے ہیں اور تفسیر کے مطالعہ کے وقت اون کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) اہلبیت علیہم السلام اور کل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر عمر تک کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے معصوم اور کل عیوب اور نقائص خلقی و خُلقی سے پاک تھے۔ نہ کوئی گناہ ان سے عمداً صادر ہو سکتا تھا نہ سہواً اور نسیاناً اور صادر نہ ہونا ان کا اختیاری امر تھا اس میں مجبور نہ تھے۔

(۲) یہ حضرات علوم سرورِ عالم اور علوم جملہ انبیاء اور علوم قران و جملہ کتبِ سماویہ کے مثلِ حضرت سرورِ عالم کے جامع تھے۔

(۳) علوم ان کے افاضات اور الہامات آلٰہیہ اور تعلیمات نبویہ سے حاصل ہوئے تھے۔

(۴) کل مکارمِ اخلاق کے جامع تھے۔

(۵) حضرت سرورِ عالم نے ان کو بہت سے ایسے علوم بھی تعلیم کئے تھے جن کو قبل از وقت اور اپنے عصر میں غیر ضروری اور غیر محتاج الیہ سمجھ کر حضرت نے دوسروں کو تعلیم نہیں فرمائے تھے۔ وہ علوم ان کے پاس امانت اور مخزون تھے جنکو رفتہ رفتہ اوقاتِ حاجت میں آنحضرت نے بیان فرمائے ہیں۔

(۶) یہ حضرات علوم و کمالات میں کل امّت محمدیہ سے خواہ وہ صحابہ ہوں یا غیر سب سے اعلم اور افضل تھے

(۷) کل امت کو خدا و رسولؐ نے ان سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا کیونکہ عصمت اور علم اور عمل نے ان کو بے خطاء اور واقع بین اور حق رس بنا دیا تھا اور ہر طرح سے احکامِ خدا اور اوس کی مرضی اور مطلوب اور پسندیدہ چیزوں کے لئے یہ حضرات مرآۃ اور آئینہ تھے اور حق ان کے ساتھ تھا اور یہ حق کے ساتھ۔ قول اور فعل میں ہرگز حق سے جُدا نہیں ہو سکتے تھے اور نہ خطا کرنا ان کی شان سے تھا۔

(۸) کل امّت علوم میں ان کی طرف محتاج تھی اور یہ کسی کے محتاج نہ تھے۔

(۹) ان کی پیروی میں نجات ہے اور ان سے علیحدگی میں ہلاکت اور گمراہی۔ اسلئے انھیں کا قول اور فعل حجت ہے اور دوسروں کا قول اور فعل بے اعتبار۔

(۱۰) ان کا مدمقابل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا خواہ وہ صحابہ ہوں یا دوسرے۔

(۱۱) یہ حضرات خدا کے خالص مطیع اور فرمانبردار بندے تھے اور ان کے کل حرکات و سکنات خدا کے ارادوں کے مطابق ہوا کرتے تھے۔

(۱۲) ان کا اور ان کے علوم کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا اور قیامت تک پیدا ہونیوالے جن والنسان پر یہ حجت خدا ہیں اور ان کی پیروی اون پر واجب ہے اور ان سے علوم حاصل کرنے کا اون کو حکم خدا و رسول ہے۔

(۱۳) قران مجید قران ساکت و صامت اور بیان کرنے والے کی طرف محتاج ہے اور غلط راہ پر چلنے والوں اور اوس کا غلط معنی و مطالب لگانے والوں کو روک نہیں سکتا۔ اور یہ حضرات قرانِ ناطق ہیں اور خطاکار کو راہ خطا سے روک سکتے اور غلطی پر متنبہ کرسکتے ہیں۔ نہ ماننے والے نہ مانیں یہ اون کا فعل ہے۔

(۱۴) یہی لوگ ہادی برحق اور اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا کے مصداق ہیں جو حق سے کسی کو جدا نہیں کرسکتے اور باطل اور ہلاکت میں ڈال نہیں سکتے اور مخالف ان کے گمراہ اور گمراہ کن اور اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ کے مصداق ہیں جو حق سے بالکل کنارے اور باطل کے ہم آغوش ہیں۔ جو اپنی پیروی کرنے والوں کو اپنے ساتھ وہاں لیجائیں گے جو جگہ اون کے ضلالت اور اضلال کی وجہ سے اون کیلئے مہیا کی گئی ہے۔

پس تفسیر قران اور علوم دینیہ میں سوائے اہلبیت حضرت سرورِ عالم کے کسی دوسرے کی ذاتی رائے حجت اور معتبر نہیں ہے اور نہ خدا کی بارگاہ میں قابلِ سماعت اور لائق قبول۔

واضح رہے کہ میں نے جو حدیثیں ینابیع المودۃ اور ارجح المطالب اور وسیلۃ النجات وغیرہ سے نقل کی ہیں یا آئندہ نقل کروں گا وہ صاحبانِ کتاب کی ذاتی رائیں نہیں ہیں بلکہ حدیثیں ہیں جن کو ان لوگوں نے معتبر کتابوں کا حوالہ دیکر نقل کیا ہے اسلئے ان حدیثوں کے اعتبار کی دو قوی وجہیں موجود ہیں۔ ایک خود ان جلیل القدر سُنّی عالموں کا اون کو قبول کرلینا۔ دوسرے اون گرامی منزلت سُنّی علماء کا قبول کرلینا جن کی کتابوں سے اونھوں نے نقل کیا ہے۔

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ میں بھی ضعیف حدیثیں موجود ہیں اور صحیح حدیثوں کو دوسرے ائمہ نے بھی جمع کیا ہے۔ اور امام مسلم کہتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ جن حدیثوں کو ہم نے نہیں لکھا ہے وہ ضعیف ہیں۔ اور بخاری اور مسلم نے جن صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا تھا اون کو امام حاکم نے مستدرک میں جمع کر دیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کو مسلم اور بخاری نے نہیں لکھا ہے۔ (مقدمہ شرح فارسی مشکوٰۃ مطبوعہ اعظم المطابع جونپور ص ۱۶) اگر کسی امر کا صحاح ستہ میں نہ ہونا اوس کی بے اعتباری کا سبب ہو سکتا ہو تو صحاح ستہ میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ صاحبان صحاح ستہ ناصبی یا خارجی نہ تھے۔ اس لئے اون کا ناصبی یا خارجی نہ ہونا بھی ماننے کے لائق نہ ہونا چاہئے۔

تئیسواں مقدمہ

قران کی جامعیت اصول دین اور فروع دین کے احکام اور اون کے قواعد اور اخلاق اور قصص و حکایات اور بندوں کے حاجت کی چیزیں اور گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سب قران میں موجود ہیں جن کی پوری تفصیل کو سوا اہلبیت عصمت و طہارت کے اور بعض اون لوگوں کے جن کو ان حضرات نے تعلیم کئے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سورۂ انعام پارہ ۷ آیت ۵۹) یعنی کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن میں مذکور نہ ہو۔

بطریق شیعہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ اعطیت جوامع الکلم (مجمع البحرین ذکر لغت جمع) یعنی مجھ کو ایسی کتاب دی گئی ہے جو اپنے مختصر الفاظ میں کل باتوں کو جمع کئے ہوئے ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے قران میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں واللہ خداوند عالم نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز قران میں نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خدا نے تمھارے نبی پر انبیاء کو ختم کیا اون کے بعد کبھی بھی نبی نہ ہوگا۔ اور تمھاری کتاب (قران) پر کتابوں کو ختم کیا اسکے بعد کوئی کتاب کبھی نازل نہ ہوگی۔ اور اس میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ اور تمھاری پیدائش اور آسمان اور زمین کی پیدائش اور تم سے پہلے کی خبریں اور تمھارے زمانہ کے احکام اور تمھارے بعد کی خبریں اور

بہشت اور دوزخ کے حالات اور تمھارا آخری انجام سب کو بیان کر دیا ہے۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں دو آدمی آپس میں اختلاف کریں اور اوس کیلئے کوئی قاعدہ قران میں نہ ہو لیکن تمھاری عقلیں اوس تک پہونچ نہیں سکتیں [۱] حضرت امام حسن کو شرمندہ کرنے کے لئے معاویہ نے اون سے پوچھا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی ہر ترا ور خشک چیز قران میں موجود ہے تو یہ بتائیے کہ میری اور آپ کی ڈاڑھی کا ذکر کس آیت میں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (سورۂ اعراف آیت ۵۸ پارہ ۸) یعنی پاک زمین میں خدا کے حکم سے گھانس بھرپور نکلتی ہے اور خبیث اور بُری زمین میں بہت تھوڑی جہاں تہاں نکلتی ہے۔ حضرت کی ڈاڑھی گھنی تھی اور معاویہ کی ڈاڑھی کوسج تھی یعنی بال اوس میں کہیں کہیں تھے اور بہت کم۔ یہ جواب سُن کر معاویہ بہت شرمندہ ہوا اور اہل جلسہ کی نگاہوں میں خفیف اور ذلیل (تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ذیل تفسیر آیت مذکورہ ص ۵۴۸)۔

بطریق اہلسنت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب بہت سے فتنہ برپا ہونے والے ہیں۔ پوچھا گیا کہ اون سے نجات دینے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا کتاب خدا جس میں تم سے پہلے کی خبریں ہیں اور تمھارے بعد کی اور تمھارے زمانہ کے احکام [۲]۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا نے کل ایک سو چار کتابیں نازل کیں اور اُن سب کے علوم کو چار کتابوں میں جمع کیا ۱۔ توریت ۲۔ انجیل ۳۔ زبور ۴۔ فرقان۔ اور سابق تینوں کتابوں کے مضمون کو فرقان (قران) میں جمع کر دیا [۳] شافعی کہتے ہیں کہ دینی ہر واقعہ کی دلیل قران میں موجود ہے [۴]۔ عبد اللہ بن عباس جنھوں نے علوم قران حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کئے تھے بیان کرتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی عقال (یعنی چھان) گم ہو جائے تو میں اوس کا پتہ بھی قران ہی سے لگاؤں گا [۵]

---

[۱] فصول المہمہ مصنفہ حر عاملی علیہ الرحمۃ ابواب کلیات متعلق اصول فقہ۔ باب ۸ ص ۶۱ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

[۲] تفسیر اتقان علامہ سیوطی جلد ۲ نوع ۶۵ ص ۱۲۵ بحوالہ ترمذی وغیرہ [۳] اتقان بہ نشان بالا ۱۲ منہ

[۴] اتقان بہ نشان بالا ۱۲ منہ [۵] اتقان بہ نشان بالا ص ۱۲۶ ۱۲ منہ

بعض لوگوں نے حضرت سرورِ عالم کے عمر کے سنوں کا شمار وَلَن یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا سے نکالا ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ منافقون میں مذکور ہے اور منافقون ترسٹھواں سورہ ہے اور حضرت کی عمر بھی ترسٹھ سال تھی[۱]۔ ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر قران میں نہ ہو۔ اور ابن برہان کہتے ہیں کہ ہر چیز یا تو قران میں خود مذکور ہے یا اوس کے لئے کوئی قاعدہ مذکور ہے خواہ وہ قاعدہ اوس سے قریب ہو یعنی خاص اوسی قسم کے لئے ہو یا دور ہو یعنی عام ہو جس سے بہت سی چیزوں کے احکام نکالے جا سکتے ہوں جس نے اوس قاعدہ کو سمجھا اوس نے اوس چیز کے حکم کو سمجھا اور جس نے اوس قاعدہ کو نہ سمجھا وہ اوس چیز کے حکم میں بھی حیران و سرگرداں رہا[۲]۔ صرفی۔ نحوی۔ لغوی۔ فلسفی۔ نجومی۔ ریاضی۔ مورخ۔ اصولی۔ فقیہ۔ طبیب۔ غرض ہر فن والوں نے اپنے فن میں قران سے مطالب لئے ہیں اور فائدہ اوٹھایا ہے[۳]۔

پچوبیسواں مقدمہ

قران کے لئے ظاہر ہے اور باطن

فریقین کی متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات قران مجید کے لئے ظاہری معانی ہیں اور باطنی جن کو تاویل بھی کہتے ہیں اور یہ کہ مصادیق[ع] ان آیات کے صرف ایک زمانہ کے لوگ نہیں ہیں بلکہ تدریجی ہیں یعنی جن لوگوں پر ان آیتوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جو لوگ ان آیتوں کے تحت میں داخل ہیں اور خطابات پروردگار اون کو شامل ہیں وہ زمانۂ نزولِ قران سے قیامت تک کے لوگ ہیں۔ اور یہ کہ ان باطنی معانی کو سوا خداوند عالم الغیوب اور حضرت سرورِ کائنات اور اون کی عترت طاہرہ کے کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ لیکن وہ شخص جس کو انھیں حضرات نے تعلیم کیا ہو۔

---

[۱] اتقان جلد ۲ نوع ۶۵ صفحہ ۱۲۶ [۲] اتقان بہ نشان بالا صفحہ ۱۲۶ ۱۲ منہ [۳] اتقان بہ نشان بالا۔ ۱۲ منہ

[ع] مصادیق جمع ہے مصداق کی اور مصداق اُسکو کہتے ہیں جسپر کوئی معنی مطابق ہو۔ جیسے انسان کے معنی کے مصداق اشخاص یعنی۔ زید۔ عمرو۔ بکر وغیرہ ہیں یا اوس پر کوئی لفظ مطابق ہو جیسے لفظ زید کا مصداق اوس کی ذات ہے ۱۲ منہ

حدیثیں بطریق شیعہ (منتخب از تفسیر مرآۃ الانوار مصنفہ مولانا عبد اللطیف گازرونی ص۳۰۴ فصل ۱) ح۱ جابر انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بیان فرمایا۔ پھر اوسی کی تفسیر پوچھی تو دوسرا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں آج سے پہلے میں نے آپ سے اسی آیت کی تفسیر پوچھی تھی تو آپ نے دوسرا جواب فرمایا تھا تو ارشاد فرمایا کہ اے جابر قرآن کے لئے باطنی معنی ہے اور اوس باطنی معنی کے لئے بھی دوسرا باطنی معنی ہے اور ظاہری معنی ہے اور اوس ظاہری معنی کیلئے بھی دوسرا ظاہری معنی ہے۔ اے جابر تفسیر قرآن سے بڑھکر کوئی دوسری چیز لوگوں کی عقلوں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ کچھ آیتیں[۵] ایسی بھی ہیں جنکا شروع کسی چیز کے متعلق ہے اور آخر کسی دوسری چیز کے متعلق۔ حالانکہ وہ ایک کلام ہے جو کئی معنی پر محمول ہوتا ہے۔

مولانا عبد اللطیف اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ چند چیزوں کو بتا رہا ہے ع۱ یہ کہ تاویلیں ایسی بھی ہیں جن کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں معنی ہیں ع۲ یہ کہ ایک ہی آیت میں تاویلیں متعدد بھی ہیں ع۳ یہ کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ ایک آیت کے ابتدائی حصہ سے ایک چیز مقصود ہو اور آخری حصہ سے دوسری چیز ع۴ یہ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک آیت کے ابتدائی حصہ سے اوسکا ظاہری معنی مقصود ہو اور اوس کے آخری حصہ سے باطنی معنی۔ یا اوس کا الٹا۔ پس اگر ان قسموں میں سے کسی ایک کی تفسیر اہلبیت علیہم السلام کی فرمائشوں میں دیکھو تو تعجب نہ کرنا۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تنزیل اور تاویل کو اور پوچھنے والوں اور سننے والوں کے مناسب

---

۵ علامہ سیوطی نے مثال میں اس قسم کی کئی آیتیں لکھی ہیں جیسے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ آیت باوجود ایک کلام ہونے کے مِنَ الصَّلٰوۃِ تک نماز سفر کے متعلق ہے اور اِنْ خِفْتُمْ سے آخر تک نماز خوف کے متعلق۔ اور اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ یہ آیت بظاہر ایک متکلم کا کلام معلوم ہوتی ہے حالانکہ اذلۃ تک کلام بلقیس ہے اور اوس کے بعد کلام پروردگار۔ اور مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ یہ آیت بھی بظاہر ایک متکلم کا کلام معلوم ہوتی ہے حالانکہ مرقدنا تک کفار کا کلام ہے اوس کے بعد ملائکہ کا۔ (اتقان جلد ا نوع ۲۹ صـ۹۲) ۱۲۔

حال کو خوب جانتے تھے اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ قران مجید کی آیتیں بہت سے پہلو رکھتی ہیں پس چاہئے کہ اون کو بہتر پہلو (اور مناسب حال معنی) پر محمول کرو۔ اور اس کی تائید اوس حدیث سے ہوتی ہے جس کو کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں نقل کیا ہے۔ کہ عمر بن یزید نے انھیں حضرت سے کلام پروردگار اَلَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت رحم آل محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کبھی تمھارے اہل قرابت بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ پس تم لوگوں میں نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی امر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ع۲ فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق سے اسی آیت (مذکورہ ملہ) کی تفسیر پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قران کی ہر آیت کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور ہر لفظ کیلئے ایک حکم ہے جس کے جاری ہونے کی جگہیں جدا جدا ہیں ع۳ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عبد الرحیم قصیر سے لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا! کہ حضرت علی علیہ السلام ہادی تھے اور ہادی ہم ہی اہلبیت سے ہوا کرتا ہے تو عبد الرحیم نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں بس اس بنا پر آپ بھی تو ہادی ہیں۔ حضرت نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ دیکھو قران زندہ ہے مر نہیں سکتا اور آیتیں بھی زندہ ہیں مر نہیں سکتیں۔ اگر آیتیں خاص قوموں کے حق میں نازل ہوتیں اور اوکھیں کے ساتھ خاص ہوتیں تو اون کے مرجانے پر آیتیں بھی مرجاتیں (یعنی اون کا کوئی مورد اور محل باقی نہ رہتا اور اون کے احکام کے جاری ہونے کا زمانہ ختم ہو جاتا اور قران بیکار ہو جاتا) لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اوس کے احکام جیسے اگلوں کے حق میں جاری تھے اون کے بعد والوں پر بھی جاری رہینگے۔

یہ **حدیث** صاف بتارہی ہے کہ قران مقدس کے احکام ہر زمانہ کے لوگوں کو ایک طرح سے شامل ہیں اور سب پر ایک عنوان سے جاری ہیں ع۴ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تفسیر قران سات طرح پر ہے۔ بعض صورتیں اوس کی گذر چکیں اور بعض باقی ہیں اور ان کل صورتوں کو ہم (ائمہ اہلبیت جانتے ہیں ع۵ حضرت امام جعفر صادق ع نے اپنے آبا، کرام کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت فتنے تم پر اندھیری رات کی طرح چھا جائیں اور دنیا کو تمھاری نگاہ میں

ملہ یعنی اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ صلۂ رحم اور حُسن سلوک کرنیکے لئے نازل ہوئی ہے ۱۲ منہ

اندھیر کردیں تو تم قرآن کو اختیار کرو کیونکہ وہ ایسا شافع مشفع ہے یعنی اچھی راہ بتانے والا ہے جس کی رہنمونی جحت اور مقبول ہے۔ آگے چل کر فرمایا کہ اوس کے لئے ظاہری معنی ہیں اور باطنی۔ پس ظاہر اوس کا حکم ہے اور باطن اوس کا علم۔ ظاہر اوس کا اچھا ہے اور باطن اوس کا گہرا اور اوس کے لیئے حدیں ہیں اور اون حدوں پر حدیں ہیں۔ اوس کے عجائبات شمار سے باہر ہیں اور اوس کی نفاستیں کُہنہ ہونے والی نہیں ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی تفسیر سات طرح پر ہے بعض صورتیں اوس کی گذر چکیں اور بعض باقی ہیں (مرآۃ الانوار) ۶۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کے لیئے ظاہر ہے اور باطن۔ اور اوس باطن کے لئے بھی باطن ہے سات باطن تک (تفسیر صافی مقدمہ ۴)

حدیثیں بطریق اہلسنت ۱۔ نقاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ جو کچھ تفسیر میں نے سیکھی حضرت علی بن ابی طالبؑ سے سیکھی۔ اور قرآن سات حرفوں (یعنی محاوروں) میں نازل ہوا ہے اور ہر حرف کے لئے ظاہری معنی ہے اور باطنی اور حضرت علیؑ ظاہری اور باطنی دونوں کو جانتے ہیں۔ ۲۔ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؓ کے پاس ظاہری اور باطنی دونوں کا علم ہے۔ ۳۔ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا۔ اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور ہر حرف کیلئے ایک حد (یعنی حکم) ہے اور مطلع (یعنی جاری ہونے کا محل اور مقام۔ ۴۔ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی اور علی بن ابی طالب علیہ السلام دونوں کو جانتے ہیں۔ ۵۔ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور علیؑ کے پاس قرآن کے ظاہری معنی کا بھی علم ہے اور باطنی معنی کا بھی۔ ۶۔ حضرت علیؑ نے ابن عباس سے فرمایا کہ القرآن حمال ذو وجوہ یعنی قرآن بہت سے معانی پر محمول ہوتا ہے (اتقان جلد ا نوع ۳۹ صفحہ ۱۴۲)۔

۱؎ الشفاعۃ۔ السّؤالُ فِی التَّجاوُزِ عَنِ الذُّنوبِ وَالجَرائِمِ وَرُبَّما یُطلقُ عَلیٰ مُطلقِ السُّؤالِ لِلغَیرِ وَالدَّلالۃِ اِلَی الشَّرِّ وَالخَیرِ ۱۲ مرآۃ الانوار ۲؎ مرآۃ الانوار صفحہ ۴ بحوالہ تفسیر نقاش ۱۲ منہ ۳؎ مرآۃ الانوار صفحہ ۵ بحوالہ احیاء العلوم مصنفہ غزالی و حلیۃ الاولیاء مصنفہ حافظ ابو نعیم ۱۲ منہ ۴؎ کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۲۸ بحوالہ الطبرانی در کبیر بروایت ابن مسعود ۱۲ منہ ۵؎ ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۶۰ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ منہ ۶؎ ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۷۵ بحوالہ الحموینی ۱۲ منہ۔

نتیجہ کلام۔ فریقین کی ان مذکورہ حدیثوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ **ایک یہ** کہ قران کے لئے ظاہری اور باطنی دو معنی ہیں بعض آیتوں کا ظاہری معنی اہلبیت حضرت سرورِ عالم سے تعلق رکھتا ہے اور باطنی معنی دوسروں سے۔ اور بعض آیتوں کا باطنی معنی اہلبیت سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہری معنی دوسروں سے۔ اور بعض کا ظاہری اور باطنی دونوں اہلبیت سے تعلق رکھتا ہے اور بعض کا دونوں معنی دوسروں سے۔ اسلئے اگر کسی ایسی آیت کا تعلق اہلبیت یا دشمنانِ اہلبیت سے بتایا جائے جسکا ظاہری معنی ان سے بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہو یا اوس کے آگے یا پیچھے کی آیت ظاہری بے ربطی کی وجہ سے ان پر محمول کرنے سے روکتی ہو تو اس سے متوحش نہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر ظاہری اور باطنی دونوں معنی ایک ہی ہوں تو ظاہری ظاہری اور باطنی باطنی نہ رہیگا اور **دوسری بات** حدیث نمبر ا کے آخری حصے سے یہ معلوم ہوئی کہ آیتیں ایسی بھی ہیں جن کا ایک ٹکڑا ایک چیز سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا ٹکڑا دوسری چیز سے۔ کیونکہ بعض آیتوں کا نزول موقع اور ضرورت کی مناسبت سے غیر مسلسل ہوا ہے اور بعض آیتوں میں مختلف لوگوں کے تذکرے ارتباط اور مناسبت کیوجہ سے ایک ہی آیت میں کر دئیے گئے ہیں۔ اس لئے نہ تو ایک آیت کا ایک ہی شخص سے متعلق ہونا ضروری ہے اور نہ کسی ٹکڑے کے قبل اور بعد کا اوس سے مربوط اور مناسب ہونا ضروری ہے **پس** ایسی صورت میں آیتِ تطہیر کا اہلبیت حضرت سرورِ عالم کے ساتھ مخصوص اور ازواج سے بالکل بے تعلق ہونا کوئی

۱؎ علامہ سیوطی تفسیر اتقان نوع ۲۹ صفحہ ۹ جلد ا میں لکھتے ہیں کہ آیت ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا سے فَتَعٰلَی اللہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ تک دیکھئے تیوں سے جو دیکھنے میں تو ایک ہی لیکن اون کا ابتدائی حصہ کسی سے تعلق رکھتا ہے اور وسطی کسی دوسرے سے اور آخری کسی تیسرے سے بس یہ آیت فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا تک حضرت آدمؑ حوا سے تعلق رکھتی ہے اور اوس کے بعد کا حصہ عربوں سے۔ اور قاضی بیضاوی نے اگرچہ مثل ان کے مفصل نہیں لکھا ہے لیکن اصل مطلب میں ان کے موافق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جعلا اور اٰتٰھُمَا سے لفظ اولاد کو جو مضاف ہے گرا کر مضاف الیہ کو اوسی جگہہ پر قرار دے دیا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ آدم و حوا کی اولاد دئے نعمتوں میں خدا کا شریک دوسروں کو قرار دیا (تفسیر آخر سورہ اعراف) ۲؎ حضرت زید بن امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جاہلوں کا خیال ہے کہ آیتِ تطہیر سے خدا نے ازواجِ نبی کو مراد لیا ہے۔ یہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں اگر ازواج کو مراد لیتا تو (مثل قبل اور بعد کی ضمیروں کے) اس میں بھی مؤنث کی ضمیریں لاتا اور لِیُذْھِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ اور یُطَھِّرَکُنَّ تَطْھِیْرًا فرماتا۔ (تفسیر صافی سورہ احزاب پارہ ۲۲ ذکر آیتِ تطہیر صفحہ ۴۳۳) ۱۲ منہ۔

تعجب کی بات نہیں ہے اگرچہ آیت تطہیر اور اوس کے قبل و بعد کے ٹکڑے جواز واجِ رسول اللہ کے متعلق ہیں ایک آیت کے تین ٹکڑے ہیں۔ **تیسری بات** یہ معلوم ہوئی کہ قران کے ظاہری اور باطنی دونوں معانی کا علم صرف اہلبیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہے یا اوسکو جس کو ان حضرات نے تعلیم فرمایا ہو۔ ان کا غیر اگر علم ظاہر اور باطن کا دعوےٰ کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ فریقین کی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں سوا اہلبیت کے کسی دوسرے کو قران کے ظاہر و باطن کا عالم نہیں بتایا گیا۔

پچیسواں۲۵ مقدمہ

الفاظِ قران کے متعدد معانی۔ علمائے علمِ عربیت پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عربی زبان دنیا کی کل زبانوں سے وسیع ہے۔ ایک ایک معانی کے لئے متعدد الفاظ ہیں اور ایک ایک لفظ کے لئے متعدد معانی۔ جیسے لفظِ عین جس کے ستر معنی لغت میں لکھے گئے ہیں اور یہ امر کلامِ عرب کی خوبیوں سے ہے اور قرانِ مجید کلامِ عرب کا بہترین نمونہ ہے۔ اور اس بان کی کل خوبیوں کا اعلیٰ پیمانہ پر جامع ہے جس کی وجہ سے وہ حضرت سرورِ عالم کیلئے معجزہ قرار دیا گیا۔ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی قران میں دنیا اور آخرت کی ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔ اور حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی مجھے ایسی کتاب دی گئی جو اپنے قلیل الفاظ سے بہت سے معانی اور مطالب کو ادا کرتی ہے (مجمع البحرین لغت جمع) اور شاگردِ حضرت امیر المومنین علیہ السلام یعنی عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی چھان گم ہوجائے تو میں اوس کا پتہ بھی قران ہی سے لگاؤں گا (تفسیر اتقان نوع ۶۵ جلد ۲ صـ۱۲۶) اور خاصیت ابواب جو علمِ صرف میں بیان کی جاتی ہے اس امر پر بہتر شاہد ہے کہ اگر لفظ کئی معنوں میں مشترک نہ بھی ہو جب بھی باب کا اختلاف اوسکو متعدد معنوں کا قالب بنا دیتا ہے۔ جیسے تسکی کے معنی شکایت کیا۔ اور اَشْکٰی کے معنی شکایت کو دفع کیا بلکہ ایک ہی وزن متعدد معنوں میں آتا ہے جیسے اَجْلَسَ بٹھلا دیا اور اَبَاعَ مقام فروخت میں ڈالدیا اور اَحْصَدَ قابل کاٹنے کے ہو گیا۔ اور اَشْکٰی شکایت کو دفع کیا۔ اِن سب میں وزن ایک ہے

اور معنی پہلے میں تعدیہ کے لئے ہے اور دوسرے میں تعریض کے لئے اور تیسرے میں قابلیت کے لئے اور چوتھے میں دفع کے لئے۔ علاوہ اس کے کبھی ایک حرف جدا بڑھا دینے سے معنی بدل جاتا ہے جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ زید گیا اور ذَهَبَ بِزَيْدٍ زید کو لے گیا ایک حرف ب کے بڑھانے سے معنی بدل گیا۔ اور کبھی قرأت کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے جیسے لَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ پس اگر يَطْهُرْنَ تخفیف کے ساتھ بڑھا جائے تو خون بند ہو جانا معنی ہوگا اور اگر يَطَّهَّرْنَ ط اور ہ کے تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو غسل کرنا معنی ہوگا۔ شکل دونوں لفظوں کی ایک ہے لیکن مجرد اور مزید یا باب اور قرأت کے اختلاف سے معنی بدل گیا۔ **نتیجہ کلام**۔ حاصل یہ کہ معنی بدل جانے کے اسباب بہت ہیں سب کو احصا کرنا مقصود نہیں ہے۔ انھیں اسباب میں سے ایک سبب مناسبتِ مقام بھی ہے۔ اسی بنا پر علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ لفظ ہدایت سات معنوں میں استعمال ہوا ہے منجملہ اون کے ایک ارشاد یعنی راہ بتانا ہے۔ اور دوسرے ثبات اور قرار[1] اسلئے کلام پروردگار اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں اِهْدِنَا کا معنی غیر ہدایت یافتہ لوگوں کے مناسب حال اَرْشِدْنَا ہوگا یعنی مجھکو سیدھی راہ بتا۔ اور ہدایت یافتہ لوگوں کے مناسب حال اَثْبِتْنَا یعنی مجھکو راہ راست پر ثابت اور برقرار رکھ۔ اور اسی طرح آیتِ تطہیر میں اِذْهَاب۔ رِجْس اور تَطْهِير کا معنی غیر معصوم کے مناسب حال بدیوں کو دور کرنا اور گناہوں سے پاک کرنا ہوگا اور معصوم کے مناسب حال بدیوں کو دور رکھنا اور گناہوں سے پاک رکھنا۔ اور دوسرا سبب اختلاف لہجہ ہے۔ جیسے خبر دینے کے لہجہ میں کہیں هٰذَا زَيْدٌ یہ زید ہے اور پھر اسی جملہ کو استفہام یعنی دریافت کرنے کے لہجہ میں کہیں هٰذَا زَيْدٌ کیا یہی زید ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آفتاب و ماہتاب وغیرہ کو دیکھ کر اسی لہجۂ استفہام میں هٰذَا رَبِّي فرمایا تھا۔ لہجہ اون کا لہجۂ اخبار نہ تھا۔

[1] لہ اتقان نوع ۳۹ جلد ۱ صفحہ ۱۸۸

۲۶ چھبیسواں مقدمہ

حذف و اسقاط۔ ہر زبان میں یہ امر کثرت سے رائج ہے کہ مقام اور حال کی مناسبت سے کبھی تو پورا پورا جملہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی مفعول کو گرا کر صرف فعل اور فاعل کو ذکر کرتے ہیں۔ اور

کبھی صرف فعل کو اور کبھی صرف فاعل کو اور کبھی صرف مفعول کو اور کبھی پورے جملے کو گرا دیتے ہیں اور صرف حرف جواب یعنی ہاں یا نہیں کو ذکر کرتے ہیں یا صرف متعلق کو موقع اور محل جس امر کو چاہتا ہو۔ **پہلے** کی مثال زید نے عمر کو مارا ہے **دوسرے** کی مثال زید نے مارا **تیسرے** کی مثال مارا۔ اوس شخص کے جواب میں جو پوچھے کہ زید نے کیا کیا۔ اور **چوتھے** کی مثال زید نے۔ اوس کے جواب میں جو پوچھے کس نے مارا۔ اور **پانچویں** کی مثال "عمرو" کو۔ اوس کے جواب میں جو پوچھے زید نے کس کو مارا۔ اور **چھٹھیں** کی مثال "ہاں" ہے اوس کے جواب میں جو پوچھے کہ زید مار چکا۔ اور فی الدار (یعنی گھر میں ہے) اوس شخص کے جواب میں جو پوچھے کہ زید کہاں ہے **اور جسطرح** حرف جواب یعنی ہاں اور نہیں کے موقع پر پورا جملہ گرا دیتے ہیں **اوسی طرح** پورا جملہ بولنے کے موقع پر بھی اوس کے قبل سے ایسا پورا جملہ گرا دیتے ہیں جو اوس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ اور ذکر شدہ جملہ اوس کو بتاتا ہے۔ اور اکثر تعلیم کے موقع پر ایسا کیا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بچے سے پوچھے کہ گھر میں کیا کر رہے تھے اور وہ چپ رہے تو ماں باپ سکھاتے ہیں اور اوس بچے سے صرف اس قدر کہتے ہیں۔ "کھانا کھا رہے تھے"۔ اور اگر کوئی نام پوچھے اور وہ جواب نہ دیے تو ماں باپ صرف اوس کا نام اوس سے کہہ دیتے ہیں اور ایسے مقامات سے جملہ "کہو" کو گرا دیا کرتے ہیں۔ **اور جسطرح** فعل۔ فاعل۔ مفعول۔ پورا جملہ گرا دیا جاتا ہے۔ **اوسی طرح** پکارنے کے وقت اکثر اوقات حرف ندا[1] گرا کر صرف نام لیکر پکارتے ہیں اور دریافت کے موقع پر حرف استفہام[2] کو گرا کر صرف اوسی مضمون کو ذکر کرتے ہیں جس کو دریافت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور لہجہ اوس کے قائم مقام ہو جاتا ہے جس سے سننے والا خبر اور استفہام یعنی دریافت میں فرق کر لیتا ہے۔ **نتیجہ کلام** اسی دستور اور رسم و رواج اور عام محاورہ کے مطابق خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنی روش رکھی ہے اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اسی رواج کے مطابق ہے جس کے شروع سے فعل اور

---

[1] وہ حرف جو پکارنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے عربی میں یا اور فارسی اور اردو میں ای ۱۲

[2] وہ حرف جو دریافت کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے عربی میں أ اور ھل اور فارسی میں آیا اور اردو میں "کیا" ۱۲ منہ

فاعل پورا جملہ ایک تو بنظر اختصار گرا دیا گیا ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ اس کے لئے کوئی فعل معین نہیں ہے اور بمناسبت مقام بدلتا رہتا ہے جیسے کھانے والے کے لئے اٰکُلُ کھاتا ہوں۔ پڑھنے والے کیلئے اَقْرَءُ پڑھتا ہوں۔ ذبح کرنے والے کیلئے اَذْبَحُ ذبح کرتا ہوں وغیرہ۔ اور اگر لفظ اَشْرَعُ (شروع کرتا ہوں) کو ہر فعل میں مشترک لیا جائے تو صرف پہلی وجہ یعنی تخفیف و اختصار ہی سبب حذف و اسقاط ہوگا۔ اور چونکہ یہ جملہ مقام تعلیم میں نازل ہوا ہے اس لئے اس کے قبل پورا جملہ قُلْ (کہو) تھا جو بنظر تخفیف و اختصار گرا دیا گیا ہے۔ اس واسطے یہ شبہہ غلط ہے کہ خدا نے خود اپنے نام سے شروع کیا ہے اور اپنے نام سے وہ خود برکت چاہتا ہے۔ کیونکہ برکت دینے والے کا برکت چاہنا غلط اور بے معنی ہے۔ اور ستاروں کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کا ھٰذا ربّی فرمانا بھی اسی رواج کے مطابق ہے اور اس کے قبل اور بعد کے جملے صاف بتا رہے ہیں کہ اس کے پہلے حرف استفہام انکاری تھا جو مطابق رسم و رواج اور محاورۂ عام کے گرا دیا گیا ہے۔ اصل اوس کی ھَلْ ھٰذا ربّی تھی یعنی کیا یہی میرا پروردگار ہے یعنی یہ نہیں ہے۔ اس واسطے کہ نبی اولوالعزم کے حق میں یہ شبہہ کرنا کہ اونھوں نے ستاروں کو اپنا پروردگار کہا غلط بلکہ کفر ہے۔ انبیاء نبوت سے پہلے اور اوس کے بعد شرک سے اجماعاً معصوم تھے [۱] اور تفصیلی بیان انبیاء کی عصمت کا قبل اس کے بیسویں مقدمہ میں گذر چکا۔

ستائیسواں مقدمہ

قران مجید کی جمع و ترتیب۔ قران مقدس کی جمع و ترتیب مسلمانوں میں فضیلت کی چیز سمجھی جاتی ہے اور بیشک فضیلت کی چیز ہے لیکن بشرط اس کے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق واقع کی جائے یعنی نزول کے مطابق ترتیب دی جائے۔ اور قران اپنی اصلی حیثیت پر بدون فرق باقی رکھا جائے۔ کیونکہ خداوند عالم نزول ہی کے مطابق تلاوت کرنے کو پسند کرتا ہے (کنز العمال جلد ۱ فصل ۵ حدیث نمبر ۳۰۷ بروایت زید بن ثابت جنھوں نے قران کی

---

[۱] اتقان جلد ۱ نوع ۲۹ صفحہ ۹۲۔ ۱۲ منہ

اصلی حالت بدل دی۔ اور یہ شرف باقرار اجلۂ علمائے اہلسنت کے ہمارے مولا و آقا حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا۔ علامہ سیوطی وغیرہ لکھتے ہیں کہ اِنَّ عَلِیًّا اَحَدُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ وَعَرَضَہٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ یعنی علی علیہ السّلام اونھیں لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے قران جمع کیا اور حضرت سرورِ عالم کے ملاحظہ سے گذرانا (تاریخ الخلفا شروع بیان حال حضرت علیؑ و مناقب علامۂ خوارزمی فصل بروایتِ علی[۱] بن رباح)

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک[۱] یہ کہ حضرت امیرؑ نے حیاتِ حضرتِ سرورِ عالم میں قران جمع کر لیا تھا۔ دوسرے[۲] یہ کہ حضرتؐ کے ملاحظہ سے بھی گذرانا (اگرچہ آپ کو اسکی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آپ نفسِ رسول اور عالمِ علمِ لدنی اور وارث علومِ انبیا اور معدنِ علومِ قران اور سہو و خطا اور بھول چوک سے معصوم و محفوظ تھے۔ لیکن ملاحظہ کرانا ایک تو بنظرِ اعزازِ حضرت سرورِ عالم تھا۔ دوسرے انتہائے محبت اور ارتباط کی وجہ سے حضرت کو خوش کرنے کی غرض سے) تیسرے[۳] یہ کہ حضرت امیرؑ کے علاوہ بھی بعض صحابہ نے حضرت سرورِ عالم کی موجودگی میں جمع کیا تھا۔ اور یہ بعض بروایت مناقب خوارزمی اُبَیّ بن کعب ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی ہو۔ لیکن نزول کے مطابق ترتیب دینا۔ سوا حضرت امیر علیہ السّلام کے کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ تھا۔ محمد[۵] بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ (صحابی) سے پوچھا کہ کیا صحابہ نے نزول کے مطابق قران کو ترتیب دیا ہے تو اونھوں نے جواب دیا کہ اگر انسان اور جن جمع ہو کر اسطرح ترتیب دینا چاہیں جب بھی ایسا نہیں کر سکتے (اتقان نوع ۱۸ جلد ۱ صفحہ ۵۹ و ارجح المطالب صفحہ ۱۰۹ بحوالہ سنن ابو داؤد) لیکن امام اہلسنت ابن اشتہ بروایت محمد ابن سیرین بسند صحیح اور ابن حجر عسقلانی بروایتِ ابن ابی داؤد لکھتے ہیں کہ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ مَاتَ اَبُوْبَکْرٍ

---

[۱] علی بن رباح بصری معتبر تھے (تقریب التہذیب) ۱۱۲ سنہ ھ
[۲] ثقہ اور معتبر اور عابد اور بڑے مرتبہ کے شخص تھے اور روایت بالمعنی کو جائز نہیں جانتے تھے سنہ ۱۱۰ھ میں مرے (تقریب التہذیب بیان محمد بن سیرین) روایت باللفظ یہ ہے کہ جن الفاظ کو معصوم یا راوی اول نے بیان کیا ہے دوسرے راوی اون الفاظ کو بعینہ باقی رکھیں۔ اور یہ روایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور روایت بالمعنی یہ ہے کہ حدیث کا مطلب دوسرے الفاظ میں بیان کیا جائے اور یہ طریقہ اگرچہ جائز ہے لیکن اس قسم کی روایت مشتبہہ ہوا کرتی ہے کہ شاید دوسرے معصوم یا راوی اول کا مطلب پورا ادا نہ کر سکا ہو۔ اسی وجہ سے محمد بن سیرین اسکو پسند

وَلَمْ یَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَلَمْ یَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَقَدْ وَرَدَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ
جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی تَرْتِیْبِ النُّزُوْلِ عَقِیْبَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
اَخْرَجَہٗ اِبْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ (اتقان قسم ۲۰ جلد ا صفحہ ۷۲) یعنی محمد بن سیرین نے بیان
کیا کہ ابوبکر مر گئے اور قران جمع نہ کیا اور عمر مارے گئے اور قران جمع[1] نہ کیا۔ اور ابن حجر
نے کہا کہ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اونھوں نے حضرت سرور عالم کے انتقال
کے بعد نزول کے مطابق قران جمع کیا۔ اس روایت کو ابن ابی داؤد نے نقل کیا ہے
نزول کے مطابق جمع کرنے کو امام اہلسنت ابن حجر مکی نے بھی صواعق باب ۹ فصل ۳
صفحہ ۷۶ میں لکھا ہے۔ اور ابن اشتہ نے محمد بن سیرین سے ایک روایت نقل کی ہے
جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مصحف میں ناسخ[2] اور منسوخ سب کو جمع
کیا تھا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اُس مصحف کو تلاش کیا اور اوس کے لئے مدینہ میں
بھی لکھا لیکن نہ مل سکا (اتقان نوع ۱۸ صفحہ ۵۹) ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر یہ مصحف ملجاتا
تو خوب ہوتا کیونکہ علم اس میں تھا (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۹ بیان علم حضرت امیر بقران
بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی) **یہ مصحف کیونکر ملتا** اس لئے کہ حضرت ابوذر (جو صادق
ترین صحابہ تھے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے قران جمع کیا تو مطابق وصیت

---

[1] کتب اہلسنت میں اس مضمون کی حدیثیں تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں کہ دونوں خلیفہ نے مشورہ سے زید بن ثابت نے
قران جمع کیا۔ پس اس حدیث میں جمع کرنے سے انکار درحقیقت نزول کے مطابق جمع کرنے سے ہے ۱۲ منہ۔

[2] حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نزول کے مطابق جمع کیا تھا اور
ناسخ اور منسوخ سب کو لکھا تھا۔ اور خود حضرت نے مہاجرین و انصار سے بلند آواز سے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ پر جسقدر آیتیں قران کی خدا نے نازل کیں میں نے سب کو جمع کر دیا ہے اور ہر آیت کو حضرت رسول اللہ صلعم
سے پڑھا ہے۔ اور حضرت نے ہر ایک کی تفسیر مجھے تعلیم کی ہے (احتجاج طبرسی صفحہ ۴۶
بروایت سلیم بن قیس ہلالی) اور طلحہ کہتے ہیں کہ اے ابوالحسن آپ نے جو کہا تھا کہ اَیُّھَا النَّاسُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں قران جمع کرنے میں مشغول تھا اور جمع کر لیا۔
یہ کتاب خدا ہے پوری پوری جس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوٹا ہے۔ اس کتاب کو ہم نے نہیں دیکھا
(احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ صفحہ ۷۵ ۱۲ منہ)

حضرت سرورِ عالم کے اوس کو مہاجرین و انصار کے سامنے پیش کیا۔ جب خلیفہ اول نے کھولا تو وہی صفحہ نکلا جس میں صحابہ اور قریش کی مذمت اور فضیحتی مذکور تھی یہ دیکھ کر خلیفہ دوم بہت برہم ہوئے اور کہا کہ اے علیؑ ہم لوگوں کو ایسے قران کی ضرورت نہیں ہے اسکو واپس لیجاؤ۔ اور زید بن ثابت سے کہا کہ ہم لوگوں کے لئے ایک قران ترتیب دو۔ اور مہاجرین و انصار کی مذمت اوس میں سے نکال ڈالو۔ زید نے قبول تو کیا لیکن کہا کہ اگر جمع کرنے کے بعد علیؑ نے اپنا قران نکالا تو ہم لوگوں کا یہ عمل باطل ہو جائے گا۔ یہ سُن کر یہ رائے قرار پائی کہ خالد کے ہاتھوں علیؑ کو قتل کرا دیا جائے مگر خالد حضرت کو قتل نہ کر سکا۔ پھر یہ رائے قرار پائی کہ حضرت کا قران لیکر تحریف کر دیا جائے۔ اور خلیفہ دوم نے حضرت سے کہا کہ جو قران آپ لائے تھے اوس کو دیجئے تاکہ ہم لوگ اوس پر عمل کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ حجت تمام ہو چکی اب تم لوگ اوس کو نہیں دیکھ سکتے اب اوس کو میرا فرزند قائم آل محمد ظاہر کرے گا۔ اور مطابق اوس کے دین خدا کو جاری کریگا۔ [۱]

بہر حال ہم کو اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت ثابت کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ کے مصحف کے مقابل میں اپنے ذاتی اغراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے قران دومرتبہ ترتیب دیا گیا۔ ایک مرتبہ خلافتِ اولی میں جس کو بروایت ابن ابی داؤد بحکم خلیفہ اول زید بن ثابت اور خلیفہ دوم نے مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھکر ہر آیت پر دو دو گواہوں کی گواہی لیکر جمع کیا۔ راوی اس روایت کے سب معتبر ہیں (اتقان نوع ۱۸ صفحہ ۶۲)

حالانکہ علم قران سے خلیفہ دوم کی بیخبری اس قدر بدیہی ہے کہ محتاج ثبوت نہیں۔ اور اگر کسی کو اطمینان حاصل کرنا مقصود ہو تو ان کے قضایا اور فیصلے جو زمانہ خلافت میں کئے تھے کتاب کنز العمال اور تاریخ الخلفا اور ازالۃ الخفاء وغیرہ میں اور باب قرآت کتاب کنز العمال جلد دو

---

[۱] احتجاج طبرسی ص۷۶ بروایت ابوذر غفاری ۱۲ منہ [۲] معصوم اور غیر معصوم اور عالم علم لدنی اور عالم تعلیمیافتہ میں یہی فرق ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر تن تنہا نزول کے مطابق پورا قران جمع کر لیا کیونکہ معصوم بقول خود سے محفوظ ہوتا ہے اور دو دو گواہیوں پر جمع کرنیوالے باوجود گواہوں کے عہدہ کو پورا نہ کر سکے نہ نزولی ترتیب کو باقی رکھ سکے اور نہ پورا قران ہی جمع کر سکے جیسا کہ صحاح ستہ اس پر شاہد ہیں ۱۲ منہ